شاہد خان آفریدی
کی آپ بیتی
قیصر صغیر

# انتساب

نہایت شفیق اور مہربان ہستی

اپنی والدہ محترمہ کے نام

جن کے پیار کا کوئی نعم البدل نہیں

# فہرست مضامین

# میں اور آفریدی

اکتوبر 98ء

ہوٹل سن فورٹ لبرٹی

وقت رات 9 بجے

اس روز شاہد آفریدی سے میری پہلی تفصیلی ملاقات ہوئی۔ گو اس سے پہلے بھی میں نے آفریدی کے ہلکے پھلکے انٹرویوز کیے تھے اور مختلف مواقع پر ہماری خوب گپ شپ بھی رہی تھی مگر کبھی تین چار گھنٹے تک گفتگو کی فرصت میسر نہ آسکی۔ فوٹو گرافر محمد یامین صدیقی اور میرا کزن ماجد رحیم میرے ہمراہ تھے۔ آٹھ بجے ہوٹل پہنچے تو شعیب اختر کو موجود اور شاہد آفریدی کو غائب پایا۔

''یہ تو کوئی اچھی بات نہیں، مجھے تو آپ دونوں کا مشترکہ انٹرویو کرنا ہے'' میں نے شعیب اختر سے گلہ کیا۔

''قیصر صاحب! سارا قصور میرا ہے، میں نے آپ کو تو وقت دے دیا مگر شاہد آفریدی کو آگاہ کرنا بالکل یاد نہ رہا'' شعیب اختر نے فوراً اپنی غلطی تسلیم کر لی۔

''اچھا کیا جو آپ نے بروقت کلیئر کر دیا ورنہ میں نے آفریدی کو بلیک لسٹ کر دینا تھا۔''

''ارے نہیں نہیں، جس طرح آپ وقت اور وعدے کے پابند ہیں وہ بھی کسی کو شکوہ کا موقع نہیں دیتا۔ الزام تو بے چارے کو تب دیں جب وہ کمٹمنٹ کر کے بھاگے۔'' شعیب مسلسل آفریدی کا دفاع کر رہے تھے۔

''اس مشترکہ انٹرویو کیلئے ہمیں خاص طور پر گھر سے آنا پڑا ہے، اب بتائیے کیا کیا جائے؟'' میں نے برملا اپنی ناراضی کا اظہار کیا۔

''آپ بیٹھیں تو سہی، کولڈ ڈرنکس لیں، میں ابھی اسے ٹریس کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر شعیب اختر فون پر کوئی نمبر ملانے لگے مگر آفریدی سے رابطہ نہ ہو پا رہا تھا۔

میرا جارحانہ انداز دیکھ کر ماجد رحیم (مون) کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ غالباً اس نے پہلے دنیا کے تیز ترین بولر کو کبھی اس طرح دفاعی پوزیشن میں نہ دیکھا تھا۔ میں نے ماجد کو بتایا ''اگر آپ اپنے پروفیشن سے مخلص ہوں تو ہر بندہ آپ کا احترام کرتا ہے۔ شعیب اختر اور شاہد آفریدی اسی عادت کی وجہ سے مجھے عزیز

رکھتے ہیں اور دونوں کا بیک وقت انٹرویو کرنا کوئی آسان بات نہیں۔"

ابھی ہماری گفتگو جاری تھی کہ شعیب اختر نے آواز لگائی "حضرات ایک ضروری اعلان سنئے۔ دنیا کے تیز ترین بالر اور تیز ترین سنچری کے عالمی اعزاز کے مالک صاحبزادہ محمد شاہد خان آفریدی 15 منٹ میں تشریف لا رہے ہیں" شعیب کا انداز اتنا اچھا تھا کہ ہمارا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا اور کمرے میں ملے جلے قہقہے گونجنے لگے۔ یہ انٹرویو خاصا دلچسپ رہا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر چوٹ کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا اور فیملی میگزین میں اس کی اشاعت پر بہت سے تعریفی خطوط اور فون بھی آئے۔ اس کے بعد میری کافی عرصہ تک شاہد آفریدی سے ملاقات نہ ہوسکی اور بعد میں ان کے جتنے بھی انٹرویو کیے، سب ایسے مواقع پر کہ شاہد آفریدی ٹیم سے باہر تھے یا پھر بہترین پرفارمنس نہ دے پا رہے تھے اور بالآخر ایک دن شاہد نے کہہ بھی دیا "قیصر بھائی! تمام صحافی اس وقت انٹرویو کیلئے میرے پیچھے ہوتے ہیں جب میں نے کوئی قابل ذکر پرفارمنس دی ہو اور آپ تب انٹرویو کر رہے ہیں جب میں ٹیم میں واپسی کیلئے جدو جہد کر رہا ہوں۔" میں نے پوچھا "آپ کس کو داد دیں گے؟"

"کیوں شرمندہ کرتے ہیں"؟۔ مجھے آپ کی یہ ادا بہت پسند ہے، آج کے بعد آپ کو کبھی مجھ سے وقت لینے کی ضرورت نہیں، جب دل چاہے آ جائیے۔ میں نے کیلی کو آپ کے متعلق بتا دیا ہے"۔

اس طرح میرے اور شاہد آفریدی کے تعلقات ایک کرکٹر اور جرنلسٹ کے دائرے سے نکل کر دوستانہ ہوگئے۔ میں نے انہیں مختلف معاملات میں بہت بہتر پایا۔ گو ان کے حوالے سے اخبارات میں کچھ منفی خبریں بھی شائع ہوئیں مگر میرا تجربہ خاصا مختلف رہا اور پھر ایک دن انٹرنیٹ پر چیٹنگ کے دوران سپین میں مقیم میرے دوست محمد الیاس نے مجھے مشورہ دیا "جب شاہد آفریدی سے تمہاری اتنی دوستی ہے تو اس پر کتاب کیوں نہیں لکھتے ؟ اس کرکٹر کا جتنا کریز ہے، مجھے یقین ہے کہ کتاب ہاتھوں ہاتھ بک جائے گی۔"

"آئیڈیا تو اچھا ہے۔" اس کے بعد ہم مختلف پہلوؤں سے اسے ڈسکس کرنے لگے اور جب میں نے اپنے ایک صحافی دوست گل نوخیز اختر سے ذکر کیا تو ان کے منہ سے صرف ایک لفظ نکلا "زبردست"

بعد ازاں میری شاہد آفریدی سے پرل کانٹینینٹل لاہور میں تقریباً روز طویل نشستیں ہونے لگیں۔ چونکہ میں مزاجاً تھوڑا موڈی ہوں، دل چاہا تو ساری رات بیٹھ کر کام کر لیا وگرنہ کئی دن تک قلم کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔ کام کی رفتار خاصی سست تھی اور ابھی میں نے کتاب کو باقاعدہ لکھنا بھی شروع نہ کیا تھا کہ میرا کینیڈا کی امیگریشن کیلئے کیس منظور ہوگیا اور 2 مئی کو ویزا بھی مل گیا۔ اب میں ڈبل مائنڈڈ تھا کیونکہ

کینیڈا میں میری وائف اور چار ماہ کی بیٹی ماہم میری منتظر تھیں اور یہاں کچھ کام بکھرا پڑا تھا جس کو سمیٹنا بھی ضروری تھا ایسے میں، میں شاہد نذیر چوہدری صاحب کو ضرور داد دوں گا جنہوں نے یہ کہہ کر میرا حوصلہ بڑھایا۔

''اگر ایک ہفتے میں مجھے میٹر لکھ دو تو میں اگلے دس دن میں اسے چھپوانے کی گارنٹی دیتا ہوں۔''

''کیا واقعی''؟ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں روانگی سے قبل اپنی کاوش کو چھپے ہوئے دیکھ پاؤں گا کیونکہ 12 تاریخ ہو چکی تھی اور 31 مئی کو میری ٹورنٹو (کینیڈا) روانگی تھی۔ 13 مئی کو میں نے تقریباً 40 صفحات پر مشتمل میٹر کی پہلی قسط کمپوزنگ کیلئے دی اور اس کے بعد تو روز میٹر لکھا جاتا رہا اور ساتھ ساتھ کمپوزنگ کا سلسلہ بھی تیزی سے جاری تھا۔ روز میں پروف دیکھ کر غلطیاں لگنے کیلئے آگے پہنچا دیتا۔ میری دن رات کی محنت' شاہد نذیر چوہدری کی مسلسل بھاگ دوڑ اور پبلشر کے تعاون سے بالآخر یہ مشکل مرحلہ مقررہ تاریخ سے ایک دن پہلے طے پا گیا۔ یہ شاہد خان آفریدی کی آپ بیتی ہے مگر مختلف ابواب میں' میں نے تحریر میں براہ راست انداز بھی اختیار کیا ہے۔ اس موقع پر مجھے چند شخصیات کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے خصوصاً اپنی وائف کا جو روز کینیڈا سے طویل میل کر کے میرا حوصلہ بڑھاتی رہیں۔ میرے والد جن کیلئے میری کامیابی باعث افتخار ہے۔ بھائی جو جھگڑتے بھی ہیں اور محبت بھی بہت کرتے ہیں۔ بہن اور بھتیجیاں جن سے مجھے اپنی بیٹی ماہم کی طرح پیار ہے۔

کوشش تو حتی الامکان کی ہے کہ غلطی کی گنجائش نہ رہے مگر مثبت تنقید اور تجاویز کی گنجائش ہمیشہ رہتی ہے۔

قیصر صغیر

sportsreporterqaiser@yahoo.com

# آفریدی ایک کرشمہ ساز آل راؤنڈر

پاکستانی کرکٹ میں شاہد آفریدی ایک کرشماتی شخصیت ہے۔ کراچی کے گلی کوچوں میں ربڑ کی گیند سے کرکٹ کھیلنے والا یہ نوعمر لڑکا کرکٹ کی تاریخ میں ایک نیا ریکارڈ قائم کرے گا؟ یہ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ لیکن شاہد آفریدی نے محض اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر نوعمر کھلاڑیوں میں شامل ہوکر قابل ذکر کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور اس کے بعد پاکستانی کرکٹ ٹیم میں شمولیت کا اعزاز حاصل کرلیا۔ ون ڈے میچ کیا دنیا میں تیز ترین سنچری بنانے کا اعزاز آج بھی شاہد آفریدی کو حاصل ہے اور اس ریکارڈ کو توڑنا مستقبل قریب میں آسان نظر نہیں آتا۔ شاہد آفریدی دیکھنے میں خوش شکل، لاپرواہ، کھلنڈرے قسم کے نوجوان نظر آتے ہیں۔ یہ لاابالی پن ان کے کھیل میں بھی جھلکتا ہے، وہ ہر گیند کو باؤنڈری کے پار پہنچانے کے خواہش مند نظر آتے ہیں جبکہ ماہرین انہیں سمجھاتے ہیں کہ ہر گیند کو دیکھ بھال کر اس کی نوعیت کے مطابق کھیلنا چاہیے۔ شاہد آفریدی نے اس سلسلے میں کچھ سبق حاصل تو کیا ہے لیکن اپنی افتادِ طبع کے باعث ہر گیند پر چھکا اور چوکا لگانے کی کمزوری پر انہیں پوری طرح عبور حاصل نہیں ہوسکا ہے۔ اس کے باوجود وہ ایک انتہا کے مقبول کھلاڑی ہیں۔ ایسے کرکٹ کے کھلاڑی دنیا میں بہت کم گزرے ہیں کہ محض انہیں دیکھنے کیلئے تماشائی سٹیڈیم کے دروازوں پر ٹوٹ پڑیں۔

شاہد آفریدی کے انداز کو دیکھ کر ابتدائی زمانے کے بیٹسمین مقصود احمد کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ گورے چٹے اور خوبصورت کھلاڑی تھے۔ مردوں سے زیادہ خواتین ان کی پرستار تھیں، وہ بھی بونڈریاں لگانے کے شوقین تھے۔ زیادہ دیر وکٹ پر نہیں ٹکتے تھے مگر اسی مختصر عرصے میں کافی مار دھاڑ کرکے رخصت ہوتے تو تماشائی پرجوش تالیوں سے انہیں رخصت کرتے اور اگلی اننگز کے انتظار میں بیٹھ جاتے۔ ایک بار انہوں نے دعوے کے ساتھ ایک میچ میں اپنی گرل فرینڈ کو دکھانے کیلئے چھ گیندوں پر چھ چھکے لگادیے تھے۔ ہر گیند سے پہلے وہ جیب سے لال رومال نکال کر لہراتے اور گیند باؤنڈری کے باہر جاگرتی۔ ان کا کھیلنے کا انداز بہت دلکش تھا، اس زمانے میں پاکستانی کرکٹ ٹیم میں حنیف محمد، وقار حسن، امتیاز احمد، ماجد خان جیسے

سحر انگریز کھلاڑی بھی موجود تھے لیکن مقصود کا انداز ہی نرالا تھا۔

شاہد آفریدی میں بھی وہی رنگ روپ، تیور اور انداز نظر آتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ وہ بہت اچھے سپن بولر بھی ہیں، گویا آل راؤنڈر ہیں۔ مشکل وقت میں اگر کوئی مخالف کھلاڑی جم جائے تو شاہد آفریدی اپنے ڈھیلے ڈھالے انداز میں گیند سنبھال کر بولنگ کرتے ہیں اور دو تین وکٹ لے لیتے ہیں۔ وہ بہت اچھے فیلڈر بھی ہیں جو پاکستانی کرکٹ ٹیم کی روایت میں شامل نہیں ہے۔ وہ جب تک میدان میں رہتے ہیں تمام آنکھیں ان پر ہی مرکوز رہتی ہیں۔ اگر وہ اپنے ہیجانی مزاج پر تھوڑا سا قابو پالیں تو سنچریوں کے ڈھیر لگا سکتے ہیں۔

قیصر صغیر صاحب نے ان کے بارے میں ان کی شایان شان کتاب لکھی ہے جسے پڑھنے کے بعد شاہد آفریدی کی مختلف تصویریں فلم کی صورت میں سامنے آجاتی ہیں۔ شاہد آفریدی جیسے سیماب صفت کھلاڑی کے بارے میں پہلی کتاب لکھنے کا اعزاز قیصر صغیر جیسے نوجوان کے حصے میں آیا ہے۔ آئندہ بھی توقع ہے کہ شاہد آفریدی کے مزید کارنامے اور قیصر صغیر صاحب کی مزید کتابیں ہم سب کے سامنے آئیں گی۔ اس کتاب کے مطالعے کے دوران میں شاہد آفریدی جیتے جاگتے، بھاگتے دوڑتے، کھیلتے کودتے، کھیل کے میدان کو اپنی سحر انگیز شخصیت سے جگمگاتے نظر آتے ہیں۔ اگر انہیں کرکٹ کی دنیا کا سپر سٹار کہا جائے تو غلط نہ ہوگا جس کا نام سنتے ہی تماشائی سٹیڈیم کا اور گھر بیٹھے شوقین اپنی ٹیلی ویژن کا رخ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ کتاب سپر سٹار شاہد آفریدی کیلئے خراج تحسین کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس کے صحیح معنوں میں وہ مستحق ہیں۔

علی سفیان آفاقی

# کرکٹ کے لٹریچر میں گراں قدر اضافہ

شاہد آفریدی کا شمار ان کرکٹروں میں کیا جانا چاہیے جنہوں نے کرکٹ کے کھیل کو حسن عطا کیا۔ اس کھیل کی اصل خوبصورتی جارحانہ بیٹنگ اور جارحانہ باؤلنگ میں ہے۔ پاکستان کے اس مایہ ناز آل راؤنڈر نے 37 گیندوں پر تیز ترین سنچری بنانے کا ورلڈ ریکارڈ قائم کیا ہے جس سے انؑ کے اندر پائے جانے والے عزم اور کچھ کر کے دکھانے کی تڑپ کا پتہ چلتا ہے۔

ان کی بنیادی خوبی باؤلنگ تھی لیکن انہوں نے کمال بیٹنگ میں دکھایا۔ وہ اک صاحب طرز بیٹسمین ہیں اور دھواں دھار بیٹنگ کرنے پر یقین رکھتے ہیں۔ فارم میں ہو تو اپنی تیز اور جارحانہ سٹروکس سے بڑے بڑے فاسٹ باؤلروں کو تگنی کا ناچ نچا دیتے ہیں۔ سیٹ ہو جائیں تو پھر گراؤنڈ کے چاروں جانب چوکوں اور چھکوں کی برسات کر دیتے ہیں۔ ان کی سٹروکس میں ایسی ہی دلکشی پائی جاتی ہے جیسی کہ ایشیاء کے بریڈمین ظہیر عباس کی سٹروکس میں تھی۔ باؤلروں کو خاطر میں نہ لانے والے نڈر اور دلیر بیٹسمین تماشائیوں میں بڑے مقبول ہیں کیونکہ یہ ان کو خوش کرنے کے لئے کھیلتے ہیں۔ تاہم تماشائیوں کو محظوظ کرنے کی کوشش میں وہ بعض مواقع پر غلط شاٹس کھیل کر جلد آؤٹ بھی ہو جاتے ہیں جس کی بنا پر ان کی عمدہ کارکردگی میں تسلسل نہیں رہتا۔ کوچوں کی نصیحتیں اپنی جگہ اور ان کا انداز اپنی جگہ۔ اس بناء پر ان کی کارکردگی میں عدم تسلسل پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک مرتبہ چیئرمین پاکستان کرکٹ بورڈ لیفٹیننٹ جنرل توقیر ضیاء نے کہا تھا ''ہم نے ان کو ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے۔''

پاکستان کے ممتاز سپورٹس رائٹر قیصر صغیر نے شاہد آفریدی پر جو کتاب لکھی ہے وہ کرکٹ کے لٹریچر میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ جس کے لئے دادو تحسین کے مستحق ہیں۔ قیصر صغیر ہفت روزہ 'فیملی میگزین'' میں شعبۂ سپورٹس کے انچارج رہ چکے ہیں۔ میری اور ان کی رفاقت چار برسوں پر محیط رہی۔ نہایت حلیم الطبع اور خوش مزاج ہیں۔ ان کی تحریریں سادہ اور سلیس ہوتی ہیں۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق نے کہا تھا کہ سب سے مشکل کام سلیس اردو لکھنا ہے۔ چنانچہ یہ مشکل کام انہوں نے کر دکھایا ہے۔ خواہ یہ سپورٹس کے شعبہ میں ہی سہی۔ توقع ہے کہ ان کی اس پہلی کاوش کو پذیرائی ملے گی۔

**سید سلطان عارف**

سپورٹس ایڈیٹر نوائے وقت

# شاہد آفریدی کا نیا روپ

شاہد خان آفریدی ان خوش نصیب کرکٹرز میں شامل ہے۔ جنہیں ینگ کے ساتھ ساتھ اولڈ جنریشن بھی پسند کرتی ہے۔اس کی کئی خوبیاں ہوسکتی ہے۔لیکن جو سب سے نمایاں خوبی ہے وہ اس کا جارحانہ اور جینوئن کھیل ہے جس پر کسی سٹے باز کرکٹر کا شبہ نہیں ہوتا۔ وہ قومی کرکٹ کے منصہ شہود پر پہلے روز جس آب و تاب کے ساتھ ظاہر ہوا تھا ابھی تک وہ اسی فطری جبلت کے ساتھ کھیل رہا ہے۔میری شاہد آفریدی سے باضابطہ ملاقات قیصر صغیر کے ساتھ اسی کتاب کے سلسلے میں ہوئی تھی۔ ہمارے ساتھ یامین صدیقی بھی تھے۔قیصر صغیر ایک روز پہلے ہی اسے میری کتاب ''محلے سے محلات تک ہیرو سے جواری تک وسیم اکرم'' پیش کر چکے تھے اور اس روز میں نے اپنی ایک دوسری کتاب ''ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور ایٹمی پاکستان،، پیش کی۔شاہد آفریدی پریکٹس کے بعد ہوٹل میں آئے تھے اور سو رہے تھے مگر ہمارے ساتھ پوری تروتازگی اور محبت سے پیش آئے۔شاہد آفریدی نے مجھ سے وسیم اکرم کی کتاب کے بارے میں چند سوال و جواب کئے اور پوچھا کہ ایک کتاب کی تیاری پر کتنا وقت صرف ہوتا ہے۔

میں نے بتایا'' بھائی یہ ہر اس شخص پر منحصر ہوتا ہے جس پر کتاب لکھی جا رہی ہو کہ وہ کتنا وقت دیتا اور دلچسپی لیتا ہے۔آپ نے اپنی آپ بیتی کے سلسلے میں قیصر بھائی کو پوری توجہ اور وقت دیا ہے تو خود حساب لگالیں جینوئین کام کے لئے کتنا وقت درکار ہوتا ہے۔،،

اس روز شاہد آفریدی کا فوٹو سیشن ہونا تھا اور وہ ہر طرح کی مصروفیت کے باوجود قیصر صغیر کے ساتھ سٹوڈیو جانے پر آمادہ تھا۔میں نے سنا تھا کہ شاہد آفریدی ایک ہٹیلا اور مغرور کرکٹر ہے مگر اس کی معصومیت' اخلاص اور سادگی نے مجھے اسکا گرویدہ بنا دیا۔ میں نے شاہد آفریدی سے کہا کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے پسندیدہ ترین کرکٹرز میں آپ بھی شامل ہیں تو ان کا

نام سنتے ہی شاہد آفریدی کے چہرے پر حد احترام کا تاثر پیدا ہو گیا اور وہ بولا۔

''وہ بہت عظیم انسان ہیں۔ میری خواہش ہوتی تھی کہ ان سے ملوں۔ کہوٹہ لیبارٹریز کی کرکٹ ٹیم میں شعیب اختر ڈاکٹر صاحب کا غوری میزائل ہے۔'' آفریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''میں ڈاکٹر خان صاحب سے ملا ہوں۔ بے پناہ محبت کرنے والے انسان ہیں۔ وہ کرکٹ کا پورا نالج رکھتے ہیں۔ مجھ سے کرکٹ کے بارے میں باتیں بھی کرتے تھے''۔

شاہد خان آفریدی قومی کرکٹ ٹیم کا ایک ایسا کایا پلٹ آل راؤنڈر ہے جو کسی بھی وقت کچھ بھی کر سکتا ہے۔ وہ مستقبل کا ایک سپر سٹار کرکٹر ہے۔ قومی ٹیم کو اس جیسے سچے کھرے اور محنتی کرکٹرز کی ضرورت ہے جو ہر طرح کے بحران کا مقابلہ معاملہ فہمی سے بھی کر سکتے ہیں۔ قیصر صغیر نے شاہد آفریدی کی سرگزشت کو ایک ایسے وقت میں مرتب کیا ہے جب شاہد آفریدی شہرت کی اوج ثریا چڑھ رہے ہیں۔ قیصر صغیر ایک تجربہ کار سپورٹس رپورٹر اور سپورٹس ایڈیٹر ہیں۔ انہوں نے شاہد آفریدی کی آپ بیتی کو صحافتی اسلوب کے ساتھ ساتھ افسانوی انداز میں تحریر کر کے اس کو نہایت دلچسپ اور کارآمد بنا دیا ہے۔ یہ آپ بیتی شاہد آفریدی کی زندگی کے اہم ترین واقعات پر مشتمل ہے۔ اس میں قومی کرکٹ ٹیم کے عیوب و محاسن بھی سامنے آتے ہیں تو شاہد آفریدی کی شخصیت کے بے پناہ گوشے بھی بے نقاب ہوتے ہیں۔ شاہد خان آفریدی کی یہ آپ بیتی میں نے بغور پڑھی ہے۔ اس میں شاہد آفریدی کے اندر کا جرأت مند اور معصوم انسان جا بجا جھلکتا نظر آتا ہے۔ اس کی طبیعت کی شگفتگی اور بے ساختگی یقیناً اس کے مداحوں کو ایک نئے آفریدی سے متعارف کرائے گی۔

**شاہد نذیر چوہدری**

۲۱ مئی ۲۰۰۲ء

# ایک اور خان

مجھے اچانک ہی کینیا طلب کیا گیا تھا اور پھر مجھے فوراً ایک بڑے امتحان کے لئے تیار کیا گیا۔

''بیٹا! صبح آپ کو ون ڈاؤن پوزیشن پر بیٹنگ کرنی ہے'' سعید انور نے میچ سے ایک رات قبل آگاہ کیا تو میں حیران ہی رہ گیا۔

''کیا میں یہ ذمہ داری نبھا پاؤں گا''؟ میں نے الٹا اپنے کپتان سے سوال کیا۔

''پاکستان کو فائنل میں کوالیفائی کرنے کیلئے ایک تگڑے سکور کی ضرورت ہے' تمہارا کام تیز کھیلنا اور فی اوور رن ریٹ کو بڑھانا ہے۔'' سعید انور نے میرے سوال کا جواب دینے کی بجائے میری ذمہ داری سمجھائی اور چلے گئے۔

اب نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی کیونکہ یہ میرے ون ڈے کیریئر کا صرف دوسرا میچ تھا۔ پہلے میچ میں تو مجھے بیٹنگ کا موقع ہی نہ مل سکا تھا۔ میں خوش بھی تھا اور پریشان بھی۔ خوش اس لئے کہ مجھے اس اہم پوزیشن پر کھیلنے اور تیز سکور کرنے کا اہل سمجھا گیا تھا اور پریشانی یہ کہ کہیں ناکامی کی صورت میں یہ میرے کیریئر کا آخری میچ نہ ثابت ہو۔

مخالف ٹیم سری لنکا تھی جو ان دنوں بہترین پرفارمنس کا مظاہرہ کر رہی تھی اور اسے عالمی چیمپئن بنے ہوئے بھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ اس ٹیم میں جے سوریا جیسے کھلاڑی نے تہلکہ مچایا ہوا تھا۔

رات کے کسی پہر آنکھ لگی تو خواب میں دیکھا کہ دھواں دھار بیٹنگ کر رہا ہوں اور مقابل کھلاڑیوں کے چہرے اترے ہوئے ہیں۔ اچانک آنکھ کھل گئی یوں لگا کہ فجر کا وقت ہو گیا ہے۔

فوراً وضو کیا اور نماز کیلئے مصلے پر جا کھڑا ہوا مگر نماز سے فارغ ہو کر پتہ چلا کہ ابھی تو رات کے صرف دو بجے تھے۔

غرض اس رات میری عجیب حالت تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں؟ میں اپنی قومی کرکٹ ٹیم میں سلیکشن اور کینیا آمد کے متعلق سوچنے لگا کہ میں تو پاکستان انڈر 19 ٹیم کیلئے ویسٹ انڈیز میں کھیل رہا تھا کہ غیر متوقع طور پر مجھے یہاں طلب کر لیا گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ لیگ سپنر مشتاق احمد ان فٹ ہو گئے تھے اور ان کے متبادل کی ضرورت تھی۔ میں دورۂ ویسٹ انڈیز میں 16 وکٹیں اڑا چکا تھا اور اب مجھے یقینی طور پر لیگ اسپنر مشتاق کی کمی پوری کرنا تھی لہٰذا طویل سفر طے کر کے پہلے پاکستان آیا اور پھر اگلی پرواز سے کینیا کیلئے روانہ ہو گیا۔ یہاں نیٹ پریکٹس کے دوران کپتان سعید انور نے میری جارحانہ بلے بازی کا مشاہدہ کیا اور پھر ساتھیوں سے صلاح مشورہ کے بعد مجھے یہ مژدہ سنا دیا کہ اگلی صبح مجھے کیا کرنا ہوگا؟

میچ کا آغاز ہوا تو کپتان سعید انور اور سلیم الٰہی نے اننگز اوپن کی۔ اس کے بعد میرا نمبر تھا۔ میں ڈریسنگ روم میں پیڈز پہنے بیٹھا تھا اور ساتھ ہی ساتھ یہ دعائیں بھی کر رہا تھا کہ یا اللہ اوپننگ پیئر جلد آؤٹ نہ ہوتا کہ مجھے ذرا کم دباؤ میں کھیلنے کا موقع ملے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا کرم کیا اور جب میں نے کریز سنبھالی تو 10.2 اوور کا کھیل ہو چکا تھا۔ یہاں آپ کو ایک دلچسپ بات بھی بتاتا چلوں کہ جس بیٹ سے میں نے یہ ریکارڈ ساز اننگز کھیلی وہ میرا نہیں بلکہ ماسٹر بیٹسمین سچن ٹنڈولکر کا تھا۔ میرے پاس یہ بیٹ اس طرح آیا کہ ٹنڈولکر نے اسے وقار یونس کو دیا ہوا تھا۔ بیٹنگ سے قبل وقار یونس نے مجھ سے کہا کہ تمہیں آج اس بیٹ سے کھیلنا چاہیے' یہ بہت اچھا بیٹ ہے۔

یہ بیٹ مجھے بھی کافی پسند آیا کیونکہ دیکھنے میں بہترین اور کافی کھلا ہوا تھا۔ اب تمام نظریں مجھ پر تھیں۔ اکثر کو تو مجھ سے کچھ زیادہ توقعات نہیں تھیں کہ یہ نوآموز ہے' یہ کیا کرے گا؟ مگر یہ حقیقت ہے کہ 1996 کے اسپورٹس کیلنڈر کا کوئی بھی یونٹ اس تاریخ ساز واقعہ کی برابری کا

دعویٰ نہیں کرسکتا جو 4 اکتوبر 1996 کو نیروبی کینیا میں رونما ہوا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس وقت مجھے کیا ہوا تھا۔ یہ اللہ کا خاص کرم تھا کہ میں نے اسٹروکس کھیلنا شروع کیے تو سٹیڈیم پر سناٹا چھا گیا اور سب کے منہ لٹک گئے۔ کینیا میں پاکستانیوں کا ایک چھوٹا سا گروہ تھا جو خوشی سے نعرے لگاتا ہوا سبز ہلالی پرچم لہرا رہا تھا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ بہت سوں کو تو ابھی مجھ نوعمر بلے باز کا نام بھی صحیح معلوم نہیں تھا۔ مگر اس وقت سری لنکا کے نیروبی میں بیٹھے تماشائی بھی حیران تھے کیونکہ انہوں نے پہلے اپنی ٹیم کے سٹار بولروں کو ایک کھلنڈرے سے کرکٹر سے اس طرح پٹتے نہیں دیکھا تھا۔ اس دوران ہر چیز پر غالب ہر طرف بکھری ہوئی حیرانگی تھی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ہنسیں، روئیں، اپنے بولروں کو لعنت ملامت کریں یا سٹیڈیم سے باہر بھاگ جائیں۔

یہ ان کے لئے مرگ حیرت نہیں تھی تو اور کیا تھا کہ 18 گیندوں پر نصف سنچری کرنے والا مجھ ایسا نوجوان بلے باز ایک گیند کے فرق سے جے سوریا کی تیز ترین ففٹی (17 گیندوں پر) کا عالمی ریکارڈ تو نہ توڑ سکا مگر 37 گیندوں پر سنچری سکور کرکے ایک نئے ورلڈ ریکارڈ کا مالک ضرور بن گیا۔ یہ ایک روزہ کرکٹ میں سب سے کم عمری میں بنائی جانے والی سنچری بھی تھی۔ اس سے پہلے سلیم الٰہی نے 29 ستمبر 1995ء کو گوجرانوالہ میں سری لنکا کے ہی خلاف 18 سال اور 53 دن کی عمر میں سو رنز کیے تھے جبکہ میں نے یہی کارنامہ (ایک سال اور 98 دن کے فرق سے) صرف 16 سال اور 217 دن کی عمر میں سرانجام دے ڈالا تھا۔ اس اننگز میں گیارہ طوفانی چھکے بھی شامل تھے۔ اہل پاکستان کیلئے ایک اور فخر کی بات یہ تھی کہ اس سال 167 دن پہلے جب جے سوریا نے صرف 48 گیندوں پر سنچری سکور کی تھی تو اکثریت کا خیال تھا کہ اس ریکارڈ کو ایک عرصہ تک نہ توڑا جا سکے گا مگر میں نے سری لنکا کے خلاف ہی اس تاثر کو فلک بوس شاٹس سے چکنا چور کر دیا۔ ویسے بھی ایک دن میں کرکٹ کے ریکارڈز کو تہس نہس کرنا کوئی آسان کام نہیں اور وہ بھی صرف ایک سنچری کے دوران مگر یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے یہ اعزاز حاصل ہوا۔

اس روز سری لنکن بولروں کو کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ وہ کہاں جائے پناہ تلاش کریں۔ ہر بولر کی خواہش تھی کہ کاش کپتان اسے بولنگ کیلئے نہ بلائے مگر پھر بھی جے سوریا کی شامت آ ہی گئی۔ ایک اوور میں 28 رنز کروا کے جے سوریا ون ڈے کرکٹ کے دوسرے سب سے مہنگے بولر بن گئے۔ میں نے اپنی اس زوردار اننگز میں صرف 40 گیندوں پر گیارہ چھکوں اور چھ چوکوں کی مدد سے 102 رنز بنائے تھے۔ جبکہ سنچری 37 گیندوں میں مکمل کی۔ اگر میری اس اننگز کا تجزیہ کیا جائے تو 102 رنز کی اننگز کے دوران 13 گیندیں خالی جانے دیں یعنی ان پر کوئی سکور نہیں لیا۔ 8 گیندوں پر سنگل رنز' دو گیندوں پر ڈبل' چھ گیندوں پر چوکے اور گیارہ پر چھکے لگائے۔ مجھے اپنی اس اننگز کی پوری تفصیل آج بھی یاد ہے کہ میں نے کون کون سے سری لنکن بولروں کو کتنے کتنے سکور مارے ہیں۔ میں نے جب کریز سنبھالی تو تقریباً ساڑھے دس اوورں کا کھیل ہو چکا تھا۔ گیارہویں اوور میں' میں نے دھرماسینا کی تین گیندیں کھیل کر 7 رنز بنائے۔ 12 ویں اوور میں واس کی چھ گیندوں پر 10 رنز' 13 ویں میں دھرماسینا کی چار گیندوں پر 13 رنز اور 14 ویں اوور میں جے سوریا کی چھ گیندوں پر 28 رنز حاصل کیے۔ 15 ویں اوور میں' میں مرلی دھرن کی کوئی گیند نہ کھیل سکا مگر 16 ویں اوور میں جے سوریا کی پانچ گیندوں پر 15 رنز ضرور بنائے۔ 17 ویں اوور میں مرلی دھرن کی چار گیندوں پر 6 رنز' 18 ویں میں سنجیواڈی سلوا کی تین گیندوں پر 4 رنز' 19 ویں اوور میں مرلی دھرن کی چھ گیندوں پر 17 رنز اور 20 ویں اوور میں سنجیواڈی سلوا کی چار گیندوں پر 2 رنز نے مجھے 102 تک پہنچا دیا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ اننگز ختم کرنے کے بعد گراؤنڈ سے باہر آ کر مجھے علم ہوا کہ میں عالمی ریکارڈ قائم کر چکا ہوں۔ دوسری بدقسمتی یہ رہی کہ میچ کے براہ راست ٹیلی کاسٹ نہ ہونے کے باعث لوگوں کو میرا کارنامہ اس وقت معلوم ہوا جب اس کا ذکر خبرنامے میں کیا گیا۔ اس کے بعد تو گویا دھوم مچ گئی۔ ہر کوئی اس میچ کی ویڈیو کے حصول کا خواہش مند تھا اور پاکستان میں اس کی ریکارڈ سیل ہوئی۔

عمران خان کے بعد پاکستان میں سب سے زیادہ شاہد آفریدی کو مقبولیت ملی۔ پاکستان کو ایک دوسرا خان مل گیا جو عمران خان کی طرح چاکلیٹ بھی تھا۔ راقم نے تیز ترین سنچری کا عالمی ریکارڈ قائم کرنے کے بعد شاہد آفریدی سے گفتگو کی تھی جس کی تفصیلات کا یہاں ذکر کرنا مناسب ہوگا۔ اپنی اس ریکارڈ ساز اننگز کے متعلق شاہد آفریدی آج بھی بڑے پر جوش ہیں۔ وہ کہتے ہیں میں تو خود کو ہمیشہ سے ایک آل راؤنڈر سمجھتا ہوں کیونکہ میرے اندر بولنگ کے ساتھ ساتھ بیٹنگ کی صلاحیتیں بھی ہیں۔ کرکٹر اظہر محمود کی طرح پہلے میچ میں میرا انتخاب بھی بحیثیت بولر ہوا تھا مگر ہم دونوں نے بیٹنگ میں ریکارڈ قائم کیے۔ ویسٹ انڈیز کے دورے کیلئے ٹیم کے سلیکٹر ہارون الرشید نے مجھے کھیلتے دیکھا تو بہت متاثر ہوئے حالانکہ نیٹ پر مجھے بیٹنگ کا موقع نہیں ملا تھا۔

میرا پہلا ٹارگٹ بولنگ میں کامیابی تھا۔ لیگ اسپنر کی حیثیت سے شوٹر میرا ہتھیار ہے یعنی میں قدرے تیز لیگ بریک پھینکتا ہوں مگر میں بڑی آسانی کے ساتھ فلپر اور گگلی بھی کر لیتا ہوں۔ ایک لیگ اسپنر میں یہ خوبیاں بہت ضروری ہیں۔ اگر کوئی کمی ہے تو صرف اتنی کہ انٹرنیشنل کرکٹ میں میرا تجربہ ابھی کم ہے۔

میری خوش قسمتی دیکھیں کہ میں نے عبدالقادر اور مشتاق احمد کو بولنگ کرتے دیکھ کر ان جیسا بننے کی خواہش کی اور کیریئر میں پہلا موقع مشتاق احمد کے متبادل کے طور پر ہی ملا۔ اس وقت وضو کرنے گیا تھا کہ مجھے پاکستانی ٹیم میں شامل ہونے کی اطلاع ملی۔ ہارون الرشید صاحب جو اس دورے میں ہمارے مینجر تھے نے بتایا کہ مجھے قومی ٹیم میں شامل کرلیا گیا ہے۔ یہ سن کر ایک لمحہ کیلئے تو میں حیران ہی رہ گیا اور دوسرے لمحے میں خوشی سے چھلانگیں لگا رہا تھا۔ مجھے بالکل یقین نہیں آ رہا تھا کہ مجھے پاکستانی ٹیم میں شامل کرلیا گیا ہے۔ یہ اعتماد تو تھا کہ کسی نہ کسی وقت پاکستان کیلئے کھیل سکتا ہوں مگر اتنی جلد موقع مل جائے گا یہ تو میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ البتہ مجھے یہ یقین ضرور تھا کہ اگر مشتاق احمد کے بعد کوئی لیگ اسپنر ہے تو وہ میں ہی ہوں۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ سلیکٹرز مجھ پر اعتماد کر رہے تھے۔

کینیا بلائے جانے اور قومی ٹیم کیلئے پہلی مرتبہ کھیلتے ہوئے دباؤ تو بہر حال تھا مگر میں اپنا دل بڑا کر کے گیا تھا۔ بین الاقوامی سطح پر اپنے ملک کی نمائندگی کرنا آسان کام نہیں۔ آپ سے بہت زیادہ توقعات ہوتی ہیں اور مقابلہ بھی ایک نہیں بلکہ کئی کھلاڑیوں سے ہوتا ہے۔ خوش قسمتی یہ رہی کہ میں کافی دنوں سے مسلسل کرکٹ کھیل رہا تھا اور ویسٹ انڈیز کے دورے پر ہمیں بہت اچھی پریکٹس مل چکی تھی لہٰذا کینیا جا کر مجھے کچھ زیادہ فرق محسوس نہیں ہوا۔

وہاں میری بیٹنگ کی صلاحیت نیٹ پریکٹس کے دوران سامنے آئی۔ اس کے علاوہ ہمارے کپتان سعید انور مجھے ولز کپ کے ایک میچ میں بیٹنگ کرتا دیکھ چکے تھے۔ اس اننگز میں' میں نے اے ڈی بی پی کے خلاف 49 رنز بنائے تھے۔ نیٹ پر وسیم اکرم کے سامنے بیٹنگ کی تو وہ بھی میری صلاحیت کے باعث خاصے حیران ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے شاباش دیتے ہوئے تلقین کی تھی کہ تمہیں ہر حال میں اپنی اہلیت ثابت کرنی ہے۔ اس دوران مجھے اندازہ تو ہو چکا تھا کہ مجھے کسی خاص نمبر پر بیٹنگ کیلئے بھیجنے کا سوچا جا رہا ہے مگر ابھی فیصلہ نہیں ہوا تھا۔

کپتان کے سامنے سب سے اہم ٹارگٹ اس میچ میں اوسط کو بڑھانا تھا کیونکہ اسی صورت میں پاکستانی ٹیم فائنل میں پہنچ سکتی تھی اور خوشی اس بات کی ہے کہ میرے تیز کھیلنے کے باعث پاکستانی ٹیم آخری مرحلے میں پہنچ گئی۔ گو ہم وہ ٹورنامنٹ تو نہ جیت سکے لیکن میری پرفارمنس کو ہر ایک نے سراہا۔

اس وقت سے لوگ مجھ سے تیز کھیلنے کی فرمائش کرتے ہیں۔ اس اننگز کے دوران بھی میں درمیان میں تھوڑا رک گیا تھا کیونکہ شروع میں اسٹروکس ٹھیک ٹھاک لگنا شروع ہو گئے تھے۔ بیٹنگ کیلئے جاتے وقت مجھے صرف اتنا معلوم تھا کہ میں اوسط بہتر کرنے جا رہا ہوں کیونکہ مجھے یہی کہا گیا تھا لیکن کافی دیر کھیلنے کے بعد بھی مجھے علم نہ ہوا کہ میں کیا کارنامہ سرانجام دے چکا ہوں۔ آؤٹ ہو کر باہر آیا تو وقار یونس اور دوسرے کھلاڑیوں نے مبارکباد دی۔ ظاہر ہے کہ مجھے خوشی بھی اور اطمینان بھی تھا کہ میں نے ایک عالمی ریکارڈ بنایا اور میری اس اننگز سے پاکستان کو فتح حاصل

ا نے اور فائنل میں کھیلنے کا موقع ملا۔ مجھ سے ٹنڈولکر کے بیٹ سے کھیلنے کے متعلق بھی کئی مرتبہ وال کیا گیا اور یہ درست بھی ہے۔ لیکن ٹنڈولکر نے یہ بیٹ وقار یونس کو دیا تھا کہ مجھے ایسے بلے یالکوٹ سے بنوا کر دیں۔ انہوں نے مجھے آفر کردی کہ اسے آزماؤ۔

بیٹنگ میں عالمی ریکارڈ قائم کرنے کے بعد بولنگ میں بھی ایک کارنامہ میرے ہاتھ آ رہا تھا جب جنوبی افریقہ کے خلاف میچ میں' میں نے دو گیندوں پر دو وکٹیں حاصل کرلی تھیں مگر پھر میری ہیٹ ٹرک رہ گئی۔

میری پاکستان کرکٹ ٹیم میں شمولیت سے ایک اور خان کا اضافہ ہوا۔ مجھ سے پہلے سعد اللہ خان' ذاکر خان' محسن خان' معین خان' کبیر خان' ارشد خان' تیمور خان' عمران خان' ماجد خان پاکستان کی جانب سے کھیلنے کا اعزاز حاصل کر چکے ہیں۔ میں بھی پرامید ہوں کہ ابھی مجھے اور بہت سے کارنامے سرانجام دینا ہیں۔ خصوصاً خانوں کی شان عمران خان تو ہمیشہ سے میرے آئیڈیل ہیں اور میں ان کی سی شہرت کا خواہشمند ہوں۔

# پہاڑوں کا شہزادہ

شاہد آفریدی کو پہاڑوں کا شہزادہ کہا جاتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ اس اعزاز کا حقدار ہے کیونکہ پہاڑوں کے دامن میں جنم لینے والے اس بچے نے نہ صرف یہ کہ دنیا بھر میں اپنا آپ منوایا ہے بلکہ دیکھنے میں بھی کسی شہزادے سے کم نہیں۔ یکم مارچ 1980ء کو دوپہر ڈھائی بجے جب صاحبزادہ فضل الرحمان آفریدی کے ہاں پانچویں بچے کی پیدائش ہوئی تو ہر طرف مبارک سلامت کا شور مچ گیا۔ دایہ اس خوبصورت اور صحت مند بچے کو دیکھ کر واری صدقے جاتی تھی۔ اس وقت یقیناً کسی کے خواب وخیال میں بھی نہیں ہوگا کہ آئندہ یہی معصوم بچہ پورے خاندان کی پہچان بن جائے گا۔

صاحبزادہ فضل الرحمان نے تیسرے بیٹے (شاہد آفریدی سے پہلے طارق خان آفریدی، اقبال خان آفریدی اور دو بیٹیاں اس خاندان میں جنم لے چکی تھیں) کی پیدائش کا سنا تو سجدہ شکر بجالائے اور روایات کے مطابق فائرنگ اور بکرے ذبح کرنے کا کہا۔ قرآن خوانی کا بھی اہتمام کیا گیا۔ دس پونڈ کا شاہد آفریدی تو اپنی انگلی منہ میں ڈالے مسکرا رہا تھا۔ بزرگوں کے مطابق ان کی شکل اپنے چچا میجر صاحبزادہ فضل اکرم سے بہت مشابہہ تھی اور دادا صاحبزادہ عبدالباقی تو بہت ہی خوش تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے فضل الرحمان سے کہا کہ نومولود کے کان میں اذان دو لہٰذا جلد یہ فریضہ بھی سرانجام دے دیا گیا۔

پیدائش کے بعد سب سے پہلے شاہد کو اس کی دادی نے دیکھا اور نام چچا نے رکھا، جن کا انتقال ہو چکا ہے۔ شاہد آفریدی شروع سے خوش رہنے والا بچہ تھا اور تقریباً سب ہی اس کے بہت

لاڈ اٹھاتے تھے۔ چھٹے مہینے میں بیٹھنا اور بارہویں مہینے میں چلنا شروع کر دیا۔ ننھے شاہد آفریدی کو ادھر ادھر بھاگتے دیکھ کر سب کے چہرے کھل جاتے تھے اور خواہش کرتے کہ وہ اب بولنے بھی لگے۔ شاہد نے سب سے پہلی مرتبہ اپنی توتلی زبان سے امی پکارا تو وہ نہال ہو گئیں۔ دو بڑے بھائیوں کی موجودگی میں بھی یہ بچہ ہر ایک کی آنکھوں کا تارا تھا۔ سرخ و سفید رنگت' شرارتی آنکھیں اور مسکراتا چہرہ یہ تھا بچپن کا شاہد آفریدی۔

شروع سے صفائی پسند ہے مگر ہر وہ کھیل بھی کھیلا جس میں ہاتھ پاؤں اور کپڑے گندے ہو جاتے ہیں۔ کرکٹ اور گلی ڈنڈا تو اسے بہت زیادہ پسند تھا اور سب سے پہلے اسلحہ بندوق چلانا سیکھی۔ والد صاحب اس کے کرکٹ کے شوق کے ہاتھوں بہت تنگ تھے اور ان کی خواہش تھی کہ شاہد آفریدی کو کاروبار میں لائیں مگر وہ تو کسی اور ہی راہ کا مسافر تھا۔ اگر فیملی وہیں تیراہ میدان خیبر ایجنسی میں رہتی تو شاید' شاہد آفریدی بہترین شکاری ہوتا مگر کراچی منتقل ہونے سے اس کا رجحان کرکٹ کی طرف ہوتا چلا گیا۔ خیبر ایجنسی میں نہ تو کرکٹ کا رجحان تھا اور نہ کوئی اس کے متعلق زیادہ جانتا تھا۔ کراچی میں اس کی صلاحیتیں صحیح معنوں میں کھل کر سامنے آئیں۔

آج شاہد آفریدی ایک بیٹی کے باپ ہیں اور بچوں کے حوالے سے وہ تین کی خواہش رکھتے ہیں جبکہ وہ خود دس بہن بھائی ہیں۔ صاحبزادہ فضل الرحمان کی بھی پہلی اولاد بیٹی تھی۔ ان کی شادی ہوئے کافی عرصہ ہو چکا ہے اور آج کل وہ کوہاٹ میں اپنے شوہر اور بچوں کے ہمراہ رہتی ہیں۔ بہن کی شادی کے وقت شاہد آفریدی بہت چھوٹے تھے مگر ان سے پیار بہت کرتے ہیں۔ اگر کبھی پشاور میں میچ کھیل رہے ہوں اور تھوڑا سا بھی وقت مل جائے تو اپنی بہن اور بھانجوں بھانجیوں سے ملنے کو بھاگتے ہیں۔ شاہد کی سب سے بڑی بہن کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔

دوسرے نمبر پر طارق خان آفریدی آتے ہیں جن کی شادی کو چودہ پندرہ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ان کے دو بچے (ایک بیٹا' ایک بیٹی) ہیں اور شادی کوہاٹ گاؤں میں چچا زاد سے ہوئی۔ شاہد آفریدی نے اس شادی میں شرکت کی اور اس تقریب کو بہت انجوائے بھی کیا تھا۔

طارق خان آفریدی الیکٹریکل انجینئر ہیں مگر انہوں نے اس فیلڈ کونہیں اپنایا بلکہ والد کے ساتھ کاروبار سنبھال لیا۔ شاہد آفریدی کے تمام معمالات کی بھی وہی نگرانی کرتے ہیں۔

تیسرے نمبر پر اقبال خان آفریدی کی شادی بھی اپنے چچا کے گھر ہوئی۔ خاندان میں شادی کرنے کے حوالے سے شاہد آفریدی کے بزرگوں کا کہنا ہے کہ قریب والے سے شادی کرنے کا یہ فائدہ ہے کہ ایک تو آپ انہیں پہلے سے جانتے ہوگے' دوسرا کبھی برا وقت آئے تو اکٹھے بیٹھ کر پیاز روٹی پر بھی گزارہ کیا جا سکتا ہے۔ اپنے مشکل میں تنہا بھی نہیں چھوڑتے' شاہد بھی اسی سوچ کے حمایتی ہیں۔

اقبال خان آفریدی کی شادی میں شاہد شریک نہ ہو سکے تھے کیونکہ یہ بھی کوہاٹ گاؤں میں ہوئی اور اس کے ان دنوں کراچی میں انڈر 14 کے سیمی فائنل اور فائنل ہو رہے تھے۔ تمام گھر والے گاؤں گئے مگر شاہد اکیلا کراچی میں رہا۔ اقبال خان آفریدی یوں تو ہنس مکھ اور خاموش طبیعت ہیں مگر جب غصہ آتا ہے تو پھر بھرپور طریقے سے نکلتا بھی ہے۔ ان کی تعلیم انٹرمیڈیٹ اور ان دنوں ان کے پاس منرل واٹر' پیپسی اور سوپ کی ایجنسی ہے۔ اقبال کی شادی طارق سے کافی عرصہ بعد ہوئی۔ اب ان کے تین بچے (دو بیٹیاں' ایک بیٹا) ہیں۔ تمام بھائیوں کے بچے پڑھ رہے ہیں اور وہ کراچی میں ہی رہتے ہیں۔ اقبال خان آفریدی کی عمر تقریباً 29 سال ہے۔ ان کے بعد ایک بہن ہے جن کی شادی کو دو سال ہو گئے مگر ان کی ابھی کوئی اولاد نہیں۔

پانچواں نمبر 22 سالہ شاہد آفریدی کا ہے جو 2000 میں دلہا بنے اور ان کی ایک بیٹی اقصیٰ ہے۔

شاہد کے بعد مشتاق خان آفریدی ہے جسکی عمر تقریباً 20 سال ہے۔ انہیں کرکٹ اور ماڈلنگ دونوں کا شوق ہے اور شکل وصورت بھی اچھی پائی ہے بلکہ لوگوں کا کہنا ہے کہ شاہد آفریدی سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے وہ اپنے دوستوں کے ساتھ سیر کیلئے مری گیا تو وہاں ایک گاڑی نے انہیں اوورٹیک کیا اور بچوں نے اس میں سے اترتے ہی ساتھ تصویر کھنچوانے اور

آٹو گراف کی فرمائش کر دی۔ مشتاق خان آفریدی حیران تھا کہ مجھ سے آٹو گراف کیوں؟ بچوں نے سوال کیا آپ شاہد آفریدی نہیں؟ تو مشتاق مسکرا دیا کہ نہیں میں تو ان کا چھوٹا بھائی ہوں۔ مشتاق احمد گریجویشن کر رہا ہے' کے ای ایس سی کی طرف سے کرکٹ کھیلتا ہے۔ وہ گریڈ II اور انڈر 19 بھی کھیل چکا ہے مگر شاہد آفریدی اسے تعلیم کو اولین ترجیح بنانے کی نصیحت کرتے ہیں۔

شاہد نے بتایا کہ مشتاق میں بہت ٹمپرامنٹ اور رک کر کھیلنے والا بیٹسمین ہے۔ میری طرح ہٹر نہیں مگر اس کی فیلڈنگ کچھ کمزور ہے' البتہ بولنگ میں قدرے بہتر ہے۔ آج کل پاکستان کرکٹ ٹیم میں آنا آسان نہیں' اس کیلئے لڑکے دن رات محنت کرتے ہیں' مشتاق میں وہ جذبہ نظر نہیں آتا۔ میں نے اسے کہا ہے کہ ایک ڈیڑھ سال تک انجوائے کر لو اس کے بعد اپنی سٹڈیز مکمل کرنے کیلئے انگلینڈ جاؤ۔ ماڈلنگ کی فیلڈ مجھے پسند نہیں' ہم تو کرکٹر ہونے کی وجہ سے مجبوراً ماڈلنگ کرتے ہیں لیکن صرف ماڈلنگ کو ذریعہ روزگار نہیں بنایا جا سکتا۔

مشتاق خان آفریدی کے بعد ایک بہن ہیں جو قرآن پاک حفظ اور ساتھ ساتھ تعلیم بھی حاصل کر رہی ہیں۔

ان سے چھوٹا اشفاق خان آفریدی ہے وہ بھی اچھا کرکٹر ہے مگر دھوپ میں کرکٹ کھیلنے سے اس کی جان جاتی ہے کہ رنگ وروپ خراب ہو جائے گا۔ کبھی کبھار جب گلی میں دوستوں کے ساتھ کرکٹ کھیل رہا ہو تو اس کو آؤٹ کرنا مشکل ہوتا ہے مگر اس میں کرکٹ کا زیادہ شوق نہیں البتہ نیچرل ٹیلنٹ ہے۔ شاہد آفریدی کا میچ دیکھنے سٹیڈیم بھی چلا جاتا ہے ورنہ ٹی وی پر تو سب گھر والے باقاعدگی سے دیکھتے ہیں۔ اشفاق خان کمپیوٹر میں بہت دلچسپی رکھتا ہے مگر سکول میں کوئی بہت ذہین طالب علم نہیں رکھتے ہیں۔ شاہد آفریدی اسے کمپیوٹر کی تعلیم میں ہی آگے لے جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

بھائیوں میں سب سے چھوٹا شعیب خان آفریدی ہے جو کہ ثقلین مشتاق کا بہت اچھا دوست ہے۔ بہت شرارتی اور ہر وقت گھر میں اودھم مچائے رکھتا ہے۔ اشفاق 17' مشتاق 20 اور

شعیب 13 سال کا ہوگا۔شاہد آفریدی اپنے اس بھائی سے بہت پیار کرتے ہیں۔والدہ کی وفات کے بعد تو اس بچے کو اور بھی زیادہ محبت کی ضرورت ہے۔شاہد نے گھر میں سب سے کہا ہوا ہے کہ شعیب کو کچھ نہیں کہنا کیونکہ وہ سب کا لاڈلا ہے اور بچپن میں ایک دفعہ موت کے منہ میں جاتے جاتے بچا تھا۔

سب سے چھوٹی بہن ہے جو قرآن پاک حفظ کر رہی ہے۔یوں یہ گھرانہ اکٹھا اور پیار محبت سے رہتا ہے۔شاہد اسے ہمیشہ یوں ہی متحد دیکھنا چاہتا ہے اور اس کا کہنا ہے کہ اب ہم اور جگہ خرید کر گھر کو بڑا کر رہے ہیں تا کہ سب کی رہائش ایک ساتھ ہو اور کبھی ہم ایک دوسرے سے الگ ہونے کا نہ سوچیں۔

# آفریدی کون؟

شاہد خان آفریدی..... چند سال پہلے تک یہ ایک گمنام لڑکا تھا جو نت نئی شرارتوں اور کرکٹ کھیلنے میں مگن رہتا۔ اس نے تو کبھی سوچا بھی نہیں ہو گا کہ اتنی جلدی قومی کرکٹ ٹیم تک رسائی حاصل کر لے گا کیونکہ اس سے پہلے خاندان میں کوئی اور اس مقام تک نہیں پہنچا تھا۔ آج شاہد آفریدی کو چاہنے والوں کا حلقہ پاکستان تک محدود نہیں رہا بلکہ دنیا بھر میں جہاں جہاں کرکٹ کھیلی جاتی ہے اس کے پرستار موجود ہیں۔ وہ بیٹنگ' بولنگ اور فیلڈنگ تینوں میں مہارت رکھتا ہے اور لمبے قد کی وجہ سے ڈائیو لگا کر گیند کو پکڑنے کا اس کا انداز تو بہت ہی دلکش ہوتا ہے۔ دوران فیلڈنگ بھی آفریدی کبھی سست نہیں پڑتا۔ وکٹوں پر اس کا تھرو تو اتنا سیدھا اور تیز ہوتا ہے کہ جیسے بچپن میں اخروٹ کھیلتا رہا ہو۔

شاہد آفریدی نے اس شعبے کو بھی گلیمر دیا ہے اور اپنے خاندان کے نام کو بھی آگے بڑھایا ہے۔ بلاشبہ دنیائے کرکٹ میں شاہد کی آمد اور شہرت سے اس کے آفریدی قبیلے کا وقار بڑھا ہے۔

آفریدیوں کے تمام قبائل میں نامور شخصیات مولانا محمد الیاس (پیر آف بھوٹان شریف)' صاحبزادہ عبدالباقی (پیر آف بھوٹان شریف)' نواب زمان خان آفریدی' نواب یار محمد خان آفریدی اور عجب خان آفریدی ہیں۔ اصل آفریدی آٹھ اقوام پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگوں کا ذریعہ معاش جنگلات سے منسلک تھا اور وہ حکومت پاکستان کے ہر شعبے' خاص کر فوج میں ملازم تھے۔ صرف قبائلی آفریدی ہی اصل آفریدی ہیں۔ آفریدیوں کا خاندان بہت بڑا ہے اور یہ قبائلی علاقہ تیراہ کے علاوہ پشاور' کوہاٹ کراچی اور اسلام آباد میں بھی مقیم ہیں۔

شاہد آفریدی کا آبائی علاقہ تیراہ میدان خیبر ایجنسی ہے جو کہ مغرب کی طرف واقع ہے جبکہ قوم آفریدی قمبر خیل ہے۔ گاؤں کا نام بھوٹان شریف ہے۔ چونکہ ان کا سلسلہ پیری طریقت چلا آ رہا ہے اسی لیے بھوٹان شریف ان کے خاندان سے منسوب ہے۔ یہ علاقہ تیراہ بہت خوبصورت' پہاڑی اور 25 ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ وہاں کے لوگ جنگلات' زمینداری اور ملازمت پیشہ ہیں۔ اکثر لوگوں کا روزگار تجارت ہے۔

شاہد آفریدی کے پردادا مولانا محمد الیاس بڑے ولی اللہ اور مذہبی راہنما تھے۔ علاقے کی سرداری بھی انہی کے پاس تھی اسی لیے چار شادیاں کیں کہ ایک عورت گھر میں اتنے مہمانوں کے قیام وطعام کا انتظام نہیں سنبھال سکتی تھی۔ پٹھان قوم ویسے ہی مہمان نواز مشہور ہے' وہاں کوئی چلا جائے تو کھائے پیئے بغیر کبھی واپس نہیں آنے دیتے اور دور سے آیا ہوا مسافر ہو تو پھر سونے کا انتظام بھی ضرور کیا جاتا ہے۔

آفریدی قوم کے لیڈر اور مشہور سیاسی شخصیت صاحبزادہ عبدالباقی (پیر آف بھوٹان شریف) شاہد آفریدی کے دادا تھے۔ انہوں نے پیدل چل کر حج کیا اور ان کی قوم کا یہ اعزاز ہے کہ جدوجہد آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور نمایاں کردار ادا کیا۔

انگریز آفریدیوں کو بہت مانتے تھے۔ صاحبزادہ عبدالباقی بھی بہت بڑے سردار اور جرگہ میں بیٹھ کر فیصلے کرنے والے تھے۔ انہوں نے کئی جنگیں لڑیں اور متعدد خواتین کو جو ہندوؤں سے خوفزدہ ہو کر پہاڑوں میں چھپ گئی تھیں' پاکستان لائے اور یہاں ان کو مسلمان کر کے شادیاں بھی کیں۔ انہوں نے وہاں سے بہت سا اسلحہ بھی پکڑا جو آج بھی اس قبیلے کے پاس ہے۔

شاہد آفریدی کا کہنا ہے کہ ہم پرانے والے آفریدی ہیں جبکہ اب کچھ نئے آفریدی بھی اس قبیلے میں آ گئے ہیں' ان میں گو زیادہ فرق تو نہیں ہے مگر وہ بعد میں اسلام قبول کر کے آئے ہیں اور انہوں نے اپنے آپ کو اس قبیلے میں ضم کیا ہے۔ مثال کے طور پر ہمارے خاندانوں میں کچھ افغانستان سے بھی آئے تھے' انہیں یہ قبیلہ اور قوم اتنی پسند آئی کہ اس میں شامل ہو گئے۔ ہمارے

قبیلے میں مذہب کی طرف رجحان بہت زیادہ ہے۔

میرے والد صاحبزادہ فضل الرحمٰن 1981ء میں کراچی آئے اور حالات کا جائزہ لے کر سال بعد اپنے بچوں کو بھی لے آئے۔ میرے پانچ چچا اور پانچ پھوپھیاں ہیں۔ اکثر اخبارات و جرائد میں یہ بات شائع ہوتی رہی ہے کہ شاہد آفریدی کوہاٹ میں پیدا ہوا مگر حقیقت یہ ہے کہ میری پیدائش قبائلی علاقے تیراہ میں ہوئی۔

# میرے بچپن کے دن

میرے بچپن کے دن...... کتنے اچھے تھے وہ دن'یونہی بیٹھے بٹھائے کیوں یاد آ گئے؟

اس نغمے کے بول سن کر شاید ہی کوئی ایسی شخصیت ہوگی جو اپنے بچپن کی حسین یادوں کی بھول بھلیوں میں نہ کھو جاتی ہو۔ یہ دور بھلائے نہیں بھولتا' اس دوران جہاں کچھ باتیں طبیعت پر گراں گزرتی ہیں وہاں بہت ساری باتوں کا نشہ تمام عمر ذہن پر چھایا رہتا ہے۔ صبح سویرے اٹھ کر سکول جانا' ہوم ورک نہ کرنے پر اساتذہ سے مار کا خوف' شام کو ٹیوشن اور رات کو جلدی سو جانے کا حکم بچے کو ناگوار گزرتا ہے لیکن بے فکری' منہ مانگا جیب خرچ اور ہر خواہش کی تکمیل خوش کن تصور بھی ہوتا ہے۔ دوستوں کے ہمراہ گزارے ہوئے خوشگوار لمحات تو کبھی فراموش نہیں کیے جا سکتے۔

نٹ کھٹ شاہد آفریدی کا بچپن بھی نت نئی شرارتوں سے بھرپور گزرا ہے۔ کوئی شرارت یا عجیب و غریب سوچ اس کی دسترس سے باہر نہیں رہی ہوگی۔ آج بھی جب وہ اپنے بچپن پر نظر ڈالتا ہے تو بے ساختہ مسکراہٹ اس کے چہرے پر پھیل جاتی ہے۔ شاہد آفریدی کی پیشہ وارانہ زندگی تو سب کے سامنے ہے لیکن زیر نظر سطور میں انہوں نے ذاتی زندگی اور ماضی کے دلچسپ گوشوں سے بھی پردہ کشائی کی ہے۔

چھپن چھپائی ایک دلچسپ کھیل ہے جسے شاید ہی کسی بچے نے اپنے ساتھیوں یا بہن بھائیوں کے ہمراہ نہ کھیلا ہو۔ اس کھیل میں ہر کوئی چاہتا ہے کہ ایسی جگہ پر چھپ جائے جہاں اسے کوئی ڈھونڈ نہ پائے۔ بلکہ تلاش کرنے والا آوازیں دے کر اپنی شکست اور چھپنے والا سامنے آ کر اپنی فتح کا اعلان کرے۔ میں نے بھی اس کھیل کا بھرپور لطف اٹھایا لیکن ایک مرتبہ مجھے اس

بہادری کے باعث لینے کے دینے پڑ گئے تھے جب میں کھیل کے دوران دوستوں سے چھپتا چھپاتا ایک گھر میں داخل ہو کر درخت کے پیچھے چھپ گیا۔ میں خوش تھا کہ یہ ایک محفوظ جگہ ہے جہاں کوئی مجھے ڈھونڈ نہیں پائے گا مگر ابھی مجھے چھپے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ میرے کانوں کے پردوں سے چور چور کی صدا ٹکرائی۔ اس آواز نے تو میرے ہوش اڑا دیئے۔ ایسا تو میں نے بالکل بھی نہیں سوچا تھا کہ کھیل کھیل میں چور بن جاؤں گا۔ اب میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں، کیونکہ سارے محلے میں چور چور کی آوازیں گونج رہی تھیں اس وقت مجھے جتنی آیات یاد تھیں، میں نے سب پڑھ ڈالیں اور پھر اچانک میرے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی اور میں بھی چور چور کہتا ہوا اس ہجوم میں شامل ہو گیا۔ کسی کو معلوم ہی نہ ہو سکا کہ کون کس وقت اس گروپ میں شامل ہوا۔ لوگ بھی ادھر ادھر دیکھ کر مطمئن ہو گئے کہ کوئی چور نہیں ہے۔

یہ تو میری بچپن کی شرارتوں میں سے ایک واقعہ ہے۔ مجھے تو یوں کہنا چاہیے کہ میں نے ہر وہ کام کیا جس کے متعلق آج کل کے بچے صرف سوچ سکتے ہیں۔ شرارتوں پر گھر والوں سے مار بھی بہت کھائی مگر وہ شاہد آفریدی ہی کیا جو باز آ جائے۔ میری اسکول لائف بھی کبھی نہیں بھلائی جا سکتی، جب ہر وقت بے فکری اور راحت ہوتی تھی۔ اس زمانے میں بارہ بجے چھٹی اور ساڑھے بارہ بجے گھر واپسی ہوتی تھی۔ پھر دو بجے مدرسے جانا ہوتا لیکن میں اکثر راستے ہی میں ڈراپ ہو کر سیدھا کرکٹ کھیلنے چلا جاتا۔ کبھی کبھی میری اونچی شاٹس لوگوں کے گھروں کے شیشے توڑنے کا سبب بن جاتی تھیں جس کی وجہ سے ابا جان کی ڈانٹ بھی سننا پڑتی۔

دوران تعلیم میں نے ہر کھیل میں حصہ لیا جن میں سے کئی کھیلوں کے تو شاید لوگوں کو نام بھی نہیں آتے ہوں گے۔ میں بہترین ایتھلیٹ تھا، ہائی جمپ، لانگ جمپ، شاٹ پٹ سب میں میری پہلی پوزیشن آتی تھی۔ ابھی تک تمام سرٹیفکیٹ میرے پاس گھر میں محفوظ ہیں۔ کھیلوں کا میں دیوانہ تھا۔ لوڈ شیڈنگ کے دنوں میں چھپن چھپائی کے علاوہ "پٹھو گول گرم" میں بھی میں خاصا تیز تھا۔ گیند سے ٹھیکروں کو نشانہ لگانا اور پلک جھپکنے میں ترتیب دے کر اکٹھے کرنا میرے بائیں ہاتھ کا

کھیل تھا۔

میرا تعلق ایک مذہبی گھرانے سے ہے۔اس لئے مذہبی معاملات میں میری معلومات ٹھیک ہیں۔قرآن پاک میں نے گیارہ بارہ سال کی عمر میں ختم کرلیا تھا۔شروع میں امی جان ہم سب بہن بھائیوں کو پڑھاتی تھیں۔ بعد میں مولانا صاحب گھر آنے لگے۔وہ سبق یاد نہ کرنے پر بہت پٹائی کرتے تھے۔بچپن میں' میں نے ان سے بہت مار کھائی۔ صبح سویرے اٹھنا میرے پسندیدہ کاموں میں سے ایک رہا ہے۔کراچی میں اب بھی صبح جلدی اٹھتا ہوں اور مجھے جگانے کا فریضہ میرے والد صاحب سرانجام دیتے ہیں۔ بیدار ہونے کے بعد سب سے پہلے نماز پڑھتا ہوں'اس کے بعد تلاوت اور پھر ڈرائیو یا پریکٹس کیلئے نکل جاتا ہوں۔بچپن میں مجھے مارننگ واک کا بہت شوق تھا' میں ابو کے ساتھ مسجد میں جا کر نماز پڑھتا۔وہ اس کے بعد گھر آجاتے اور میں دوستوں کے ساتھ باہر نکل جاتا۔ مجھے سونا اچھا لگتا ہے لیکن بہت زیادہ نہیں۔ نیند پوری کرنے کیلئے مجھے تین چار گھنٹوں کی ضرورت ہوتی ہے اور اس میں' میں پوری طرح فریش ہو جاتا ہوں۔

بچپن میں جب مجھے نیند نہیں آتی تھی تو امی کہانیاں سناتیں۔اگر کہانی شہزادی' شہزادہ کے متعلق ہوتی تو آنکھیں بند ہونے کی بجائے اور کھل جاتیں البتہ چڑیلوں کی کہانیوں سے ہمیشہ خوف آیا ہے۔بہر حال ایسی کہانیاں سن کر نیند بہت جلد آجاتی تھی۔ میں بہت کم کہانی ختم ہونے تک جاگتا تھا۔اکثر درمیان میں ہی سو جاتا۔امی ہمیشہ ایسی کہانیوں کا انتخاب کرتیں جن سے اخلاقی سبق ملتا تھا۔مثلاً مدرسے نہ جانے والوں سے اللہ میاں ناراض ہو جاتے ہیں لیکن چونکہ میں ناسمجھ تھا اس لئے اکثر کوتاہیاں ہو جاتی تھیں۔دوسرے بچوں کے برعکس مجھے کارٹون فلمیں بالکل اچھی نہیں لگتیں۔ٹی وی سکرین پر شرارتیں کرنے والے دلچسپ کارٹونوں نے مجھے کبھی متاثر نہیں کیا۔ پہلا تحفہ مجھے ابو کی جانب سے بائیسکل ملی تھی۔ان دنوں نئی نئی بی ایم ایکس سائیکل آئی تھی اور میں نے ابا سے وعدہ لیا تھا کہ جب پانچویں کلاس کا امتحان پاس کروں گا تو وہ مجھے یہ سائیکل لے کر دیں گے۔ بی ایم ایکس سائیکل کے چکر میں میں نے دل لگا کر محنت کی اور نمایاں پوزیشن سے

کلاس میں پاس ہو گیا مگر ابا نے سائیکل نہ دلائی۔ اگلے سال بھی ایسا ہی ہوا اور وعدہ پورا نہ ہو سکا۔ ساتویں کلاس کے امتحان سے پہلے میں نے گھر والوں کو دھمکی دی کہ اس مرتبہ جان بوجھ کر فیل ہو جاؤں گا' اگر سائیکل کا وعدہ پورا نہ کیا تو' یہ دھمکی کام کر گئی اور ابا نے مجھے سائیکل دلوا دی۔ بعد میں انہوں نے مجھے بتایا کہ پہلے سائیکل اس لئے نہیں دلائی گئی تھی کہ میں چھوٹا تھا اور سائیکل سے گر کر مجھے چوٹ لگنے کا خدشہ تھا۔

اسکول کے زمانے میں' میں اسلامیات' مطالعہ پاکستان اور بیالوجی کے مضامین میں بہت تیز تھا اور یہی میرے پسندیدہ سبجیکٹ تھے۔ البتہ ریاضی سے تھوڑی گھبراہٹ ہوتی تھی۔ آٹھویں کلاس میں ریاضی کے پیپر میں فیل ہو گیا تو رونے کی بجائے میں نے صاف کہہ دیا کہ میں نے تو پوری کوشش کی تھی لیکن نامعلوم کیوں پاس نہیں ہوا؟ میری انگریزی کی لکھائی جتنی عمدہ تھی اردو کی اتنی ہی خراب تھی۔ البتہ ڈرائینگ کے لحاظ سے میں آرٹسٹ تھا۔ میری بیالوجی' کمیسٹری اور فزکس کی کاپیاں ہمیشہ صاف ستھری اور نیٹ ہوتی تھیں اور یہ کام میں بہت شوق سے کرتا تھا۔ کئی مرتبہ ہوم ورک نہ کرنے کے باوجود ٹیچرز مجھے اس وجہ سے چھوڑ دیتیں کہ ڈایا گرام تو عمدہ بنائی ہے۔

آٹھویں کلاس تک پڑھائی میں میرا ریکارڈ بہت اچھا رہا لیکن نویں کلاس میں آتے ہی توجہ کا مرکز کرکٹ بن گئی اور میں کھیل میں اتنا مصروف ہوتا گیا کہ تعلیم سے جی بالکل ہٹ گیا۔ سکول میں مجھے کیمسٹری کے پیریڈ کا انتظار رہتا تھا۔ یہ مضمون تو مجھے اتنا پسند نہیں تھا لیکن ٹیچر کی وجہ سے ہم بہت انجوائے کرتے تھے۔ ان کا چہرہ دیکھ کر بے ساختہ ہنسی نکل جاتی تھی۔ گو وہ شلوار قمیض پہنتے تھے مگر آنکھوں پر سیاہ چشمہ اور منہ میں پان ان کی پہچان تھا۔ ان کا نام سر اخلاق تھا۔ اخلاق صاحب کے علاوہ میں نے ایک خاتون ٹیچر سے بہت مار کھائی۔

جس روز سکول میں رزلٹ نکلنا ہوتا' اس دن بڑے اعتماد سے جاتا کہ جو ہوگا دیکھا جائے گا اور خدا کا شکر ہے کہ میں ہمیشہ کامیاب لوٹتا' البتہ عام ٹیسٹوں میں اکثر فیل ہو جاتا تھا۔ ان میں یہ سوچ کر محنت نہیں کرتا تھا کہ کون سے سالانہ پیپر ہیں؟ امتحان میں کامیابی کے بعد دوستوں

کے ساتھ خوب ہلہ گلا کرتے تھے جبکہ فیل ہونے والے لڑکوں کی حوصلہ افزائی کی بجائے ان کے ساتھ چھیڑ خانی کرتے کہ گھر جاؤ گے تو پتہ چلے گا۔

مجھے کبھی کسی ٹیچر نے ٹیوشن پڑھنے پر مجبور نہیں کیا اور میرے ابو بھی ٹیوشن کے سخت خلاف تھے۔ان کا کہنا تھا کہ ابھی سے ایسے سہارے تلاش کرو گے تو آگے بھی مشکل ہوگی۔کوہاٹ میں، میں نے دو تین مہینے تختی لکھی تو بہت اچھا لگا' لکھنے سے زیادہ گاچی لگا کر تختی کو صاف کرنا اور ادھر ادھر حرکت دے کر خشک کرنا من کو بھاتا تھا۔

میں پیدا تو کوہاٹ میں ہوا مگر صرف ایک سال کا تھا کہ ہم لوگ کراچی شفٹ ہو گئے۔ ابتداء میں فیڈرل بی ایریا میں رہے اور اس کے بعد مختلف علاقوں سے ہوتے ہوئے آجکل گلشن اقبال میں رہائش پذیر ہیں۔میری پیدائش کے موقع پر بھی دیگر پٹھان فیملیز کی طرح خاصا اہتمام کیا گیا۔بالکل روایتی انداز میں ایسے خوشیاں منائی گئیں جیسے پشاور یا کوہاٹ میں بچے کی پیدائش پر منائی جاتی ہیں۔یعنی بکرے ذبح کرنے اور روائتی کھانے پکانے کے علاوہ فائرنگ بھی بہت کی جاتی ہے۔ مجھے بھی مختلف قسم کے ہتھیار استعمال کرنا بخوبی آتے ہیں اور ان سے ذرا برابر بھی خوف محسوس نہیں ہوتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ مجھے اسلحہ میں کوئی دلچسپی نہیں ہے کیونکہ اس سے کبھی کسی کا فائدہ نہیں ہوتا۔

ایک مرتبہ میں کرکٹ ٹیم میں اپنے بہترین دوست حسن رضا کو علاقہ غیر یعنی افغانستان کی سرحد پر بھی لے کر گیا ہوں جہاں اس نے میرے ساتھ مل کر خوب فائرنگ کی تھی۔

کھانے پینے کے معاملے میں، میں درویش ہوں' بچپن میں بھی میری کوئی خاص پسندیدہ ڈش نہیں تھی۔جو بھی مل جاتا بغیر کسی نخرے کے کھا پی لیتا تھا۔اب بھی کچھ ایسی ہی صورتحال ہے' البتہ دوسرے لوگوں کی طرح ایک ڈش شوق سے کھاتا ہوں اور وہ ہے چکن بریانی۔اسکول میں ہمیشہ لنچ باکس میں چکن بریانی لے جانا پسند کرتا تھا۔میرا پسندیدہ پھول سرخ گلاب ہے اور باغبانی کا بھی مجھے بہت شوق ہے جو مجھے امی جان کی طرف سے ملا ہے۔ہمارے گھر میں بے شمار گملے امی

کے شوق کی بدولت ہیں۔ انہیں بہت زیادہ پودوں کے نام آتے تھے جبکہ میں بہت کم اقسام سے واقف ہوں۔

بچپن میں، میں نے کبھی نہ جوتے پالش کیے اور نہ ہی اپنے کپڑے استری کیے مگر (ہنستے ہوئے) کھانا ہمیشہ اپنے ہاتھوں سے ہی کھایا۔ میری ایک اور عادت بھی دوسروں سے جدا تھی وہ یہ کہ میں جب پانچویں چھٹی کلاس میں تھا تو میرے زیادہ تر دوست میٹرک کلاس کے لڑکے تھے۔ میں اپنی جماعت کے لڑکوں میں کم بیٹھتا تھا۔ مس منع بھی کرتیں کہ بڑے لڑکوں میں کم بیٹھا کرو مگر میں سوچتا کہ جتنی باتیں آپ بڑوں سے سیکھ سکتے ہیں، ہم عمر لڑکوں سے نہیں۔ دوستی آج بھی انہی لڑکوں سے ہے، جن سے پاکستان کھیلنے سے پہلے اچھی گپ شپ تھی۔ ان سے دور ہونے کا تو میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ حالانکہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا خیال تھا تمہاری عادات میں فرق آ جائے گا۔ اب اتنی تبدیلی ضرور آئی ہے کہ پہلے ہم سب مل کر کسی ایک جگہ اکثر بیٹھتے تھے مگر اب وقت کم ملتا ہے اور شادی کے بعد تو زندگی اور بھی مصروف ہوگئی ہے۔ یہ سوچ کر بہت کم دوست بناتا ہوں کہ ''دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا''۔

سکول میں اہم قومی تہواروں پر میں سب سے آگے ہوتا تھا۔ جشن آزادی پر خود جھنڈیاں لگاتا، میں ان دنوں کلاس مانیٹر بھی بنا۔ مس کہتیں کہ تم حرکتوں کے لحاظ سے مانیٹر بننے کے قابل نہیں ہو۔ پاس ہونے پر میرے ابا ہمیں بہت کم تحائف دیتے تھے۔ اگر سیکنڈ پوزیشن آتی تو کہتے کہ فرسٹ کیوں نہیں آئی؟ میں چڑ کر کہتا ''ابا مجھے گفٹ نہیں چاہیے، پوزیشن آ گئی میرے لئے یہی بہت ہے''۔ اگر کبھی سکول جانے کو دل نہ چاہ رہا ہوتا تو بہت سوچ سمجھ کر بہانہ کرنا پڑتا۔ چھٹی لینے کیلئے ابو کو کہتا ''میرے پیٹ میں بہت درد ہے'' تو کہتے ''بیٹا فکر نہ کرو، صبح جب تمہیں اٹھاؤں گا تو بالکل ٹھیک ہوگے''۔ پیٹ میں درد ہوتا یا سر میں سکول لازمی جانا پڑتا تھا۔ والد اور امی پڑھائی پر بہت توجہ دیتے تھے۔ ابو کو پتہ نہیں تھا کہ میں کرکٹ کا اتنا شوقین ہوں۔ وہ کرکٹ سے بہت زیادہ نفرت کرتے تھے۔ کہتے کہ دھوپ میں کھیل کر اپنا رنگ کالا کیوں کرتے ہو؟ اگر پڑھے

لکھے شخص کا ہاتھ بھی ٹوٹ جائے تو بیٹھ کر کوئی کام کر سکتا ہے مگر کرکٹ میں معذور بندے کیلئے کوئی جگہ نہیں۔ یہ تو آج ہے کل نہیں لیکن میرا شوق کم نہ ہوا کیونکہ بڑے بھائی طارق آفریدی ہمیشہ میرے ساتھ تھے۔ انہی کی بدولت کئی مرتبہ شرارت کر کے بھی بچ جاتا۔

ہمارے گھر کے برابر ایک پلاٹ خالی تھا' اسمیں ہم شوروم کی گاڑیاں کھڑی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے شاٹ مار کر ایک گھر کی ٹیوب لائٹ توڑ دی۔ مغرب کا وقت ہونے والا تھا اور میں بہت پریشان تھا کہ آج تو خیر نہیں۔ ابا آفس سے آنے والے ہیں۔ خوف کے مارے میں ایک گاڑی کے پیچھے پلاٹ میں چھپ کر بیٹھ گیا اور سچے دل سے اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ بچا لے۔ مجھے پورا یقین تھا کہ آج مار ضرور پڑے گی مگر اللہ نے کرم کیا اور بھائی کی سپورٹ سے میری جان بخشی ہو گئی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس کے بعد شرارتوں سے توبہ کر لیتا مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ حرکت سرزد ہو جاتی۔

بچپن میں ایک مرتبہ محلے میں کرکٹ کھیل رہے تھے کہ بھیڑیں چرانے والے ہماری برابر والی گلی سے گزرے۔ اس گلی کا راستہ ہماری گلی میں بھی جاتا تھا۔ ہم اپنے کھیل میں مگن تھے۔ میری ایک زوردار شاٹ اس کی بکری کو لگ گئی تو اس لڑکے نے غصے میں آ کر ہمیں گالیاں دینا شروع کر دیں۔ میں بھی خود پر کنٹرول نہ رکھ سکا اور بیٹ مار کر اس کا سر پھاڑ دیا مگر جب اس کے سر سے لہو بہتے دیکھا تو بہت ترس آیا اور اس کے بعد میں کسی سے نہیں لڑا۔

مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی عار نہیں کہ میں شروع سے تیزی اور جلد بازی کا عادی ہوں۔ ہوم ورک ملتا تو کوشش ہوتی کہ فوراً ختم کر لیا جائے۔ اس وقت مجھے مدرسے جانا ہوتا تھا اور کرکٹ کا بھی جنون تھا' اس لئے مدرسے جاتے وقت اپنے پھوپھی زاد شاہ خالد سے کہتا کہ میری کاپی پر ایک سو تک گنتی لکھ دینا تاکہ مجھے مدرسہ سے واپس آ کر سکول کا کام نہ کرنا پڑے۔ وہ چونکہ گھر میں پڑھتا تھا اس لئے اس کے پاس وقت بھی مجھ سے زیادہ ہوتا تھا۔ وہ گھر میں ایک گھنٹہ پڑھتا تو ہم مدرسے میں تین گھنٹے مگر مسئلہ یہ تھا کہ اس کی لکھائی بہت خراب تھی اور دوسرا یہ سوچ بھی

کہ کسی اور کا کام ہے' لہٰذا جانے دو۔ وہ جلدی جلدی گندا مندا لکھ دیتا۔ مجھے واپس آ کر ربڑ سے مٹا کر دوبارہ لکھنا پڑتا اور یوں میرا کام ڈبل ہو جاتا مگر ہم کئی ماہ تک ایسا ہی کرتے رہے۔ میں بہنوں سے بھی کچھ کام کروا لیتا تھا۔ پیپروں کے دوران خالی جگہ پر کریں' ساتھیوں سے پوچھ لیتا تھا مگر گیس کیلئے کبھی کوشش نہیں کی' البتہ مس بتا دیتی تھیں کہ یہ سوالات اہم ہیں۔ میں کبھی تھرا (بوٹی) ساتھ نہیں لے کر گیا۔ بچپن میں ہمسایوں کے انگور بہت کھائے ہیں لیکن اکیلے نہیں اس گھر کا بچہ بھی ساتھ ہوتا تھا۔

اس وقت مجھے آم بہت پسند تھے اور ابولاتے بھی ڈھیر سارے تھے مگر آج کل پسند نہیں۔ شرارت کے طور پر لوگوں کی مرغیاں بھی بہت پکڑیں مگر کھائیں کم۔ ہم مرغیوں کو بھگاتے اور ایک دوسرے پر اچھال کر کیچ کیچ کھیلتے تھے۔

ہمارے محلے میں ایک بہت دلچسپ کردار میرا دوست ابرار تھا وہ جب بیٹنگ کرتا تو ساتھ ساتھ کمنٹری بھی کرتا جاتا کہ اب عمران خان بولنگ کیلئے آ رہے ہیں' ابرار ان کا سامنا کریں گے اور یہ ابرار نے ایک خوبصورت سویپ مار کر دو رنز بنا لیے۔ وہ اس طرح کی حرکتیں بہت کرتا تھا۔ کرکٹ کھیلنے کے دوران کسی گھر میں گیند چلی جاتی تو اکثر لوگ واپس نہیں کرتے تھے پھر ہمیں آپس میں پیسے جمع کر کے نئی گیند خریدنی پڑتی تھی۔ کوئی ایک روپیہ ملا لیتا اور کوئی دو روپے اس طرح پھر کرکٹ شروع ہو جاتی۔ البتہ اس وقت بھی سب سے زیادہ گیندیں گمانے کا اعزاز مجھے ہی حاصل تھا۔

زندگی میں مشکل وقت وہ تھا جب میرے چھوٹے بھائی شعیب (جو کہ ثقلین مشتاق کا بہت اچھا دوست ہے) کے حلق میں مکئی کا دانہ پھنس گیا۔ وہ دس دن تک ناک سے سانس لیتا رہا کیونکہ منہ بند تھا۔ ڈاکٹروں نے بھی جواب دے دیا کہ مشکل ہے' آپ کفن وغیرہ کا بندوبست کر لیں۔ ہمارے وہ دن بہت مشکل میں گزرے اور بالآخر خدا نے ہم پر اپنا خاص کرم کیا۔ اب شعیب بالکل صحت مند اور نارمل زندگی گزار رہا ہے۔

# مس شبورانی

زمانہ طالب علمی میں تقریباً ہر سٹوڈنٹ کی کوئی نہ کوئی ''پسندیدہ'' مس یا سر ضرور ہوتا ہے۔ میں چونکہ مخلوط ماحول میں پڑھا ہوں' اس لئے مجھے بھی ایک شخصیت نے بہت متاثر کیا۔ وہ تھیں مس شبانہ جن کا ہم نے پیار کا نام ''شبورانی'' رکھا ہوا تھا۔

دل چاہتا تھا کہ سارا دن ان سے سامنا نہ ہو کیونکہ وہ اتنی سخت تھیں کہ لڑکیوں تک کو تھپڑ مار دیتی تھیں۔ جمع' منفی کی علامت غلط ہونے پر بھی جان بخشی مشکل ہوتی تھی اور مجھے تو ایک نہیں متعدد مرتبہ کلاس میں کان پکڑائے گئے۔ اگر کبھی سبق یاد نہ کر کے جاتا یا آگے بیٹھے لڑکے پر سیاہی پھینک دیتا تو مس سزا کے طور پر کلاس سے باہر کھڑا کر دیتیں اور یہ میرے لئے عام سی بات تھی۔

اساتذہ کو عموماً اس بات پر غصہ ہوتا تھا کہ یہ کلاس میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کا دماغ کہاں ہوتا ہے؟ پوچھیں کچھ' جواب کچھ دیتے ہیں مگر ہم بھی کیا کرتے' میری شفٹ شام کی تھی اور پیریڈ بہت لمبے 30, 35 منٹ کے ہوتے تھے۔ شروع میں تو دس پندرہ منٹ بہت توجہ سے سنتے پھر بوریت شروع ہو جاتی لہٰذا کوئی شرارت یا ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیتے تھے۔ میں تیسری جماعت تک صبح کے سکول میں پڑھا ہوں۔ فیڈرل سیکنڈری سکول میں پھر ایوننگ کلاسز شروع ہو گئیں۔ یہ وقت میرے کرکٹ کھیلنے کا ہوتا تھا' لہٰذا اکثر فرار ہونے کی کوشش کرتا۔ بہر حال ان حرکتوں سے میری مس شبورانی بہت تنگ تھیں اور شومئی قسمت کہ ان کے پاس پیریڈ بھی ریاضی کا تھا جس میں' میں سب سے نالائق تھا۔ اب روز یہی پلاننگ کر رہا ہوتا کہ مس سے جان کیسے بچانی ہے؟

اس وقت مس شبو رانی کی عمر کوئی 27, 28 سال ہو گی۔ وہ کلاس میں زیادہ تر سنجیدہ رہتیں اور کبھی اگر ہم ان کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ لیتے تو یہی خیال کرتے کہ آج مار نہیں پڑے گی۔ شلوار قمیض ان کا پسندیدہ لباس اور مخصوص فقرہ انگلی کھڑی کر کے یہ کہنا تھا ''آپ سمجھ گئے جو میں کہہ رہی ہوں'' غصہ آتا تو مجھے ٹیبل پر کھڑا کر دیتیں یا پھر ''دفعہ ہو جاؤ''۔ میں چونکہ کلاس میں ہر کام میں آگے آگے ہوتا تھا' اس لئے میرا نمبر بھی جلد آتا' مس مجھے بلیک بورڈ پر کچھ لکھنے کیلئے بلاتیں تو میرے ہاتھ پاؤں کانپنے لگتے تھے مگر پھر بھی کبھی سزا سے بچنے کیلئے سوری نہیں کہا بلکہ فوراً اپنا ہاتھ آگے کر دیتا تھا۔ مس میری اس حرکت سے بھی چڑ جاتیں۔

میری کوشش ہوتی تھی کہ مس سے کم از کم سامنا ہو' اس لئے ان کا پیریڈ شروع ہونے سے پہلے پانی پینے یا باتھ روم کی طرف نکل جاتا تھا۔ وہاں گھڑی دیکھ کر ایک ایک منٹ گزارتا اور جب پیریڈ ختم ہونے میں چند منٹ باقی رہ جاتے تو ''مے آئی کم ان'' کہہ کر کلاس میں واپس آ جاتا۔

یہ تو میرا صرف ایک بہانہ تھا جبکہ مس سے بچنے کیلئے تو میں روز کوئی نیا انداز اختیار کرتا تھا۔ جب انہیں مجھ پر زیادہ غصہ آتا تو کہتیں ''شاہد تم کبھی نہیں سدھر سکتے۔''

میں سکول میں چونکہ لڑکیوں کا بہت لاڈلا تھا اس لئے اکثر میری حمایت کر کے مجھے سزا سے بچا لیتیں۔ بڑی کلاس کی لڑکیاں مجھ سے اپنا کام کرواتی تھیں کہ شاہد بھائی باہر سے کچھ کھانے کیلئے لا دو اور میں بھاگ کر ان کے کام کر دیتا تھا۔ وہ مجھ سے اتنی فری تھیں کہ میرے سامنے اپنی راز کی باتیں بھی کر لیتیں اور میری تعریف بھی بہت کرتی تھیں۔ اس وقت میں اتنا کچھ سمجھتا نہیں تھا۔ میری عمر یہی کوئی گیارہ بارہ سال ہو گی۔ اب وہ دن بہت یاد آتے ہیں۔

اگر کوئی لڑکی مجھ سے کہتی کہ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں تو میں فوراً اپنا ہاتھ آگے کر دیتا کہ ہاں جی پکی دوستی' لو ہاتھ ملا لو۔ مس شبو رانی کو یہ انداز شاید پسند نہیں تھا' اس لئے ہمارے مابین نوک جھونک چلتی رہتی۔

ایک مرتبہ ہمارا اسکول پکنک پر گیا۔ طلباء و طالبات مختلف گروپوں میں تقسیم تھے۔ ہر کوئی

اپنی پسند کے کام کر رہا تھا۔ ہم چند دوست مل کر کرکٹ کھیلنے لگے۔ گھومتے گھومتے مس شبورانی بھی وہاں آ گئیں اور میں نے انہیں بیٹنگ کی آفر کر دی۔ ان دنوں میں چونکہ فاسٹ بولر تھا لہٰذا میں نے مس کو ایک تیز باؤنسر مارا جو انہوں نے اچانک کھیل تو لیا مگر سمجھ گئیں کہ شاہد کا ارادہ کیا تھا؟ اس وقت شاید وہ بھی تفریح کے موڈ میں تھیں' اس لئے گھورنے کے علاوہ کچھ نہ کہا اور پھر آہستہ آہستہ میری بھی مس سے ٹسل کم ہوتی گئی۔ بہرحال مس شبورانی سے میں نے بہت مار کھائی اور جب تک ان کی کلاس میں رہا' دعائیں بہت زیادہ پڑھتا تھا کہ یا اللہ بچت ہو جائے۔

# میری کہانی

اپنے متعلق بات کرنا جہاں بہت آسان ہوتا ہے وہاں بہت مشکل بھی کیونکہ کچھ باتیں بتانے والی ہوتی ہیں تو کچھ چھپانے والی لیکن پھر بھی میری ہمیشہ یہی خواہش ہوتی ہے کہ جو ہوں وہی نظر آؤں۔ میرا پورا نام صاحبزادہ محمد شاہد خان آفریدی ہے۔ گھر والے پیار سے شاہ بھی پکار لیتے ہیں۔ مجھے کرکٹ میں متعارف کروانے کا سہرا میرے بڑے بھائی طارق خان آفریدی کے سر ہے جو میرے دوست بھی ہیں اور راہنما بھی۔ میرے کرکٹ کے تمام معاملات کی وہی نگرانی کرتے ہیں' مجھے تو بالکل معلوم نہیں ہوتا کہ کسی ادارے سے میرا کیا معاہدہ ہوا' کہیں جاتے وقت ٹکٹ کس طرح لینا ہے؟ اور مستقبل میں مجھے کس سائیڈ پر آنا ہے؟

میری پوری توجہ صرف اور صرف کرکٹ پر ہے' بچپن سے لے کر اب تک طارق بھائی نے مجھے ہر معاملے میں آزاد رکھا ہے۔ وہ اکثر میرے ساتھ ہوتے ہیں اور صحیح معنوں میں ان کی راہنمائی ہی مجھے اس مقام تک لائی وگرنہ میرے والد تو میرے کرکٹ کھیلنے کے سخت خلاف تھے۔ طارق بھائی مجھے اپنے ساتھ کرکٹ کھلانے لے جاتے تھے' وہ مجھے مختلف تکنیک بتاتے اور کرکٹ کے جس سامان کی ضرورت ہوتی وہی خرید کر دیتے رہے ہیں۔ آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ میں خود اپنے فیصلے کم کرتا ہوں۔

پہلا انٹرنیشنل میچ میں نے دو اکتوبر 1996ء کو کینیا کے خلاف کھیلا مگر شہرت مجھے 4 اکتوبر کے میچ سے ملی جس میں' میں نے کرکٹ کی تاریخ کی تیز ترین سنچری سکور کر ڈالی تھی۔ وہی میری زندگی کا یادگار دن ہے مگر جب بنگلہ دیش میں ایک ٹورنامنٹ میں سکور نہ کر سکا تو سخت

شرمندگی بھی ہوئی تھی۔ شکایت یہی ہے کہ ون ڈے کرکٹ بہت زیادہ ہوگئی ہے جس سے کھلاڑیوں کو نہ صحیح طرح آرام کا وقت ملتا ہے اور نہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ قیام کا۔ اس کا ایک اور نقصان یہ ہے کہ کھلاڑیوں کا سٹائل بدل گیا ہے۔ اب ٹیسٹ میچ کم ڈرا ہوتے ہیں کیونکہ بیٹسمینوں کو دیر تک وکٹ پر ٹھہرنے کی عادت نہیں رہی۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے تقریباً ہر ٹیسٹ فیصلہ کن ثابت ہو رہا ہے۔

حسن رضا اور محمد وسیم وہ کرکٹر ہیں جنہیں میں عمدہ مستقبل کے حامل نوجوان کھلاڑی قرار دیتا ہوں لیکن کرکٹ کے کھیل میں میرے ہیروز مارک وا' مساق احمد' سعید انور' برائن لارا اور شین وارن ہیں جبکہ سب سے زیادہ پسندیدہ کپتان عمران خان رہے۔ ملبورن اور سڈنی وہ گراؤنڈ ہیں جہاں کھیل کر مجھے بہت لطف آتا ہے۔ آسٹریلیا ہر لحاظ سے مجھے پسند ہے مگر پاکستان سے زیادہ نہیں کیونکہ ایسٹ آر ویسٹ' پاکستان از دی بیسٹ۔

جینز اور ٹی شرٹ میں بہت ریلیکس محسوس کرتا ہوں' ویسے بھی زیادہ تر وقت کرکٹ کٹ میں گزرتا ہے اس لئے دوسرے ملبوسات پہننے کا وقت کم ہی ملتا ہے۔ اگر کرکٹ نہ کھیل رہا ہوں تو سوئمنگ' ٹیبل ٹینس اور بیس بال میں دلچسپی لیتا ہوں۔ دوسری کھیلوں میں ڈیگو میراڈونا اور آندرے آگاسی میری پسندیدہ شخصیات ہیں۔ سوئمنگ اور ٹیبل ٹینس کھیلنا میرے معمول کا حصہ ہیں۔ دوبارہ زندگی کی اس لئے خواہش نہیں کہ یہی بہت اچھی گزر رہی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اپنے کردار سے مطمئن ہوں۔ کھانوں میں بریانی اور مشروب میں اورنج جوس زیادہ استعمال کرتا ہوں۔ اگر پریشان ہوں تو موسیقی مجھے سکون دیتی ہے جب پوری کوشش کے باوجود اچھا پرفارم نہ کر پاؤں تو رونا آتا ہے۔ اپنی کمزوری آپ کو اس لئے نہیں بتا سکتا کہ یہ صرف اپنی ذات تک محدود ہونی چاہیے۔ اصغر ندیم سید میرے پسندیدہ مصنف ہیں اور عمران خان سے ملاقات کی خواہش تھی جو اب پوری ہوگئی ہے۔ دبئی کا پرل کانٹیننٹل میرا پسندیدہ ہوٹل' ویسٹ انڈیز بہترین مقام اور بی ایم ڈبلیو پسندیدہ موٹر کار ہے۔

والدہ کی وفات کے بعد والد میرا قیمتی اثاثہ ہیں اور کسی ایک شخص سے دو مرتبہ کبھی دھوکہ نہیں کھایا کیونکہ میں بہت سوچ سمجھ کر دوست بناتا ہوں۔

پوائنٹ پر فیلڈنگ میری پسندیدہ پوزیشن ہے اور اسی جگہ کھڑا بھی کیا جاتا ہوں۔ خدا کا بڑا کرم ہے کہ ابھی تک کسی بڑی انجری سے محفوظ ہوں' البتہ زندگی میں اپنے ایک بہترین دوست کی کمی بہت محسوس کرتا ہوں کہ جسے قتل کر دیا گیا تھا۔ آٹوگراف بک پر'' آل ویز ریسپیکٹ یور پیرنٹس'' لکھتا ہوں اور غریبوں اور سڑک پر بھیک مانگنے والوں پر بہت ترس آتا ہے۔ جو غلطی تسلیم کر لیں' ان لوگوں کو معاف کر دیتا ہوں۔ مستقبل میں صرف کرکٹ کو ہی انجوائے کرنا چاہتا ہوں۔ اب تک بھارت' سری لنکا' آسٹریلیا' ویسٹ انڈیز' نیوزی لینڈ' کینیا' شارجہ' بنگلہ دیش' امریکہ' کینیڈا اور دوسرے بہت سے ممالک میں کرکٹ کھیل چکا ہوں۔

پہلی مرتبہ شاداب سپورٹس کراچی کی نمائندگی کی تھی۔ پھولوں میں سرخ گلاب اور پھلوں میں انگور ہمیشہ مجھے پسند رہے ہیں۔ پیٹھ پیچھے باتیں کرنے والے لوگوں سے نفرت ہے اور انہیں بالکل برداشت نہیں کر پاتا۔ میوزک وہ پسند ہے جو طبیعت کو خوش کر دے اور بے ہنگم نہ ہو۔ پاپ میوزک کے متعلق اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ صرف شور ہے اور اس میں شاعری پر بھی غور نہیں کیا جاتا البتہ وقتی تفریح کیلئے گزارہ کر سکتا ہے۔ جنوبی افریقہ میں ثقلین مشتاق اور محمد اکرم پر ہونے والے حملہ کے متعلق سوچ کر بھی خوف آتا ہے۔ میں وہم پر یقین نہیں رکھتا اور بڑھاپا اللہ اللہ کر کے گزارنے کا ارادہ ہے۔

زندگی کا خوبصورت دن جب میرے طارق بھائی کی شادی ہوئی تھی۔ میں اگر کھلاڑی نہ ہوتا تو بزنس کی طرف آتا اور والد صاحب کے ساتھ گاڑیوں کا کاروبار کرتا۔

ایٹم بم کو اس دور کی بہترین ایجاد قرار دیتا ہوں کیونکہ اس سے تحفظ کا کام بھی لیا جا سکتا ہے جس طرح ہمارے ایٹمی طاقت ہونے سے انڈیا کو ہم پر حملہ کی جرأت نہ ہوئی وگرنہ شاید چڑھائی کر دیتا۔

غصہ آ جائے تو کرتا تو بہت کچھ ہوں مگر بتا نہیں سکتا۔ پاکستانی ٹیم ہار جائے تو بہت افسوس ہوتا ہے' بہار کے موسم میں دل خود بخود خوشی محسوس کرتا ہے اور آپ کو پتہ ہے کہ میرا پسندیدہ شاعر شاہد خان آفریدی یعنی میں خود ہوں۔ شعیب اختر بھی میرے کلام کو بہت پسند کرتا ہے۔

تانگے پر سواری کرنا اچھا لگتا ہے' اس میں بیٹھ کر آپ موسم کو بھرپور طریقہ سے انجوائے کر سکتے ہیں مگر پیدل چلتے ہوئے تانگے سے خوف آتا ہے کیونکہ جانور کا کیا بھروسہ؟ محفل میں ہوں یا تنہائی میں صرف کرکٹ کا ہی خیال آتا ہے۔ ''آپ ایک دن پاکستان کی کپتانی کرو گے۔'' یہ جملہ سننے کو کان ترستے ہیں اور جب کینیا میں ٹیم کی ضرورت کے تحت بیٹنگ کی تو خود پر رشک آیا۔ میدان میں جانے سے قبل یہی سوچتا ہوں کہ اسکور کرنا ہے لیکن یہ ڈر بھی ساتھ ساتھ رہتا ہے کہ کہیں جلد نہ آؤٹ ہو جاؤں۔ زندگی کا بس یہی مقصد ہے کہ اسے خوشی خوشی بسر کرنا ہے اور کسی کو کبھی دکھ نہیں دینا۔

آؤٹ ہونے کے بعد خود کو تسلی دیتا ہوں اور کہتا ہوں ''بیٹر لک نیکسٹ ٹائم'' چھکا لگانے کے بعد یہ سوچ ذہن میں آتی ہے کہ اگلا چھکا اس سے بھی لمبا لگانا ہے۔ رقم کا حساب خود کبھی نہیں رکھتا' میرے گھر والے رکھتے ہیں۔ میں ضرورت کے مطابق ان سے لے لیتا ہوں۔ ویسے بھی میرے کوئی بہت زیادہ اخراجات نہیں۔

تنہائی میں ثقلین مشتاق اور حسن رضا کو یاد کر کے بہت ہنسی آتی ہے اور ٹور کے بعد گھر واپس جاؤں تو بھانجی اور چھوٹی بہن شدت سے منتظر ہوتی ہیں۔ ذرا گرم مزاج ہوں' اپنے آپ میں بس یہی خامی نظر آتی ہے۔ درود شریف ہر وقت لبوں پر رہتا ہے اور سانپ کے تصور سے ہی خوفزدہ ہو جاتا ہوں کیونکہ اس سے بچاؤ کا آسان طریقہ نہیں۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کمرے میں سانپ ہے تو شاید چھت سے لٹک جاؤں۔

پہلے ٹیسٹ کیپ حاصل کرنے کی شدید خواہش تھی' اپنے متعدد انٹرویوز میں اس کا ذکر بھی کیا پھر اپنے ہی شہر میں پہلا ٹیسٹ کھیلنے کا موقع مل گیا۔ اب ٹیسٹ ٹیم میں بھی مستقل جگہ بنانے

کا خواہش مند ہوں۔ ذرا باہر نکل کر شاٹ لگانے والا اپنا ایکشن بہت اچھا لگتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنی گیم میں کافی امپروومنٹ کی ہے۔

سڈنی میں ورلڈ سیریز کپ کے فائنل میں ویسٹ انڈیز کے نامور بولروں کے خلاف نصف سنچری بنانا میری قیمتی اننگز ہے۔ سنجیواڈی سلوا کا سامنا کرتے وقت خاصی پریشانی ہوتی تھی اور ایسے بولر سے پیچھا چھڑانے کیلئے اسے زوردار ہٹیں لگاتا ہوں۔

بچپن میں ناشپاتی بہت شوق سے کھاتا تھا۔ گنا اور گنڈیریاں بھی پسند تھیں اور جب گاؤں جانا ہوتا تھا تو کھیتوں میں سے خود گنے توڑ کر چوستے تھے۔ ہمارے گھر میں فروٹ ہمیشہ پیٹیوں کے حساب سے آیا ہے' اس کی تقسیم پر بھائیوں میں جھگڑا بھی ہوتا تھا اور یہ ضروری بھی ہے تاکہ پتہ چلے کہ اس گھر میں لوگ رہتے ہیں۔

کرکٹ میں آنے کے بعد میرے پرستاروں میں لڑکیاں بھی شامل ہیں۔ اکثر وہ اپنی والدہ اور دوسرے گھر والوں سے بھی متعارف کرواتی ہیں۔ میں ہر ایک سے خوش دلی سے ملتا ہوں' شکر ہے کہ میرے ساتھ کبھی کسی لڑکی کا نام اٹیچ نہیں ہوا۔ دوسرے کھلاڑیوں کی طرح میں دن رات ٹریننگ نہیں کرتا بلکہ جتنی میری باڈی کو ضرورت ہو' اتنی ہی مشق کرتا ہوں۔

پانچ چھ سال سے میرا وزن 70 اور 80 کلوگرام کے درمیان ہی رہا ہے۔ شعیب اختر اور اظہر محمود اپنی خوراک کا بہت خیال رکھتے ہیں کہ کہیں موٹے نہ ہو جائیں لیکن میں نہیں رکھتا' پھر بھی وزن ٹھیک ہی رہتا ہے۔

کہیں جا رہا ہوں اور چکن بریانی کی خوشبو آ جائے تو بس افسوس سے ہاتھ ہی مل سکتا ہوں' لیکن اگر کسی جاننے والے کا گھر ہو تو چلا جاؤں گا کہ اسی بہانے ملاقات بھی ہو جائے گی اور اپنی پسندیدہ ڈش بھی اڑا لیں گے۔ کھانے کا زبردست مزہ پشاور میں ہے۔ باربی کیو' تکے' بکرے کی ران روسٹ' پانی بھی اچھا اور ہاضمہ دار ہے۔ پشاور میں کرکٹ کھیل رہا ہوں تو کزن وغیرہ کے گھر سے کھانا آ جاتا ہے۔ خود انڈہ بنا لیتا ہوں۔

صبح مرضی سے اٹھتا ہوں مگر نماز کی ادائیگی بہت ضروری ہے۔ گھر میں ابا جان نماز سے پہلے اٹھا دیتے ہیں اور میں نماز پڑھ کر پھر سو جاتا ہوں۔ اس کے بعد جب تک دل چاہا نیند پوری کرتا ہوں۔ گھر والوں کو بھی پتہ ہوتا ہے کہ ٹور سے آیا ہے' تھکا ہوا ہوگا لہٰذا اسے سونے دیں۔ صبح اٹھ کر بیڈ ٹی بالکل نہیں لیتا' نہ ہی چائے پینے کا عادی ہوں۔

برش بہت تیز کرتا ہوں' اکثر مسوڑھے زخمی ہو جاتے ہیں مگر یہ عادت نہیں جاتی۔ بس یوں سمجھ لیں کہ زندگی کے ہر کام میں تیزی مجھ کو بھاتی ہے۔ گھر میں بھی ایک جگہ ٹک کر دس منٹ آرام سے نہیں بیٹھ سکتا۔ اوپر نیچے' اندر باہر' ٹیرس پر گھومتا ہی رہتا ہوں۔ بھابھیاں بھی کہتی ہیں کہ تم تھکتے نہیں؟ باہر سے کھیل کر آتے ہو اور پھر بھی آرام سے نہیں بیٹھ سکتے۔ میرا جواب ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ میرا اس پر اختیار نہیں۔ ناشتہ میں پراٹھے شوق سے کھاتا ہوں' انڈہ' ڈبل روٹی' مکھن اور دودھ کا گلاس میری خوراک کا لازمی حصہ ہیں۔ ابا کی بیگم کو ہدایت ہے کہ دودھ اسے ضرور دینا ہے۔ ناشتہ کسی مخصوص جگہ بیٹھ کر نہیں کرتا' کہیں بھی بیٹھ جاتا ہوں' جبکہ بھائی وغیرہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ کر ہی ناشتہ کرتے ہیں۔ نہا دھو کر باہر نکلوں تو بیگم کو پتہ ہوتا ہے کہ اب ناشتہ دینا ہے' میں نے ناشتہ کے ساتھ ساتھ شور شرابا بھی لگایا ہوتا ہے۔ بھانجی یا بھتیجی کو آوازیں دیتا رہتا ہوں کہ بھئی کدھر ہو' ادھر آؤ...... اخبار میں سپورٹس کا صفحہ سب سے پہلے پڑھتا ہوں۔

افغانستان کے ایشو میں میری خاص دلچسپی تھی۔ ایک مسلمان کے طور پر تو میں افغانیوں کے ساتھ تھا مگر پرویز مشرف کے پاس بھی کوئی آپشن نہ تھا۔ یوں کہہ لیں کہ دل افغانیوں کے ساتھ تھا اور دماغ حکومت کے۔ میرے کیا ہر مسلمان کے ساتھ یہی معاملہ تھا' گھر والے بھی یہی بات کرتے تھے کہ بڑی زیادتی ہو رہی ہے۔ مجھے کبھی افغانستان جانے کا اتفاق تو نہیں ہوا لیکن سرحد پر ضرور گیا ہوں' وسیم اور وقار بھائی کو بھی ساتھ لے کر گیا تھا' ان کو وہاں میں نے شکار بھی کروایا' ہم لوگ طورخم سرحد تک گئے تھے۔ جب میں چھوٹا تھا تو غلیل سے شکار کرتا تھا' میرے پاس چھرے والی بندوق بھی تھی اور نشانہ بھی بہترین تھا۔ اب کراچی میں ایک کرنل دوست کے ساتھ اندرون

ندھ کبھی کبھار شکار کیلئے چلا جاتا ہوں۔

مونچھیں رکھنے کا میں نے کبھی نہیں سوچا اور شاید میرے چہرے پر سوٹ بھی نہ کریں۔ ہمارے گھر میں کسی اور نے بھی نہیں رکھیں البتہ 30 سال کی عمر میں ٹرائی کروں گا۔ پہلی مرتبہ شیو 1997ء میں کی' پہلے میں مشین استعمال کرتا تھا لیکن اس سے میرے چہرے پر بہت دانے نکل آئے تھے۔ کسی نے مشورہ دیا کہ بلیڈ استعمال کرو لہٰذا میں نے شیو کرالی۔ ان دنوں میں آسٹریلیا میں تھا' گھر میں بھی کسی نے نوٹس نہیں لیا کیونکہ میں مشین تو پہلے ہی استعمال کرتا تھا۔ شیو کے بعد معمولی فرق آیا جسے کسی نے محسوس نہ کیا۔

جب میں نے کینیا میں تیز ترین سنچری کی تو وہاں جانے سے پہلے میری کاشف ابراہیم کی فیملی سے کراچی میں ملاقات ہوئی۔ کاشف ابراہیم میرے ساتھ ویسٹ انڈیز میں انڈر 19 بھی کھیلا' میں مڈوے ہوٹل گیا تو کاشف کی فیملی نے مجھ سے پہلا آٹو گراف لیا۔ اس وقت میں سٹار نہیں تھا لیکن محسوس ہوا کہ پاکستانی ٹیم کے قریب ہوں۔ اس کے بعد سے اب تک آٹو گراف دے رہا ہوں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ آج تک میں نے کسی سے آٹو گراف نہیں لیا۔ ہمارے گھر میں بھی بچوں نے کبھی کسی کرکٹر کے آٹو گراف کیلئے مجھے نہیں کہا۔ البتہ اتنا ضرور کہہ دیتے ہیں کہ اگر کوئی کھلاڑی گھر پر آئے تو اس کے ساتھ تصویر بنوا دیجئے گا۔ میری فیملی کے بچے بہت خاموش اور شرمیلے ہیں۔ شاید ان پر میرا اثر بالکل نہیں پڑا۔ آپ میرے دوسرے بھائیوں سے ملیں تو یقین نہیں کریں گے کہ شاہد آفریدی کے فیملی ممبر ہیں کیونکہ وہ بہت تمیز والے اور مہمانوں سے ادب لحاظ سے بات کرتے ہیں جبکہ میں ہر ایک سے جلد فری ہو جاتا ہوں۔ شاعری مجھے اس لئے نہیں پسند کہ دل پر کوئی چوٹ لگی ہے' البتہ کرکٹ میں ضرور زخمی ہوا ہوں۔

جب میں تیرہ چودہ سال کا تھا تو اس وقت میرے سکول میں ایک بہت ہی خوبصورت مس تھیں۔ ایک دن میں نے جھجکتے جھجکتے انہیں کہہ بھی دیا کہ آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں۔ وہ مسکرائیں اور میرے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں اچھا بیٹا۔ بس اس کے بعد میں کچھ اور نہ کہہ سکا

اور پھر ان سے دور ہی رہنے لگا۔ مجھے شعراء کا کلام یاد نہیں رہتا اور نہ ہی کبھی اپنا شعر کہا ہے مگر شوق ضرور ہے۔ ادھر ادھر سے پڑھتے ہوئے چند اشعار یاد بھی رہ جاتے ہیں جو بوقت ضرورت استعمال کر لیتا ہوں۔ مزاحیہ شاعری زیادہ پسند ہے۔ سنجیدہ شعراء کی تو اردو اتنی مشکل ہوتی ہے کہ مجھے سمجھ میں نہیں آتی مگر ان کا دل رکھنے کیلئے واہ واہ کر دیتا ہوں۔

میرے پرستار میرا اثاثہ ہیں۔ انضی بھائی بھی کہتے ہیں کہ بچوں میں شاہد سب سے زیادہ مقبول ہے۔ کافی عرصہ بعد اپنے سکول پرنسپل صاحب سے ملنے گیا تھا تو کوشش کی کہ چھٹی کے بعد جاؤں تاکہ بچے جا چکے ہوں کیونکہ وہ آٹو گراف مانگتے اور میں وقت کی کمی کی وجہ سے سب کو نہ دے پاتا تو مجھے بہت دکھ ہوتا۔ آج بھی کوئی سکول کا دوست مل جائے تو اس دور کی بہت باتیں کرتے ہیں۔ وہ حسین دور تھا۔ جب چھوٹا تھا تو بچپن کے دن اچھے لگتے تھے مگر اب یہ وقت اس لحاظ سے ٹھیک ہے کہ خود مختار ہو گیا ہوں اور زمانے کا مقابلہ کرنا بھی آ گیا ہے۔

گراؤنڈ میں جانے سے پہلے چاروں قل اور آیۃ الکرسی پڑھ کر اپنے اوپر پھونکتا ہوں۔ اگر بولروں پر پھونک دوں تو اچھی اننگز کھیلوں۔ کوشش یہی ہوتی ہے کہ ہمیشہ وضو میں رہوں۔ اٹیک بولر اور نئے گیند کا میں نے کبھی پریشر نہیں لیا۔ البتہ تین چار اوور دیکھ کر کھیلنے کی خواہش ضرور ہوتی ہے اس کے بعد جو لوز گیند ملے' چانس لے لیتا ہوں۔ یہ تو کرکٹ ہے' کبھی شاٹ لگ جاتی ہے اور کبھی آؤٹ۔

بیٹنگ کرنے سے پہلے تھوڑا ٹینس بھی ہوتا ہوں اور میں کیا ہر بلے باز ہوتا ہے اور جب میں شروع کے اوور گزار لوں تو پھر آنے والے بولروں کیلئے مشکل ہوتی ہے۔ چمندا واس نے مجھے کئی مرتبہ آؤٹ کیا ہے اور میں نے اس کی بولنگ پر رنز بھی بہت کیے ہیں۔ وہ اچھی لائن پر گیند کرنے کی کوشش کرتا ہے اور شاٹ بھی پڑ جائے تو اپنی لائن نہیں چھوڑتا۔ واس کو میرے ؛ یک پوائنٹ کا پتہ ہے اس لئے ایک جگہ مسلسل گیندیں پھینکتا ہے۔ کبھی کبھی میرے قابو میں بھی آ جاتا ہے۔

ایک مرتبہ میں بغیر اجازت کے بنگلہ دیش میں میچ کھیلا تو جرمانہ ہو گیا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے پتہ نہیں تھا کہ بورڈ سے پوچھ کر جانا ہے۔ باسط بھائی مجھے لے کر گئے تھے' میں نے سوچا کہ ابھی کیمپ نہیں لگا ہوا اور اک دو دن میں آ بھی جائیں گے مگر وہ بات پریس میں آ گئی۔ انہیں ایک آل راؤنڈر کی ضرورت تھی' میں نے اچھی پرفارمنس دی تو ہمارے اخبارات میں بھی خبریں لگیں۔ بورڈ نے سوچا ہو گا کہ آفریدی بنگلہ دیش میں کیا کر رہا ہے؟ لہٰذا اس وقت طلعت علی صاحب نے مجھے جرمانہ کیا۔ میں نے اپنی غلطی تسلیم کی کہ مجھے پتہ نہیں تھا ورنہ پوچھ لیتا۔ کراچی سے بورڈ کے آفس ایک فون ہی تو کرنا تھا۔

بچپن میں بھی میں کرکٹ کھیلنے کے چکر میں پھنس جاتا تھا۔ وہ وقت میرے مدرسے جانے کا ہوتا اور دوست کرکٹ کی دعوت دے دیتے۔ میں عجیب شش و پنج میں پڑ جاتا مگر جیت اکثر کرکٹ کی ہی ہوتی۔ کئی مرتبہ تو بھائیوں کو مدرسے بھیج کر خود آم کے ایک درخت پر چڑھ کر اس میں چھپ جاتا تھا۔ یہ اسوقت کی بات ہے جب ہم کراچی میں نئے نئے آئے تھے اور ہمارا فیڈرل بی ایریا میں اپنا گھر تھا۔ اس گھر میں ہم پانچ سال رہے اور کچھ عرصہ دوسری جگہ قیام کیا' اس کے بعد سے گلشن اقبال میں رہ رہے ہیں۔ ہر جگہ میرے اچھے دوست بنے اور اب چونکہ کراچی کے سنٹر میں ہیں' اس لئے پرانے دوستوں سے بھی مستقل رابطہ رہتا ہے۔

بولنگ کے دوران میرے سلکی بال پسینہ آنے سے میری آنکھوں کے سامنے آ جاتے ہیں اس لئے انہیں پیچھے کرتا رہتا ہوں۔ لوگوں کو میرا یہ انداز بہت پسند ہے۔ کٹنگ کیلئے میں گھر سے باہر نہیں جاتا بلکہ گلشن اقبال کے ہیئر ڈریسر ناصر گھر آ کر میرے بال کاٹتے ہیں۔ پاکستانی ٹیم میں آنے سے پہلے دوستوں کا اکٹھ ہوتا تھا اور ہم سب اسی سے بال کٹواتے تھے۔ آج بھی وہی روٹین ہے' میں کٹنگ کے اسے دو تین سو روپے دے دیتا ہوں۔ ثقلین کو بھی اس کی کٹنگ بہت پسند آئی ہے۔ اس کی کٹنگ کا دور دور تک چرچا ہے۔

# چاند نظر آ گیا

''چاند نظر آ گیا ہے' عید مبارک ہو'' یہ دو سادہ سے فقرے ہیں مگر ان میں جوش و مسرت بے حد پایا جاتا ہے۔ بڑی عید کا پہلے سے اندازہ ہوتا ہے جبکہ چھوٹی عید چونکہ شوال کا چاند دیکھ کر منائی جاتی ہے' اس لیے آخری روزے تک شش و پنج کی سی کیفیت رہتی ہے۔ کچھ لوگ بہت پہلے اپنی تیاری مکمل کر لیتے ہیں اور کچھ آخری وقت تک بھاگ دوڑ کی پوزیشن میں ہوتے ہیں لیکن اس کا بھی ایک اپنا حسن ہے۔

عید الاضحیٰ کی نسبت عید الفطر کا لطف ہی کچھ اور ہے۔ عید کا چاند نظر آتے ہی بازاروں میں چہل پہل شروع ہو جاتی ہے' کہیں چوڑیاں چڑھائی جا رہی ہوتی ہیں تو کہیں مہندی کے ڈیزائن ہاتھوں کی خوبصورتی بڑھا دیتے ہیں۔ کوئی درزی کی طرف بھاگ رہا ہوتا ہے تو کسی کو نئے جوتے خریدنے کا خیال آ جاتا ہے۔ غرض ہر کوئی مسکراتے چہرے کے ساتھ عید کے استقبال کیلئے تیار ہوتا ہے' خصوصاً بچوں کی خوشی کا عالم تو دیدنی ہوتا ہے۔ جب تک وہ نئے کپڑے' نئے جوتے اور دیگر لوازمات پورے نہ کر لیں' ان کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں آتی۔ ساتھ میں یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ صبح دوستوں کے ساتھ ''کون اچھا لگ رہا ہے''؟ مقابلہ بھی ہو گا اور ڈھیر ساری عیدی بھی ملے گی' سارا دن بازاروں میں گھومیں پھریں گے اور خوب عیاشی کریں گے۔ ان کے ایک ہاتھ میں بوتل ہوتی ہے تو دوسرے ہاتھ میں آلو چھولوں کی پلیٹ' تیز مرچوں کی وجہ سے منہ سے سی سی کی آوازیں بھی نکل رہی ہوتی ہیں اور ناک سے پانی بھی بہنے لگتا ہے لیکن مزے مزے سے کھاتے ہیں کہ کسی اور دن میں ایسا لطف کہاں؟

یہی وہ دور ہوتا ہے جب نہ مستقبل کی خبر ہوتی ہے اور نہ فکر لیکن جب بڑے ہو جاتے ہیں (چاہے کتنا ہی نمایاں مقام حاصل کر لیں) تو بھی یہی دن یادگار رہ جاتے ہیں۔ بچوں کو عیدی دیتے وقت اپنے بچپن کی عید کا ضرور خیال آتا ہے' اب تو ویسے بھی عید کا انداز ہی بدل گیا ہے۔ نہ گھروں میں وہ خصوصی پکوان پکتے ہیں اور نہ صبح سے شام تک رشتہ داروں کا جمگھٹا رہتا ہے۔

عید کا چاند دیکھے ہوئے بھی عرصہ ہو گیا۔ کیونکہ رویت ہلال کمیٹی والے پہلے سے ہی فیصلہ کر لیتے ہیں کہ اس مرتبہ عید 29 روزوں کی ہو گی یا 30 کی۔ بچوں کے چہروں پر بھی نئی چیزیں خرید کر بہت خوشی اور طمانیت نظر نہیں آتی کہ اب وہ سارا سال شاپنگ کرتے رہتے ہیں جبکہ ہمارے بچپن میں عید تہوار کے موقع پر ہی نئے جوڑے سلتے تھے۔ بچپن میں تو خود چاند دیکھتا تھا اور پھر ساتھی بچوں کے ساتھ خوب شور مچا مچا کر پورے محلے کو بتا دیتا تھا۔

اب ایسا اتفاق کم ہی ہوتا ہے۔ اب آپ کو اپنی عید کی چند دلچسپ باتیں بتاتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ مجھے عیدی ملتی کم ہے' دینی زیادہ پڑتی ہے اور تو اور بڑے بھائی بھی مجھ سے عیدی لے لیتے ہیں حالانکہ میں انہیں چکر دینے کی بہت کوشش کرتا ہوں کہ شام کو لے لینا یا ابھی واپس آ کر دیتا ہوں مگر وہ بھی تو میرے بھائی ہیں' جب تک موقع پر وصول نہیں کر لیتے' چھوڑتے نہیں۔

ہماری ایک اور منفرد روایت ہے کہ ہمارے گھرانے میں چھوٹی عید پر بھی بکرے ذبح ہوتے ہیں اور پھر مزے دار ڈشیں بنائی جاتی ہیں لیکن آپ کسی غلط فہمی میں نہ رہیے گا۔ یہ بکرے ہمیں کوئی تحفتاً دے کر نہیں جاتا بلکہ ہم خود بازار سے خرید کر لاتے ہیں۔ بچپن کی اور اب کی عید میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ پہلے رمضان المبارک کے آغاز کے ساتھ ہی عید کا انتظار شروع ہو جاتا تھا جبکہ اب کئی مرتبہ یاد بھی نہیں ہوتا کہ کتنے روزے رکھ چکے ہیں۔

بہت سے لوگ تو میں نے ایسے بھی دیکھے ہیں جو اس اہم تہوار پر بھی انہی کپڑوں میں آ کر نماز پڑھ لیتے ہیں جو انہوں نے ایک دن پہلے زیب تن کر رکھے ہوتے ہیں۔ میرا آدھے سے زیادہ وقت تو پرستاروں سے ملنے اور ٹیلی فون پر ان سے گپ شپ کرنے میں گزر جاتا ہے۔

دوست بھی انتظار میں ہوتے ہیں اور اہل خانہ بھی۔ بچپن میں ہمارے گھر میں عید کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا تھا، ہم چونکہ دس بہن بھائی ہیں اس لیے ایک میلے کا سا سماں ہوتا تھا۔ کوئی پہلے نہانے پر جھگڑ رہا ہے تو کوئی اپنی مرضی کی ڈش نہ پکنے پر۔ گو کپڑے پہلے ہی سل جاتے تھے اور اکثر سب کے ایک ہی رنگ کے ہوتے۔ مگر اگر کبھی کسی کے مختلف ہوتے اور محلے میں کوئی اس کے سوٹ کی تعریف کر دیتا تو میں گھر آ کر رونے لگتا کہ میرے ایسے کیوں نہیں بنائے؟

عید کے شوق میں یوں سمجھ لیں کہ رت جگا ہوتا تھا۔ میں تو اپنے کپڑے اپنے بیڈ پر رکھ کر سوتا کہ جیسے اسے چڑیلیں اٹھا کر لے جائیں گی۔ کوشش یہی ہوتی کہ زیادہ سے زیادہ عیدی اکٹھی کی جائے لہٰذا اس دن تمام رشتہ داروں کے ہاں جا پہنچتا اور جاتے ہی با آواز بلند کہتا ''السلام علیکم''

وہ سمجھ جاتے کہ کیا چکر ہے؟ اب بچوں کو ایک ہزار روپے بھی عیدی دے دیں تو انہیں لگتا ہے کہ تھوڑی ہے۔ کیونکہ اب پیسے کی اہمیت نہیں رہی۔ میں تو یہی کہوں گا کہ جو مزہ عیدی لینے میں ہے، دینے میں نہیں۔ وہ عیدیں بہت اچھی تھیں جب گلے مل کر واقعتاً گلے شکوے مٹ جاتے تھے مگر اب تو سب کچھ محض رسمی سا رہ گیا ہے۔

# فاسٹ سے سپن بولنگ کا سفر

شاہد آفریدی نے جس دور میں کرکٹ شروع کی ان دنوں وسیم اکرم اور وقار یونس کا طوطی بولتا تھا اور ان سے پہلے ہر نوجوان عمران خان کی بولنگ کے سحر میں مبتلا تھا۔ بھارت کے نامور بلے بازوں کو عمران خان کے ان سوئنگر کے سامنے کانپتے دیکھ کر گویا ان کا سیروں خون بڑھ جاتا تھا۔ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ پاکستان میں فاسٹ بولنگ کا کریز عمران خان نے پیدا کیا۔

شاہد آفریدی بتاتے ہیں کہ عمران خان سے متاثر ہو کر پہلے میں بھی فاسٹ بولر تھا۔ پٹھان ہونے کی وجہ سے نہ جانے کیوں مجھے یقین تھا کہ میں بھی جلد اس مقام تک پہنچ جاؤں گا۔ ان دنوں سابق ٹیسٹ کرکٹر ہارون الرشید کے چھوٹے بھائی محتشم الرشید ہمارے ساتھ کلب کرکٹ کھیلتے تھے۔ وہ مجھے اکثر و بیشتر مفید ٹپس دیتے اور میری بولنگ پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ ایک دن (اس وقت میری عمر تقریباً 12 سال تھی) ہم لوگ پریکٹس کر رہے تھے اور میرا ایک ہم عمر لڑکا میرے سامنے بیٹنگ کریز پر موجود تھا۔ وہ یا تو ضرورت سے زیادہ پر اعتماد تھا یا پھر جلد بازی میں اس نے تھائی پیڈ نہیں پہنے تھے۔ میں نے اسے گیند کی تو وہ کھیل نہ سکا اور بال اس کی تھائی پر جا لگی۔ لڑکا چیخنے چلانے لگا تو محتشم الرشید نے مجھے مشورہ دیا کہ تم فاسٹ بولنگ چھوڑ دو اور لیگ سپن کی طرف آؤ" مگر مجھے تو اس کی پریکٹس نہیں"؟ میرے استفسار پر محتشم الرشید نے میرا حوصلہ بڑھایا کہ تمہیں میں نے ایک دو مرتبہ لیگ سپن بھی کرتے دیکھا ہے۔ تمہاری انگلیوں میں بہت سپن ہے اور سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ فلائٹ پر بڑا کنٹرول ہے۔ یہ خصوصیت بہت کم لیگ سپن بولروں میں ہو گی۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس شعبے میں زیادہ کامیاب رہو گے اور دیکھو فاسٹ کی بجائے سپن بولر کا

کیریئر زیادہ لمبا ہوتا ہے۔ تم اس کے ساتھ ساتھ اپنی بیٹنگ پر بھی توجہ دو۔ یوں بہت جلد آل راؤنڈر کہلاؤ گے۔ یہ بات میرے دل کو لگی اور میں نے اسی روز سے لیگ سپن بولنگ کی پریکٹس شروع کر دی۔ ٹریننگ کسی سے نہیں لی البتہ سینئرز کے ساتھ کھیل کر مجھے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔

پہلی مرتبہ قومی کرکٹ ٹیم میں مجھے بحیثیت لیگ سپنر بلایا گیا' نیروبی کینیا جاتے ہوئے پرواز میں بھی' میں یہی سوچ رہا تھا کہ اپنے سینئر مشتاق احمد کی کمی کس طرح پوری کروں گا؟ کیونکہ مجھے ان کے ان فٹ ہونے پر متبادل کے طور پر موقع دیا جا رہا تھا۔ آپ یقین کریں کہ جہاز میں بھی میں اپنی انگلیوں سے شوٹر' فلپر اور گگلی کی پریکٹس کرتا رہا۔ یہ خیال تو میرے ذہن کے نہاں خانوں میں بھی نہیں تھا کہ مجھے نیروبی (کینیا) میں سپن بولنگ کی وجہ سے نہیں بلکہ تیز ترین سنچری بنانے کی بناء پر بین الاقوامی شہرت ملے گی۔ بہر حال میں محتشم الرشید کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے اچھا مشورہ دیا و گرنہ شاید میں فاسٹ بولنگ کے چکر میں رہتا اور یوں میری بیٹنگ عام سی رہ جاتی۔

مزید دلچسپ بات یہ ہے کہ شائقین کرکٹ مجھ سے جارحانہ بلے بازی کی توقع زیادہ رکھتے ہیں۔ اس چکر میں میری بولنگ اور فیلڈنگ پرفارمنس بہت پیچھے چلی جاتی ہے۔ سوال یہی ہوتا ہے کہ رنز کیوں نہیں بنائے؟ میں جواب دیتا ہوں کہ تین آؤٹ تو کیے' فیلڈنگ میں اتنے رنز روکے اور دو کیچ لیے مگر ان کا اصرار ہوتا ہے کہ ہم تو آپ کو چوکے چھکے لگاتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ میرے سامنے تو اکثر فرمائشی پروگرام چلتا ہے۔ گراؤنڈ میں موجود تماشائی کورس کی شکل میں مطالبہ کرتے ہیں کہ چوکا' چھکا اور پھر ایک دو سے ان کا گزارہ نہیں ہوتا۔ یہ یوں نہیں سمجھتے کہ بولر بھی گھر سے کھیلنے آئے ہوتے ہیں' اور انہوں نے بھی اپنی ٹیم میں مستقل جگہ بنانی ہوتی ہے' اگر میں ہر ایک کو زوردار چھکے لگاتا رہوں تو پھر کس کا کیریئر باقی رہ جائے گا؟

# ایک لڑکا کھلنڈرا سا

یوں تو کرکٹ کے افق پر وقتاً فوقتاً کئی ستارے نمودار ہوتے ہیں اور پھر کچھ وقت روشنی دکھا کر ڈوب جاتے ہیں' اس طرح کہ ان کی موجودگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔ وہ جتنا عرصہ بھی ٹیم میں رہتے ہیں' گمنامی کے اندھیروں میں بھٹکتے رہتے ہیں لیکن کچھ کھلاڑی ایسے بھی ہیں جو شائقین کے دل کی دھڑکن بن جاتے ہیں۔ ان پلیئرز کا کیریئر خواہ کتنا ہی مختصر کیوں نہ ہو' ایسے کارنامے سر انجام دے جاتے ہیں کہ ان کی زندگی ان پر ناز کرتی ہے۔ ایسے ہی کھلاڑیوں میں سے ایک پاکستان کے شاہد آفریدی ہیں۔

کھلنڈرا سا یہ لڑکا اپنی جارحانہ بلے بازی کی وجہ سے ہر عمر کے لوگوں میں یکساں مقبول ہے۔ ریکارڈ اور اعداد و شمار کے لحاظ سے تو شاید آفریدی کامیاب کھلاڑیوں کی فہرست میں نمبر ون نہ ہو لیکن دلچسپ کرکٹ کھیلنے اور تماشائیوں کو بھرپور تفریح فراہم کرنے میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔ بلاشبہ وہ نئی جنریشن کا پسندیدہ کرکٹر ہے۔

اس باب میں آفریدی اپنی زندگی کے کئی دلچسپ واقعات سے اپنے پرستاروں کو آگاہ کرتے ہیں۔ شاہد آفریدی بتاتے ہیں کہ میں ہمیشہ سے تیز رفتار بیٹنگ کرنے کا شوقین ہوں۔ مجھے بھرپور شاٹس مارنے اور گیند کو ہوا میں تیرتے ہوئے دیکھنے میں بے حد مزہ آتا ہے۔ انٹرنیشنل کرکٹ میں قدم رکھنے کے بعد مجھے اپنے سٹائل اور جلد بازی والی عادت میں کچھ کمی ضرور کرنی پڑی ہے تاہم اب بھی میرا موقف یہ ہے کہ بیٹسمینوں کو ریکارڈ سے زیادہ تماشائیوں کی دلچسپی کا خیال رکھنا چاہیے اور ظاہر ہے کہ تماشائی اس وقت لطف اندوز ہوں گے جب تیز رفتار بیٹنگ کا

مظاہرہ کیا جائے۔

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب میں پشاور میں ایک ٹورنامنٹ میں اپنی ٹیم کی جانب سے بیٹنگ کرر ہا تھا۔اوور کی تین ابتدائی گیندوں پر میں تین چھکے لگا چکا تھا۔مخالف ٹیم کے بولر' کپتان اور چند فیلڈروں نے آپس میں کچھ صلاح مشورہ کیا اور اس کے بعد انہوں نے اپنے تمام فیلڈر باؤنڈری لائن پر کھڑے کر دیے۔خیر چوتھی گیند کیلئے بولر نے دوڑنا شروع کیا۔میں نے تہیہ کرلیا تھا کہ کچھ بھی ہو جائے اس گیند پر چھکا ضرور لگاؤں گا۔توقع یہی تھی کہ بولر مجھے ایک اور چھکا مارنے سے روکنے کیلئے یارکر پھینکے گا' اس کیلئے میں نے پہلے ہی ذہن بنالیا تھا کہ میں قدم بڑھا کے اس یارکر کوفل ٹاس بنا کر چھکا ماروں گا لیکن حیران کن بات یہ ہوئی کہ وہ گیند پچھلی تین گیندوں کی طرح ایک آف سٹمپ پر پڑنے والی بے ضرر سی گیند تھی۔میں چونکہ آگے بڑھ چکا تھا اس لئے اس غیر متوقع گیند کو کھیلنے کیلئے صحیح پوزیشن میں نہ آسکا۔خواہش کے عین مطابق میں نے بلا نہایت طاقت سے لانگ آن کی جانب گھمایا مگر گیند بظاہر بے ضرر ہونے کے باوجود مجھے دھوکا دے گئی اور وکٹ کیپر نے میری بیلز اڑا دیں۔سب سے دلچسپ بات یہ ہوئی کہ بلا میرے ہاتھوں سے چھوٹ کر ہوا میں تیرتا ہوا باؤنڈری لائن کے باہر جا گرا۔میں چونکہ کریز سے باہر آ چکا تھا لہٰذا بلا ہاتھ میں نہ ہونے کی وجہ سے میرے پاس کریز میں واپس آنے کا موقع بھی نہ تھا۔میں اسٹمپڈ آؤٹ ہو گیا لیکن وہ نظارا کہ جب بلا ہوا میں تیرتا ہوا باؤنڈری لائن کے باہر جا گرا' وہاں موجود تمام لوگوں نے نہایت دلچسپی سے دیکھا اور لوگ بے حد محظوظ ہوئے۔جب میں گراؤنڈ سے باہر آیا تو کسی تماشائی نے پھبتی کسی۔

''بے چارے نے مارا تو چھکا ہی تھا مگر غلطی سے گیند کی بجائے بلا باؤنڈری لائن عبور کر گیا۔''

چھکے مارنے کا ایک دلچسپ واقعہ نیوزی لینڈ میں بھی ہوا۔ڈینیڈن میں جب میں نے ایک گیند پر چھکا مارنے کی کوشش کی تو گیند ہوا میں تن گئی۔شاید میرے بلے کے اوپری حصے کے

انتہائی کونے پر لگی تھی لہٰذا گیند باؤنڈری کی جانب سفر کرنے کی بجائے راکٹ کی مانند بیٹنگ اینڈ پہ ہی ہوا میں نہایت بلند اٹھ گئی۔ اس کی بلندی کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ اس دوران شکستہ دل سے بھاگ کر ہم نے دو رنز بنا لیے۔ میرا آؤٹ ہونا یقینی تھا۔ وکٹ کیپر سمیت تین چار فیلڈر گیند کے نیچے کیچ کا انتظار کر رہے تھے لیکن خوش قسمتی یہ ہوئی کہ کنفیوزن میں فیلڈر آپس میں ٹکرائے اور میں آؤٹ ہونے سے بچ گیا۔ لیکن میرے اس شاٹ کو ساتھی کھلاڑی بھی بہت انجوائے کرتے اور کہتے رہے۔

''شاہد نے مارا تو چھکا ہی تھا مگر یہ بلندی کا چھکا تھا''

ایک مرتبہ میں کوئٹہ سے کراچی کیلئے محو پرواز تھا۔ ابھی جہاز ہوا میں بلند ہی ہوا تھا کہ میں نے محسوس کیا کہ پرواز بے انتہا ناہموار ہے۔ یہ چھوٹا جہاز تھا اور اپنی مکمل اڑان بھرنے سے پہلے ہی اسے شدید جھٹکے لگنے لگے۔ جہاز میں بیٹھے ہوئے تمام مسافر بہت زیادہ پریشان تھے۔ میری نشست کے برابر والی سیٹ پر ایک خاتون بیٹھی تھیں۔ ان کا حال تو بہت برا تھا اور شاید انہیں متلی بھی ہو رہی تھی۔ کچھ دیر بعد انہوں نے قے کرنا شروع کر دی۔ انتہائی تشویشناک صورتحال تھی۔ ایئر ہوسٹس اور اسٹیورڈز بھی اپنی سیٹوں پر حفاظتی بیلٹ باندھے نہایت متفکر بیٹھے تھے۔ جہاز میں ایسی وائبریشن ہو رہی تھی کہ لگ رہا تھا کہ کراچی کی کسی ٹوٹی پھوٹی سڑک پر کوئی بس چلے جا رہی ہو۔ جہاز میں ہمارے سروں پر لگا ایئر کنڈیشن کا پینل شدید گڑگڑاہٹ سے ہل رہا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ تب گرا کہ اب گرا۔ میں بھی بہت گھبرایا ہوا تھا۔ جب کھڑکی سے باہر جھانک کر دیکھا تو میری روح ہی فنا ہو گئی کیونکہ جہاز آہستہ آہستہ نیچے ہوتا جا رہا تھا۔ کالے کالے پہاڑ جہاز سے کچھ فاصلے پر تھے۔ مجھے محسوس ہوا کہ اگر جہاز تھوڑا سا اور نیچے ہوا تو شاید یہ پہاڑوں سے ہی ٹکرا جائے گا۔ جہاز میں موجود تمام لوگ زور زور سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ جب میں نے جہاز کو مزید نیچے ہوتے دیکھا تو کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرنے کے مصداق تیزی سے جہاز کی کھڑکی بند کر دی۔ تھوڑی دیر کی اذیت کے بعد محسوس ہوا کہ جہاز زمین پر لینڈ کر چکا ہے' میری جان میں جان آئی۔ کھڑکی

کھول کر دیکھا تو واقعی جہاز کسی ایئر پورٹ کے رن وے پر رینگ رہا تھا۔ پندرہ منٹ کی فلائٹ ہو چکی تھی۔ میں نے خیال کیا کہ پائلٹ نے شاید کوئٹہ اور کراچی کے درمیان کسی ایئر پورٹ پر ہنگامی حالت کے تحت جہاز اتار لیا ہے۔ پانچ دس منٹ بعد جب جہاز زمین پر رینگتا ہوا ہوائی اڈے کی مرکزی عمارت کے سامنے آیا تو میں حیران رہ گیا کیونکہ جہاز دوبارہ کوئٹہ ایئر پورٹ پر اتر چکا تھا۔ یہ نہایت اذیت ناک سفر تھا جسے میں شاید زندگی بھر فراموش نہ کر سکوں۔

انضمام الحق' پاکستان کی موجودہ کرکٹ ٹیم میں سب سے پر اعتماد بیٹسمین ہیں۔ وہ پاکستان کی بیٹنگ میں ریڑھ کی ہڈی کی سی حیثیت رکھتے ہیں اور متعدد مرتبہ انہوں نے پاکستان کیلئے کار ہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں لیکن ان پر ایک الزام ہمیشہ سے ہے کہ بھاگنے میں نہایت سست ہیں اور یہ الزام کسی حد تک درست بھی ہے۔ مجھے بھی اسی مناسبت سے ایک دلچسپ واقعہ یاد آ رہا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب میں نیا نیا قومی ٹیم میں آیا تھا۔ میں پہلی بار قومی ٹیم کے ساتھ ویسٹ انڈیز کے دورے پر تھا۔ وہاں ایک تین روزہ میچ میں' میں اور انضمام کریز پر تھے۔ میں چونکہ تیز کھیلنے کا عادی تھا اس لئے میری خواہش ہوتی تھی کہ کم از کم گیندوں پر زیادہ سے زیادہ رنز بناؤں۔ نتیجتاً میں نہ صرف چوکے اور چھکے مارنے کی کوشش کرتا تھا بلکہ گراؤنڈ شاٹس پر بھی میری کوشش ہوتی تھی کہ میں بھاگ کر زیادہ سے زیادہ رنز بنا لوں۔ ویسٹ انڈیز کے خلاف اس تین روزہ میچ میں' میں نے مڈ آن پر ایک زبردست شاٹ مارا۔ گراؤنڈ کی گھاس بہت زیادہ اچھی کٹی ہوئی نہیں تھی لہٰذا گیند تیز رفتاری سے رول کرتی ہوئی باؤنڈری کی جانب نہیں گئی بلکہ اس کی رفتار کافی حد تک دھیمی ہو گئی۔ لانگ آن کے فیلڈر کے پاس موقع تھا کہ وہ لمبی دوڑ لگا کر باؤنڈری بچا سکتا تھا۔ میں تیز رفتاری سے بھاگ رہا تھا کیونکہ میری خواہش تھی کہ کم از کم تین رنز ضرور بنا لوں لیکن مجھے محسوس ہوا کہ انضمام عادتاً کچھ سست بھاگ رہے ہیں۔ میں نے اسکور لے کر انضی کو بیک اپ کیا اور کہا ''انضمام بھائی تیسرا رنز بھی ہے۔ تیزی سے.....'' یہ کہتے ہوئے میں اسٹرائیکنگ اینڈ پر پہنچا اور تیزی سے تیسرا اسکور لینے کیلئے مڑا۔ میں آدھی پچ پر آ چکا تھا لیکن جب میں نے سر اٹھا کر

انضمام کی جانب دیکھا تو حیران رہ گیا' وہ ابھی بولنگ اینڈ کی جانب دوسرے رنز کیلئے ہی بھاگ رہے تھے۔ گویا ہم دونوں آگے پیچھے ایک ہی سمت میں دوڑ رہے تھے۔ لانگ آن کے فیلڈر نے گیند کو گڈ آن باؤنڈری کے قریب روک لیا تھا۔ میں چونکہ تیسرے سکور کیلئے آدھی وکٹ عبور کر چکا تھا لہٰذا زور سے چیخا ''جلدی کرو...... انضی بھائی لیکن انضمام بڑے اطمینان سے بولر اینڈ پر رک گئے اور میری جانب دیکھ کر...... ''نو'نو'' کرنے لگے''۔ میرے تو ہوش ہی اڑ گئے کیونکہ میں تیسرا رنز مکمل کر کے انضمام کے قریب پہنچ گیا تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ انضمام بھاگنے کیلئے بالکل تیار نہیں تو میں نے گھوم کر فیلڈر کی جانب دیکھا۔ وہ وکٹ کیپر اینڈ کی جانب تھرو کر رہا تھا۔ وہ اینڈ بالکل خالی تھا۔ میں نے بھرپور جست لگائی اور تیزی سے گھوم کر وکٹ کیپر اینڈ کی جانب بھاگنے لگا۔ آخری لمحوں میں میری ڈائیو مجھے رن آؤٹ سے بچا گئی۔ بھرپور اپیل ہوئی مگر امپائر نے مسترد کر دی۔ جب ذرا ہوش ٹھکانے آئے تو میں نے انضمام کی جانب قدرے شکایتی نظروں سے دیکھا۔ انضمام ٹہلتے ہوئے میرے قریب آئے اور معصومیت سے بولے ''شاہد احتیاط سے...... تیسرا سکور نہیں بن سکتا تھا''۔ گو کہ میں اس وقت بالکل نیا تھا لیکن میں نے دل کڑک کر کے کہا

''انضمام بھائی آپ کہہ رہے ہیں کہ تیسرا رنز نہیں تھا جبکہ میں نے تو تین کی بجائے چار رنز بنا ڈالے' یہ اور بات ہے کہ آپ کے نہ بھاگنے کی وجہ سے مجھے ملے صرف دو رنز ہی......'' میرا یہ جملہ سن کر انضمام الحق بغیر کچھ کہے سر جھکا کر بولنگ اینڈ پر چلے گئے۔ ہمارے ساتھی بہت دنوں تک انضمام کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے رہے کہ آپ تو تیسرا رنز نہ بنا سکے جب کہ بیچارے آفریدی نے بھاگ بھاگ کر چار رنز بنا لیے۔

میرے الرٹ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بچپن سے میری کمپنی ایسی ہے کہ ہر وقت بھاگ دوڑ' گیمز' چھیڑ چھاڑ اور خوش رہنا۔ اسی سے مجھے اپنے لڑکپن کا ایک دلچسپ واقعہ بھی یاد آ گیا۔ اس وقت میری عمر بارہ تیرہ سال کے لگ بھگ ہوگی۔ میں اسکول کے بعد محلے کے لڑکوں کے ساتھ گلیوں اور میدانوں میں کرکٹ کھیلتا رہتا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب ہم ہر دم شرارتیں کرتے رہتے تھے۔

دلچسپ فقرے بازی کرنا ہم تمام لڑکوں کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ اس سب کا مقصد کسی کی دل آزاری نہیں بلکہ وقتی تفریح ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ عید کے دن ہم چار پانچ دوستوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہماری گلی میں سے جو بھی گزرے گا، ہم نہایت ادب کے ساتھ اس سے مصافحہ کریں گے اور گلے بھی ملیں گے۔ خواہ ہم انہیں جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔ ہم پانچوں دوست اپنی اس ہٹ دھرمی والی حرکت سے بے حد محظوظ ہوتے رہے لیکن اپنے چہروں سے ہم نے ہر ایک پر یہی ظاہر کیا کہ ہم عید کی خوشی میں بغل گیر ہو رہے ہیں۔ بہت سے انجانے لوگ ہماری اس حرکت پر ناخوش بھی ہو رہے تھے کہ انہیں بیکار میں رک رک کر پانچ پانچ لوگوں سے گلے ملنا پڑ رہا ہے۔ لیکن چونکہ عید کا موقع تھا، اس لئے لوگ شکوہ نہیں کر پا رہے تھے۔

اسی طرح ہم دوستوں نے موٹر سائیکل والوں سے لفٹ لینے کا منصوبہ بنایا۔ ہم چند دوست لڑکے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر کھڑے ہو گئے اور جو موٹر سائیکل والا گزرتا اس کو ہاتھ کا اشارہ دے کر لفٹ مانگتے۔ لفٹ مل جاتی تو دوسرے ساتھیوں کے پاس سے گزرتے ہوئے ان کو ہاتھ ہلاتے اور اسی طرح تھوڑی دیر بعد ہم سب دوست سڑک کے دوسرے کنارے پر موجود ہوتے۔ اس طرح ہمارا واپسی کا سفر شروع ہوتا۔ اس قسم کی دلچسپ شرارتیں ہم کرتے رہتے مگر ایک مرتبہ ہمارے ساتھ بہت برا ہوا۔

ہم سب دوست گلی میں کھڑے تھے۔ دیکھا کہ دو لڑکے جو عمر میں ہم سے تھوڑے بڑے ہوں گے، ایک بزرگوار کے ساتھ گلی میں کسی مکان کے نمبر کو تلاش کرتے ہوئے ہمارے پاس سے گزرے۔ ہم توقع کر رہے تھے کہ شاید وہ ہم سے بھی مکان کا پتہ پوچھیں گے لیکن جب احساس ہوا کہ وہ ہماری کوئی مدد نہیں لینا چاہ رہے تو ہماری رگ شرارت پھڑک اٹھی۔ ہم سب دوستوں نے ان لڑکوں کی جانب دیکھ کر ہنسنا شروع کر دیا اور جب وہ ہمارے قریب سے گزرے تو ہم نے انہیں ''ہیرو، ہیرو'' کہہ کر ان پر فقرے کسنا شروع کر دیے۔ ان لڑکوں نے ہمیں گھورا مگر ہم ڈھیٹ بنے

ہنستے ہی رہے۔ان کے والد بزرگوار کو بھی ہم پر بے حد غصہ آیا اور وہ یہ کہتے ہوئے چلے گئے'' بھئی بڑے نامعقول بچے ہیں''۔ تھوڑی دیر بعد ہم اپنی شرارت کو فراموش کر بیٹھے اور کھیل کود میں لگ گئے۔مغرب کے بعد جب میں گھر پہنچا تو میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی کیونکہ وہ بزرگوار اور ان کے دونوں بچے ہمارے گھر کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔ بعد میں یہ عقدہ کھلا کہ وہ ہمارے والد کے بہت پرانے ملنے والے تھے جو کئی سالوں بعد ہمارے گھر آئے تھے۔ میں اپنی شرارت پر نادم تھا اور مجھے پوری امید تھی کہ اب وہ والد صاحب سے میری شرارت کا ضرور ذکر کریں گے لیکن بزرگوار نے ایسا نہیں کیا۔یا تو وہ مجھے پہچان ہی نہ سکے کیونکہ انہوں نے مجھے پانچ چھ لڑکوں کے ساتھ دیکھا تھا یا پھر انہوں نے اپنے بڑے پن کا ثبوت دیتے ہوئے میری شرارت کو نظر انداز کر دیا' تاہم ان کے دونوں بیٹے مجھے دیکھتے ہوئے زیرلب مسکراتے رہے۔

# شرارتوں کا موسم

اپنے بچپن کو یاد کرتا ہوں تو سنہری یادوں کے کئی در وا ہو جاتے ہیں۔ ہماری شرارتوں کا موسم سدا بہار تھا۔ شرارتی تو میں اب بھی ہوں مگر اب اس قسم کی شرارت کرنے سے گریز ہی کرتا ہوں جس سے بدنامی یا شرمندگی کا خطرہ ہو مگر کیا کروں بے احتیاطی اب بھی ہو جاتی ہے۔ مگر جن دنوں کی کتھا میں آپ کو سنا رہا ہوں وہ بڑی نرالی ہے۔

ہم تمام دوست مل کر شرارتوں کا پروگرام بناتے تھے۔ میرے بچپن کا ایک دوست ہے واصف' بے حد شرارتی اور تیز دماغ شخص ہے۔ وہ نت نئی شرارتیں ایجاد کرتا مگر کسی معاملہ میں گڑبڑ کی صورت میں معاملے کو بگڑنے سے پہلے سنبھال بھی لیتا تھا۔ دوستوں کے انتخاب میں بھی میرا معاملہ عجیب رہا ہے۔ بچپن میں زیادہ تر دوست مجھ سے چار پانچ سال بڑے ہوتے تھے اور اب بھی اپنے سے بڑی عمر کے احباب سے دوستی کرتا ہوں۔ اپنے سے کم عمر لڑکوں سے دوستی اور بے تکلفی نہیں کر پاتا۔

یہ ان دنوں کی باتیں ہیں جب میں ابھی مشہور نہیں ہوا تھا' ہم دوستوں کے ساتھ مل کر پشاوری آئس کریم کھانے جاتے اور گاڑی سے ہی آرڈر دے دیتے۔ آئس کریم آتی' سکون سے کھاتے اور پھر پیسے دیئے بغیر یہ جا وہ جا' آئس کریم والا لڑکا بے چارہ پیچھے بھاگتا ہی رہ جاتا۔ ہم اپنی طرف سے شرارت کرتے تھے مگر اب محسوس ہوتا ہے کہ یہ شرارت نہیں ایک جرم ہوتا تھا' اس کی ندامت محسوس کرتا ہوں مگر............ خیر آگے سنیں۔

بچپن میں اپنے دوستوں کی ٹیم لے کر دوسرے علاقے میں میچ کھیلنے جاتے تو کوشش

کرتے کہ پہلے بیٹنگ ہم ہی کریں۔ ہم پہلے بیٹنگ کرنے کے بعد مخالف ٹیم سے کہتے کہ بھئی تمہاری باری اب لنچ کے بعد ہو گی' لیکن ہم باری دیئے بغیر بھاگ جاتے۔ اگلی مرتبہ ہم دوبارہ میچ کھیلنے جاتے تو وہ کھیلنے سے انکار کر دیتے۔ میں انہیں قائل کرنے کیلئے کہتا ''یار میں تو نہیں بھاگتا میرے لڑکے بھاگ جاتے ہیں' یقین مانو اب کی بار ایسا نہیں ہو گا۔''

یہ اتفاق ہے یا میرے ہاتھ کا جادو...... کہ ٹاس میں عموماً جیت جاتا تھا۔ ہماری ٹیم پہلے باری لیتی اور ہم ان سے لنچ کے بعد باری دینے کا وعدہ کر کے بھاگ جایا کرتے تھے۔ یہ بھی ہماری شرارتوں کا ایک سٹائل تھا۔ اس کا ہمیں نقصان یہ اٹھانا پڑتا کہ دوسری ٹیمیں ہمارے ساتھ کھیلنے سے انکار کر دیتیں یا پھر کہتیں کہ پہلے باری وہ لیں گے۔

بچپن اور لڑکپن میں میری شرارتوں کا یہ عالم تھا کہ کبھی نچلا نہیں بیٹھا تھا۔ بے چین و مضطرب اور شرارتی موڈ طاری رہتا تھا۔ اپنے گھر اور ہمسایوں کی لائٹیں دوستوں کے ساتھ مل کر ایسے توڑتا تھا جیسے بیری سے بیر توڑے جاتے ہیں' اس پر ابو اور بھائیوں سے ڈانٹ بھی پڑتی اور مار بھی۔ مجھ پر مار کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا' ادھر جھڑکیں کھاتا اور ادھر سب کچھ بھول چکا ہوتا۔

میں آج سوچتا ہوں کہ جو بچے شرارتیں نہیں کرتے وہ کبھی تیز طرار نہیں ہو سکتے۔ ایک دم ایکٹو اور کچھ کر گزرنے کا جذبہ تبھی پروان چڑھتا ہے جب آپ بچپن سے غیر معمولی طور پر ذہنی اور جسمانی طور پر تیز ہوں۔ ویسے میرا یقین ہے کہ ایسے بچے تمام عمر ڈپریشن کا شکار نہیں ہوتے' ان کے اندر غموں سے لاابالی کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے اور وہ دکھوں اور مصائب کو جھٹک کر پرے پھینکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں بچوں کو شرارتیں کرنے سے نہیں روکتا۔ انہیں ہنستے کھیلتے دیکھتا ہوں تو خوش ہو جاتا ہوں۔

# میں اور شعیب اختر

شعیب اختر اس وقت دنیا کا تیز ترین بولر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مختصر عرصہ میں اسے بہت شہرت دی۔ 1999ء کے ورلڈ کپ میں تو شوبی بام عروج پر تھا۔ انجری کی وجہ سے اسے بہت سے مسائل بھی پیش آئے اور ٹیم میں اس کی شمولیت بھی مشکوک ہوئی مگر مجھے یقین تھا کہ شعیب اختر طویل عرصہ تک قومی ٹیم کی نمائندگی کرے گا کیونکہ اس کی قوت ارادی بہت مضبوط ہے۔ کسی بھی قسم کے حالات ہوں' بالکل نہیں گھبراتا۔

میں نے بہت کم کھلاڑیوں کو خود کلامی کرتے پایا ہے لیکن شعیب اختر ایسا کرتا ہے۔ وہ ہر وقت خود کو نئے چیلنجز کیلئے تیار کرتا رہتا ہے۔ اس کی یہی خوبی مجھے بہت پسند ہے۔ گو شعیب اختر میں غصہ کچھ زیادہ ہے مگر میں اس کی کمپنی کو بہت انجوائے کرتا ہوں کیونکہ ہم دونوں ہی چھیڑ خانی اور ہنسی مذاق کے عادی ہیں۔ تیز ترین بولنگ اس کی اور تیز ترین بیٹنگ میری خوبی ہے اور یہی خوبیاں ہمیں ایک دوسرے کے قریب لے آئی ہیں۔

شعیب اختر سے میری پہلی ملاقات کا احوال بھی بہت دلچسپ ہے۔ ان دنوں انگلینڈ اے سے ہمارا ملتان میں میچ تھا۔ ہم دونوں ایک ہی کوچ میں سوار تھے اور ایک ہی ٹیم کے رکن بھی۔ مجھے ٹیم کے تمام لڑکوں میں شعیب اختر کچھ مختلف لگا۔ یہ اپنی سیٹ پر اکیلا بیٹھا سوچوں میں گم تھا۔ آج بھی شعیب اختر گھنٹوں تنہا بیٹھ کر بور نہیں ہوتا۔ میں نے سوچا کیوں نہ اس لڑکے کو تھوڑا تنگ کیا جائے لہٰذا میں اس کی سیٹ پر چلا گیا اور ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیں۔ اب میں سوچ رہا تھا کہ اس لڑکے کو کیسے الو بناؤں؟ اچانک میرے ذہن میں ایک تجویز آ گئی اور میں نے باتوں باتوں

میں شعیب اختر سے پوچھ لیا۔

''یہ بتاؤ کہ دو ہاتھی ایک فوکسی میں کیسے بیٹھ سکتے ہیں؟''

شعیب اختر اس وقت نیا تھا لہٰذا میری بات سن کر پریشان ہو گیا۔ بے چارے نے کوشش تو کافی کی مگر کوئی حل سمجھ میں نہیں آیا تو کہنے لگا۔

''یار یہ کیسے ممکن ہے؟ دو ہاتھی ایک فوکسی میں بیٹھ ہی نہیں سکتے بلکہ فوکسی میں تو ہاتھی کا ایک پاؤں بھی نہیں آ سکتا۔''

میں اس کی پریشانی کو خوب انجوائے کر رہا تھا' اسے سوچنے کیلئے کافی وقت دیا مگر جب اس نے ہار مان لی تو میں یہ کہتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا۔

''ایک ہاتھی اگلی سیٹ پر اور ایک ہاتھی پچھلی سیٹ پر'' میرے اس جواب پر کوچ میں زبردست قہقہہ لگا اور بے چارہ شعیب غصے میں دانت پیستا ہی رہ گیا۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کے بعد میری اور شعیب اختر کی خوب دوستی ہو گئی۔

اس وقت شعیب اختر کچھ باتیں اردو میں کرتا تھا اور کچھ اپنی راولپنڈی کی زبان میں۔ آج بھی اس کی یہ عادت برقرار ہے اور ایسا کرتے وہ مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔

میں نے آج تک شعیب اختر کی طرح تیز رفتار بولر نہیں دیکھا۔ وہ واحد بولر ہے جس کا نیٹ اور میچ میں سامنا کرتے وقت میں بہت زیادہ محتاط ہوتا ہوں۔ اس کے کندھوں میں بہت جان ہے اور اس کیلئے شعیب اختر محنت بھی ٹھیک ٹھاک کرتا ہے۔ کیسا ہی موسم ہو اس نے جم اور ایکسر سائز کیلئے ضرور جانا ہے۔

مجھے اس سے دوستی کا ہر جگہ فائدہ رہتا ہے۔ ہم نیٹ کر رہے ہوں تو شعیب اختر مجھے تیز گیند نہیں کرتا بلکہ ذرا آگے گیندیں کرتا ہے تاکہ مجھ میں اعتماد آئے۔

اگر شعیب سے میرا سنگل وکٹ میچ ہو تو بہت ٹف ہو گا۔ میں اسے چھکے ماروں گا اور وہ مجھے باؤنسر۔ میں اسے بیٹنگ میں پکڑ لوں گا اور وہ مجھے بولنگ میں لیکن یہ میچ بہت زبردست ہو گا۔

شعیب کی شدید خواہش رہتی ہے کہ مجھے کسی فرسٹ کلاس میچ میں بال کرے۔ ایک ایسے ہی میچ میں میں نے اسے سیدھا چوکا مارا تھا تو اس کے بعد اگلی گیند پر اس نے میرے ساتھ کیا کیا ہوگا' آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ اس واقعہ سے بھی آپ کو شعیب کے بولنگ سٹائل کا پتہ چلے گا۔

شعیب انگلینڈ میں گراہم ہک کی کاؤنٹی ووسٹر شائر کے خلاف میچ کھیل رہا تھا۔ گراہم ہک ایک اینڈ پر کھڑا تھا اور دوسری طرف ایک کھبا بیٹسمین تھا۔ وہ بلے باز شعیب کو سٹرک لگا رہا تھا۔ شعیب اختر نے کافی تیز گیندیں کرائیں مگر وکٹ نہ مل سکی۔ ان دنوں انگلش اخبارات میں بھی شعیب اختر کے بہت چرچے تھے کہ بہت تیز بولر ہے مگر دونوں بیٹسمینوں نے اس کی کافی درگت بنالی۔ جب کافی کوشش سے بھی گراہم ہک آؤٹ نہیں ہوا تو شعیب نے جان بوجھ کر کوشش کی کہ وہ سنگل لے کر دوسرے اینڈ پر آئے۔ ایسا ہی ہوا تو شعیب اختر نے اس کھبے بیٹسمین کو ٹھیک ٹھاک تیز باؤنسر کر دیا جو اس کے منہ پر لگا اور اس کا جبڑا ٹوٹ گیا۔ اس وقت تو شعیب اختر کو اپنی کامیابی پر دلی خوشی ہوئی مگر بعد میں اس بلے باز کو ملنے ہسپتال گیا۔

یہ شعیب کی خامی ہے کہ بولنگ میں مار پڑے تو اسے خود پر کنٹرول نہیں رہتا۔ پھر اس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ بیٹسمین کو باؤنسر مار دے اور اس کوشش میں اسے وکٹیں مل بھی جاتی ہیں۔ کوئی بیٹسمین زیادہ دیر تک شعیب اختر کو کھیل نہیں سکتا۔ حالیہ سیریز میں کیوی بلے بازوں کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ گراؤنڈ میں شعیب بہت ریزرو رہتا ہے بیک اپ کے علاوہ کوئی بات نہیں کرتا جبکہ مجھ سے زیادہ دیر تک خاموش نہیں رہا جاتا۔

میری طرح شعیب اختر کو بھی اپنے کیریئر میں متعدد سکینڈلز کا سامنا کرنا پڑا۔ انگلینڈ سے واپسی پر سکینڈل سے تو شعیب اتنا پریشان ہوا کہ پندرہ بیس دن تک گھر سے نہیں نکل سکا کیونکہ ایسی صورتحال میں بڑے تاجر سے چھوٹا دوکاندار تک ضرور سوال کرتا ہے کہ یہ کیا کیا؟ تسلسل سے سکینڈل چھپنے پر کرکٹ سے توجہ بھی ہٹ جاتی ہے۔ اسی چکر میں شعیب کا بھی کافی وقت ضائع ہوا' ویسے بھی سکینڈل بہت بڑی سرخی کے ساتھ آتا ہے جبکہ تردید اندرونی صفحات میں ایک دو لائن

ی لگی ہوتی ہے جسے شاید کوئی پڑھتا بھی نہیں۔ سکینڈل کے متعلق شعیب اختر کا نقطہ نظر یہ ہے کہ کرکٹر افیئر یا سکینڈل افورڈ نہیں کر سکتا کیونکہ کرکٹر اور بیٹیاں دونوں پرائے ہوتے ہیں۔

مجھے میوزک کا بہت شوق ہے مگر پاپ گانے کم سنتا ہوں۔ اکٹھے ہوں تو میں اور شعیب یک لگا کر بھنگڑا شروع کر دیتے ہیں۔ شعیب بھی اچھا گاتا ہے لیکن کسی کے سامنے نہیں۔ جگجیت کی یہ غزل تو اس کی پسندیدہ ہے اور اسے اکثر سنتا ہے۔

لوگ ہر موڑ پر رک رک کے سنبھلتے کیوں ہیں

اتنا ڈرتے ہیں تو پھر گھر سے نکلتے کیوں ہیں

شعیب اختر شاپنگ کرنے سے پہلے سوچ کر اور اتنے پیسے جیب میں رکھ کر جاتا ہے بلکہ خود شاپنگ کم کرتا ہے اور مجھے جو اچھی چیز پہنے دیکھتا ہے اتروا لیتا ہے۔ مشترکہ شاپنگ ہم اس لئے نہیں کرتے کہ کبھی کبھار میں بھی اس کی چیزیں لے لیتا ہوں۔

شعیب کی چوائس اچھی ہے اس سے شرٹیں میں اس لئے لیتا ہوں کہ اور اچھا لگوں۔ اس کا جسم بہت اچھا ہے سکن ٹائٹ کپڑوں میں اور اسمارٹ لگتا ہے۔ فارغ ہوں تو ہم اکثر پنجہ لڑاتے ہیں۔ میرا ہاتھ سخت ہے اس لئے شعیب اختر مجھ سے پنجہ لڑاتے ہوئے ڈرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں ایک خوبی یا خامی یہ ہے کہ جس لباس (چاہے نیکر) میں بیٹھا ہو کسی کے آنے پر تبدیل نہیں کرتا۔ کئی مرتبہ اسی طرح باہر بھی نکل جاتا ہے جبکہ میں خاصی احتیاط کرتا ہوں۔

ہم میں جہاں کئی باتیں مشترک ہیں وہاں بہت مختلف بھی ہیں۔ مثلاً میں خاموش نہیں رہ سکتا جبکہ شعیب ساری رات بھی اکیلا بیٹھا رہے تو اکتائے گا نہیں۔ اسے خاموش رہنا زیادہ پسند ہے۔ البتہ ہم نے اکٹھے بہت سی شرارتیں بھی کی ہیں۔

ایک مرتبہ ہم ملائشیا میں تھے۔ ہمارا ساتھی کرکٹر محمد حسین صوفے پر دھت سویا ہوا تھا' صوفے کے نیچے پہیے لگے دیکھ کر ہمیں شرارت سوجھی۔ شعیب اختر نے صوفے کو کھینچا اور کمرے سے نکال کر لفٹ تک لے آیا مگر محمد حسین کو پتہ بھی نہ چلا۔ کرنل نوشاد صاحب کہیں باہر جانے کو نکلے

تو محمد حسین کو لفٹ کے پاس صوفے پر سویا ہوا پایا۔ انہوں نے اسے کہا کہ اٹھو کمرے میں چلو مگر وہ تو نیندوں میں تھا'' جواب دیا سر تھکا ہوا ہوں' ابھی کچھ اور دیر سونے دیں''۔ کرنل صاحب بھی سمجھ گئے کہ کسی نے اسکے ساتھ شرارت کی ہے۔ انہوں نے بھی اسے انجوائے کیا اور محمد حسین کو صوفے پر سوتا چھوڑ کر چلے گئے۔ بعد میں بھی کئی اور لوگ وہاں سے گزرے اور حسین کو اس حالت میں دیکھ کر ہنستے مسکراتے رہے۔ صبح ہم پھر صوفے کو کھینچ کر کمرے میں لائے مگر محمد حسین کو آج تک نہیں پتہ چلا کہ اس کے ساتھ کیا ڈرامہ ہوا تھا؟

کھلاڑیوں میں مجھے سری لنکن جبکہ شعیب اختر کو ویسٹ انڈیز کے کھلاڑی اچھے لگتے ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ ویسٹ انڈیز بہت زیادہ تعاون کرنے والے ہیں۔

ایک مرتبہ میں راولپنڈی گیا تو شعیب اختر کو فون کیا کہ کہیں باہر کھانا کھائیں گے۔ مزے کی بات دیکھیں کہ یہ آیا اور کھانا کھا کر چلا گیا جبکہ اس کے شہر میں مہمان ہونے کے باوجود بل مجھ کو دینا پڑا۔

شعیب کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ کسی کی کاپی نہیں کرتا بلکہ لوگ اس کے سٹائل کو اپنا کر خوش ہوتے ہیں۔ اس نے ایک مرتبہ کانوں میں سونے کا بندہ پہنا تھا تو کافی لوگوں نے اس کی تقلید کی۔ گراؤنڈ میں کسی بیٹسمین کو آؤٹ کرنے کے بعد بازو پھیلا کر وکٹ کیپر کی طرف بھاگنے کا اس کا انداز سب سے منفرد ہے۔ آج کل اکثر نوجوان شعیب کے اس انداز کو اپنائے ہوئے ہیں۔ مجھے تو اس کا بولنگ رن اپ بھی بہت خوبصورت اور متاثر کن لگتا ہے اور شعیب انجری کا شکار نہ ہو تو عالمی ریکارڈ میں اس کا نام سب سے نمایاں ہوگا۔

گزشتہ کچھ عرصہ سے اس پر متنازعہ بولنگ ایکشن کا الزام عائد کیا جاتا رہا ہے مگر میں نے شعیب کا وہ بازو بھی دیکھا ہے جس میں پیدائشی نقص سے ایسا محسوس ہوتا ہے۔ اچھی بات یہ ہے کہ شعیب نے اس الزام کو مثبت طریقے سے لیا اور آئی سی سی کی تجویز کردہ تمام کمیٹیوں کے سامنے پیش ہوا۔ اس سے وہ ایک مرتبہ پھر کلیئر ہے اور امید ہے کہ آئندہ اس کے بولنگ ایکشن

سے متعلق کوئی سوال نہیں اٹھایا جائے گا۔

ریگولر رننگ، ویٹ ٹریننگ اور بولنگ پریکٹس شعیب کی کامیابی کا راز ہے۔ ٹریننگ کو عبادت سمجھ کر، ہر کام مکمل سنجیدگی سے اور انوالو ہو کر کرتا ہے۔ کئی مرتبہ اسے میں نے خود سے کہتے پایا ہے کہ میں دیر تک کھیل سکتا ہوں اور وقار، وسیم جیسی کامیابیاں میرا بھی مقدر ہوں گی۔

سچی بات تو یہ ہے کہ ہمارا سسٹم ہی کچھ ایسا ہے کہ یہاں کوئی کسی کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ آپ کو خود ہی یہ فریضہ بھی سرانجام دینا پڑتا ہے اور شعیب اختر تو خیالوں میں کھویا رہنے والا بندہ ہے۔ مجھے امید نہیں بلکہ یقین ہے کہ پاکستان کرکٹ ٹیم شعیب کی بدولت ریکارڈ کامیابیاں حاصل کرے گی۔

# معصوم فضل اکبر

فضل اکبر پاکستانی کرکٹ کا وہ سٹار ہے جو پشاور انڈر 19 ' پاکستان انڈر 19 حتیٰ کہ لنکا شائر کاؤنٹی کی بھی نمائندگی کر چکا ہے مگر قومی کرکٹ ٹیم میں چانس ملنے کے باوجود بدقسمتی سے مستقل جگہ نہیں بنا پایا۔ چھ فٹ دو انچ قد کا مالک یہ کرکٹر کھیل کی ابتداء سے انتہا تک کا فاصلہ طے کرنے کا خواہشمند ہے مگر قسمت ابھی پوری طرح اس پر مہربان نہیں ہوئی۔

مجھے بھی فضل اکبر کے ساتھ بہت سے میچوں میں کھیلنے کا موقع ملا اور میری اس کے ساتھ زبردست انڈرسٹینڈنگ بھی ہے۔ فضل اکبر سے میری دوستی کی سب سے اہم وجہ اس کا معصوم ہونا ہے۔ کئی سالوں سے میرے ساتھ ہے مگر میری شرارتی طبیعت کو آج تک صحیح معنوں میں سمجھ نہیں پایا' یہی وجہ ہے کہ کئی مرتبہ میرے ہاتھوں بے وقوف بنا اور یہ واقعہ تو یقیناً آپ کیلئے بھی دلچسپی کا حامل ہوگا۔

ہوا یوں کہ ایک کرکٹ میچ کے سلسلے میں ہم ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں مقیم تھے اور فضل اکبر میرا روم میٹ تھا۔ میرے پاس کسی جاننے والی لڑکی کا فون آیا تو میرے شرارتی ذہن میں فوراً ایک پلان آ گیا۔ میں نے سوچا کہ کیوں نہ فضل اکبر کا امتحان لیا جائے۔ بہت کہتا ہے کہ مجھے بے وقوف نہیں بنایا جا سکتا اور میں جلد ہر کسی سے فری بھی نہیں ہوتا۔ میں نے اس لڑکی کو بتایا کہ فضل اکبر میرا روم میٹ ہے اور میں اس کے ساتھ کچھ ہنسی مذاق کرنا چاہتا ہوں' لہٰذا تم اسے فون کر کے کہو کہ میں آپ کی بہت بڑی پرستار ہوں اور آپ سے ملاقات کی خاطر استقبالیہ (ریسیپشن) پر منتظر ہوں۔ اس وقت فضل اکبر واش روم میں تھا۔ لڑکی نے کچھ دیر بعد اسے فون کر کے کہا "پلیز نیچے آ

کر مجھ سے ملیں، میرے ساتھ تصویر کھنچوائیں اور مجھے آٹوگراف بھی دیں"۔

اب فضل اکبر کی خوشی دیکھنے والی تھی، میں نے ایسے ہی شو کیا کہ مجھے کسی بات کا علم نہیں۔
فون سننے کے بعد فضل اکبر نے فوراً الماری سے اپنا سوٹ نکالا اور دس منٹ میں تیار ہو گیا۔ نیچے جانے لگا تو میں نے بظاہر لاپرواہی سے پوچھا۔

"فضل اکبر کہاں جا رہے ہو"؟

کہنے لگا "یار ایک عزیز نے کھانے پر مدعو کیا ہے۔"

اب میں تو اندر کی بات جانتا تھا مگر مزید استفسار کیا "کتنی دیر تک آؤ گے؟"

جواب ملا "تقریباً آدھے گھنٹے میں"

یہ کہہ کر یہ جا وہ جا مگر لڑکی کو آنا ہوتا تو وہ آتی۔ بے چارہ فضل اکبر لڑکی کے انتظار میں نیچے کھڑا خوار ہوتا رہا، اس دوران میں نے لڑکی کو فون کیا کہ ابھی انتظار سے تنگ آ کر فضل اکبر اوپر آئے گا، تم پھر فون کرنا کہ میں تو ہوٹل کے فلاں ہال میں کھڑی ہوں، آپ آئے کیوں نہیں اور اسے پھر بلانا کہ میں منتظر ہوں۔

فضل اکبر کو غصہ تو بہت تھا مگر جب اوپر آ کر اس نے لڑکی کا فون سنا تو نارمل ہو گیا کہ شاید کوئی غلط فہمی ہو گئی، لہٰذا پھر نیچے چلا گیا۔ اس بے چارے نے سارا ہوٹل دیکھ ڈالا مگر لڑکی نہ ملی۔ اس دوران اگر کسی ساتھی کرکٹر نے اسے پوچھا بھی کہ کسے تلاش کر رہے ہو؟ تو جواب ملا کہ یار ایک عزیز نے ہوٹل سے پک کرنا ہے۔

اب معصوم فضل اکبر اصل بات کیسے بتاتا؟ اسے یقیناً بہت شاک لگا ہو گا مگر صورت حال ایسی تھی کہ کسی دوست سے نہ تو لڑکی کے متعلق پوچھ سکتا تھا اور نہ ہی اس واقعہ سے آگاہ کر سکتا تھا۔ بہر حال تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ اوپر کمرے میں آیا تو نکٹائی ڈھیلی سی ہوئی تھی اور چہرے پر بھی مایوسی تھی۔ پہلے تو میں کچھ دیر خاموش رہا پھر میں نے ہولے سے پوچھا۔

"فضل اکبر، ملی نہیں"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا کہ اسے کیسے علم ہوا لیکن اب مجھ سے بھی صبر نہیں ہو رہا تھا لہٰذا افضل اکبر کا خوب ریکارڈ لگایا کہ ''سانوں نہر والے پل تے بلا کے' سیونی ماہی کتھے رہ گیا'' اس کے بعد میں آگے آگے تھا اور افضل اکبر پیچھے پیچھے اور پھر وہی ہوا جو عموماً اس قسم کی حرکتوں کے بعد ہوتا ہے۔

## پلے بوائے

کہتے ہیں کہ جہاں دو برتن ہوں گے وہ کھڑاک تو کریں گے۔ مطلب یہ ہوا کہ اکٹھے کام کرنے والوں میں بھی اختلاف ممکن ہے۔قومی کرکٹ ٹیم کے کھلاڑی بھی اس سے مبرا نہیں اور پھر یہ تو وہ پلیٹ فارم ہے جہاں ہر وقت زبردست مقابلے کی سی کیفیت رہتی ہے۔ گورنمنٹ جاب تو ہے نہیں کہ ایک مرتبہ سلیکٹ ہو گئے تو پھر مدت ملازمت پوری کر کے ہی ریٹائرڈ ہونا ہے بلکہ یہاں تو جگہ بنانا پڑتی ہے اور پھر اسے برقرار رکھنا تو اور بھی مشکل ہوتا ہے۔ایک ایک پوزیشن پر کئی کھلاڑیوں میں مقابلہ ہوتا ہے۔اچھا سکور کر کے بھی گارنٹی نہیں کہ اگلا میچ آپ ہی کھیلیں گے۔

ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جب ڈیبیو میچ میں سنچری سکور کرنے والے بھی جلد کرکٹ کے افق سے غائب ہو گئے۔ ٹیم کے مستقل کھلاڑیوں میں بھی ہر وقت مختلف قسم کے مقابلے چل رہے ہوتے ہیں' کوئی کسی سے صرف اس وجہ سے الجھ پڑتا ہے کہ پرستار اس کو زیادہ لفٹ کراتے ہیں تو کوئی ہمیشہ اپنی سینیارٹی کا فائدہ اٹھانے کے چکر میں رہتا ہے۔ایسا بھی بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ دو فاسٹ بولروں میں آپس میں بہت دوستی ہو یا دو سپن بولر یا دو بلے باز ایک دوسرے پر جان چھڑکتے ہوں بلکہ ذرا باریک بینی سے جائزہ لیں تو انہیں ایک دوسرے کے خلاف ہی پائیں گے کیونکہ انہیں خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں دوسرا میری پوزیشن پر قبضہ نہ کر لے۔

پریس کلب لاہور میں وقار یونس کی وسیم اکرم کے خلاف پریس کانفرنس اور ان کا بیان تو ابھی تک بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں تازہ ہو گا کہ جس میں انہوں نے کہا کہ وسیم اکرم میرا کیریئر ختم کرنے کے درپے ہے۔ وہ مجھے اپنی قیادت میں نہیں کھلانا چاہتا اور اس نے کئی میچوں

میں مجھے ٹیم سے نکلوایا ہے اور پھر حالات کا پلٹا دیکھیں کہ آج وقار یونس پاکستان کرکٹ ٹیم کا کپتان ہے اور خود وسیم اکرم اپنے کیریئر کے آخری میچ کھیل رہا ہے۔ ویسے بھی اگر مثبت مقابلے کی فضا قائم ہو تو بہت اچھا ہے کہ اس میں ٹیم اور ملک دونوں کا فائدہ ہے۔ مگر اکثر اوقات منفی رویہ ہی سامنے آیا ہے۔ کئی کھلاڑیوں سے نہ تو کسی کی شہرت ہضم ہوتی ہے اور نہ پرفارمنس۔ ایک میچ میں شعیب اختر کو مین آف دی میچ مل گیا تو دوسرا اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہا ہوگا چاہے وہ اپنے جذبات کو ظاہر نہ کرے مگر ان کے قریبی لوگوں کو پتہ ہوتا ہے کہ کس کا کس سے کیا مسئلہ چل رہا ہے۔ بعض تو اپنے حریفوں کے خلاف باقاعدہ الٹی سیدھی خبریں بھی شائع کروا دیتے ہیں، جن میں واقعات کو غلط رنگ دیا ہوتا ہے تاکہ اس کھلاڑی کیلئے ٹیم میں اپنی جگہ برقرار رکھنا مشکل ہو جائے۔ بہر حال یہ اندرونی سازشیں ہر دور میں رہی ہیں اور آج بھی کئی کھلاڑی اپنے کیریئر کے خاتمہ کا ذمہ دار کسی دوسرے کو قرار دیتے ہیں۔

شاہد آفریدی کو بھی کچھ ایسے ہی حالات درپیش رہے ہیں۔ کبھی ان کے خلاف ایک سکینڈل شائع ہوا تو کبھی دوسرا۔ ان میں سے فضا میں چھیڑ چھاڑ کا بھی بہت چرچا رہا۔ خبر کے مطابق شاہد آفریدی نے جہاز میں کسی ایئر ہوسٹس کو چھیڑا تھا، جس نے بھی سنا، آفریدی کو برا بھلا کہا۔ شاہد آفریدی حقائق سے یوں پردہ اٹھاتے ہیں کہ میں کافی تھکا ہونے کی وجہ سے سکون سے سفر کرنا چاہتا تھا اور ایک فیملی کے بچے مجھ سے آٹوگراف لینے کیلئے بضد تھے۔ میں نے چند ایک کو آٹوگراف دیا بھی اور پھر انہیں کہا "بیٹا میں آرام کرنا چاہتا ہوں، آپ بعد میں آٹوگراف لے لیجئے گا" مگر وہ بچے شرارتی تھے، ایک جاتا تو دوسرا آ جاتا۔ کئی ایک نے تو بار بار آٹوگراف لیا، اس حرکت پر مجھے غصہ آ گیا کہ میں تو آرام کے موڈ میں تھا اور یہ بلاوجہ تنگ کر رہے تھے۔ میں نے ایک بچے کو جھاڑ دیا تو اس کی فیملی مجھ سے الجھنے لگی، میں نے انہیں کہا بھی کہ آپ بچوں کو ذرا سمجھائیے مگر وہ تو الٹا ان کی حمایت کر رہے تھے، اتنی دیر میں ایئر ہوسٹس آ گئی، اس نے پوچھا کہ کیا مسئلہ ہے تو ان کے والدین نے کہا کہ بچوں نے صرف آٹوگراف ہی تو مانگا تھا مگر شہرت ان سے ہضم نہیں ہو رہی۔ اب

میں انہیں کیسے سمجھاتا کہ بھئی ہم کوئی مشین نہیں، ہمیں بھی سکون اور آرام چاہیے مگر وہ تو کچھ سننے کو تیار ہی نہ تھے۔ ایئر ہوسٹس کو پورے واقعے کا علم نہ تھا' اس نے بھی مجھے کہا ''ایک آٹوگراف کی ہی تو بات تھی، آپ دے دیتے'' میں نے ذرا تلخی سے کہہ دیا ''محترمہ آپ کو علم نہیں کہ ان بچوں کا کیا رویہ تھا' آپ جایئے اور اپنا کام کیجئے'' یہ وہ گفتگو تھی جسے بعد میں ایئر ہوسٹس کو چھیڑنے کا نام دے دیا گیا۔

اصل بات یہ تھی کہ پریس میں اسے غلط رنگ دے کر لانا ہمارے ایک سینئر پلیئر کی کارستانی تھی' اس نے جان بوجھ کر غلط معلومات دیں کہ وہ میری شہرت سے خائف تھا۔ اس نے کئی مواقع پر ساتھی کرکٹروں سے کہا کہ دیکھو اسے جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے اور یہ بڑا مشہور ہو رہا ہے۔ مجھے ایک لڑکے نے بتا دیا جس سے اس نے بات کی تھی کہ ہوشیار رہو' یہ بندہ تمہارے متعلق یہ خیالات رکھتا ہے۔ اب وہ سینئر کھلاڑی ٹیم میں نہیں اور میں نے بھی انکی عزت کرنا چھوڑ دی ہے کہ عزت کروانے کیلئے عزت کرنا بھی ضروری ہے۔

جن کے میڈیا میں دوست ہوں وہ بھی خبر لیک آؤٹ کر دیتے ہیں اور اس طرح نئے لڑکوں کیلئے بہت مسئلہ ہوتا ہے۔ میرا امیج بھی ایک ''پلے بوائے'' والا بنا دیا گیا کہ جیسے مجھے اس کے علاوہ کوئی کام نہیں۔ مجھے اطمینان ہے کہ کبھی کسی کے خلاف غلط جذبات نہیں رکھتا' سب سے اچھی دوستی ہے اور شہرت اور عزت تو اسی کو ملتی ہے جس کو اللہ دے۔ خدا کا مجھ پر بڑا کرم ہے کہ گو میں نے ابھی تک کوئی معرکہ سرانجام نہیں دیا لیکن میرے چاہنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے' وہ میرے لیے دعا گو بھی رہتے ہیں اور خراب پرفارمنس پر بھی حوصلہ بڑھاتے ہیں۔ تمام لوگوں کو حتی الامکان اچھائی سے پیش آنا چاہیے اور باقی تمام معاملات خدا پر چھوڑ دیئے جائیں کہ وہ جو آپ کے حق میں بہتر ہوگا وہی کرے گا۔

# میں اور میرے سکینڈلز

شہرت اور سکینڈلز کا تو چولی دامن کا ساتھ ہے۔ بل کلنٹن ہوں یا لیڈی ڈیانا' کوئی بھی الزامات سے بچ نہیں پایا کیونکہ چرچا تبھی ہوتا ہے جب کسی مشہور شخصیت کے ساتھ نام آئے وگرنہ عام لوگوں کے سکینڈل کیوں نہیں بنتے؟ پریس کا بھی اس میں اہم کردار ہے کہ چھوٹی سی بات کو بڑھا چڑھا کر لکھ دیا جاتا ہے' چاہے کسی بے چارے کی جان چلی جائے۔

اپنے کیریئر کے آغاز سے شادی تک مجھے بھی ایک نہیں کئی سکینڈلز کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تو بہت سی اچھی باتوں کو بھی غلط رنگ دے دیا جاتا ہے' بہتر یہ ہے کہ کسی بھی خبر کی اشاعت سے پہلے دوسرے فریق کا موقف بھی سن لیا جائے تاکہ بلاوجہ کوئی مسئلہ نہ ہو۔ ایک ایسی ہی خبر پر مجھے 50 ہزار روپے جرمانہ ہوا اور شرمندگی بھی بہت اٹھانا پڑی۔ قابل غور بات یہ ہے کہ اس سکینڈل کے متعلق کسی بڑے اخبار نے کچھ نہیں لکھا جبکہ دوپہر کے اخبارات سنسنی خیزی پیدا کرنے اور اپنی اشاعت بڑھانے کیلئے مرچ مصالحہ لگاتے ہیں۔

میرے جلد شادی کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان سکینڈلز سے تو جان چھوٹے اور اب آپ دیکھ لیں کہ کافی سکون ہے۔ پاکستان میں کنوارہ ہونا بذات خود ایک مسئلہ ہے کہ ایسے بندے کے ساتھ کوئی بھی کچھ بھی کہانی جوڑ دیتا ہے۔ اس وقت ہوا یہ تھا کہ میں' عتیق الزماں اور حسن رضا سنگاپور جانے سے ایک رات پہلے کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ہماری عادت ہے کہ دیر تک بیٹھے گپ شپ کرتے رہتے ہیں۔ رات کے تقریباً 2 بجے تھے کہ تین لڑکیاں آٹوگراف لینے آئیں۔ وہ اسی ہوٹل میں ٹھہری ہوئی تھیں' اب کوئی یہ بھی سوال کر سکتا ہے کہ اتنی رات گئے کیوں؟

تو میری سمجھ میں تو اس کی دو ہی وجوہات آتی ہیں کہ ایک تو پہلے ہم کمرے میں نہیں تھے۔ باہر گھوم پھر کر تقریباً رات 12 بجے کمرے میں آئے تھے' دوسرا فائیو سٹار ہوٹلوں میں جو لوگ ٹھہرتے ہیں' وہ دن کو سونے اور راتوں کو جاگنے والے ہوتے ہیں۔ ہوٹل میں تو ساری رات دن کا سا سماں ہوتا ہے اور میں اپنی صفائی میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ کوئی بے وقوف ہی ایسی جگہ کوئی غلط حرکت کرے گا۔ بہرحال میں نے ان سے معذرت کی مگر وہ اصرار کرنے لگیں کہ کافی دیر سے آٹو گراف لینے کا انتظار کر رہی ہیں۔ لہٰذا اخلاقاً انہیں اندر آنے کا کہہ دیا۔ اس وقت ہمارے کمرے کا دروازہ بالکل کھلا ہوا تھا۔ چونکہ ہم لوگ چائے پی رہے تھے' اس لیے ان سے بھی پوچھ لیا۔ انہوں نے ہمارے ساتھ تصاویر بھی بنائیں' اس طرح کچھ وقت گزر گیا' پھر وہ چلی گئیں۔ ان کو ہمارے کمرے سے نکلتے شاید کسی اخبار والے نے دیکھ لیا اور یوں ان کے لیے کہانی بن گئی۔ حالانکہ پرستار ہم سے ملنے آتے رہتے ہیں مگر جب لکھنے والے کا ذہن منفی ہو تو پھر اسے ہر بات میں غلط ہی نظر آئے گا۔ بورڈ نے خبر کی اشاعت پر ہمیں کال کیا اور ہمیں اس بات پر جرمانہ ہوا کہ رات کے وقت کوئی بھی ملنے آئے' آپ نے نہ تو آٹو گراف دینا ہے اور نہ تصویر بنوانی ہے' ہمیں جرمانہ صرف ٹیم ڈسپلن کی خلاف ورزی پر ہوا۔ نہ جانے اس رپورٹر کو اس حرکت سے کیا ملا؟

ایسے موقع پر میں اچھے اخبار نویسوں کی تعریف بھی کروں گا جو درست اور تحقیق کے بعد ہی کوئی خبر شائع کرتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جب کال گرلز اسٹوری (اخبار کا دیا ہوا نام) چھپی تو ہم لوگ سنگاپور میں تھے۔ میں تو وہ اخبار بھی نہیں دیکھ سکا۔ سکینڈل چھپنے کے بعد گھر والوں نے سرسری سے انداز میں پوچھا تھا' میں نے کلیئر کر دیا۔ میرے اہل خانہ اور سسرال کو بخوبی اندازہ ہے کہ ''ساؤ امنڈ اایسا نہیں۔''

کچھ اخبارات والے مجھے مغرور' جھگڑالو اور نہ جانے کن کن الزامات سے نوازتے رہتے ہیں' اس کے پیچھے وجہ صرف ایک ہوتی ہے کہ میں ایسا ذہن رکھنے والے صحافیوں کو وقت نہیں دیتا۔ رپورٹر یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے وہ کوئی بہت بڑی چیز ہیں۔ فرض کریں کہ ان سے کسی تقریب میں

ملاقات ہو گئی اور وہ آپ کیساتھ کھڑے ہوں تو وہ چاہتے ہیں کہ یہ کھلاڑی ہمیں سلام کرے اگر نہیں کیا تو اگلے دن کوئی نئی کہانی چھپ جائے گی اور واقعات تو اتنے ''اچھے'' گھڑتے ہیں کہ ہم لوگ خود بھی انہیں بہت دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ میں صحافی ہوتا تو کسی کے متعلق اگر اچھا نہ لکھتا تو برا بھی نہ لکھتا۔ صحافت ایک فرض ہے اور صحافی امین' اس کے غلط استعمال پر بھی جواب دہی ہوگی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ خبریں شائع نہ کریں' درخواست صرف اتنی ہے کہ پہلے واقعہ کی تصدیق اور تحقیق کر لیا کریں۔

کرکٹ ٹیم میں آنے کے کوئی دو ڈھائی سال بعد میرے ساتھ اسلام آباد ایئر پورٹ پر ایک واقعہ ہوا۔ میں اور حسن رضا ایرو ایشیا سے میچ کھیلنے کراچی سے اسلام آباد جا رہے تھے۔ سفر کے دوران بیگ کے ساتھ ٹیگ ملتے ہیں' ہمارے پاس چار بیگ تھے مگر ہمیں تین ٹیگ دیئے گئے۔ میں نے کہا بھی مگر انہوں نے جواب دیا کہ ایک ہے نہیں' بہر حال جب ہم اسلام آباد ایئر پورٹ پر اترے اور اپنے بیگ لے کر نکلنے لگے تو وہاں کھڑے ہوئے ایرو ایشیا کے ایک ممبر نے کہا کہ ایک ٹیگ کم ہے' میرے پیچھے بھی لوگ کھڑے ہوئے تھے جو نکلنے کی کوشش میں تھے۔ میں نے اس ممبر کو بتایا کہ ہمیں تو اتنے ہی ٹیگ ملے ہیں۔

اس نے ذرا غصے سے کہا کہ اس طرح تو نہیں جانے دیں گے۔ میں نے بڑے پیار سے جواب دیا کہ ہم کوئی چور نہیں ہیں اور اپنے ہی بیگ لے کر جا رہے ہیں مگر اس شخص نے مجھے ذرا جھٹکے سے ہاتھ پکڑ کر سائیڈ پر کیا۔ لوگوں نے بھی کہا کہ ان کے اپنے بیگ ہیں اور تم انہیں نہیں پہچانتے۔ جواب ملا کہ وہ تو ٹھیک ہے مگر ہر کام کا کوئی طریقہ بھی تو ہوتا ہے۔ جب اس نے ایک مرتبہ اور مجھے جھٹکا دیا تو مجھ سے یہ توہین برداشت نہ ہو سکی' میں نے وہیں اسے ٹائی سے پکڑا اور ایک زوردار تھپڑ رسید کر دیا' بس وہ ایک تھپڑ ہی اس کیلئے کافی تھا۔ شور سن کر ایرو ایشیا کے ایک اعلیٰ افسر موقع پر آئے تو میں نے انہیں بتایا کہ انہیں تمیز نہیں' میں بڑے آرام سے بات کر رہا ہوں اور یہ نخرے دکھا رہے ہیں۔ اے ایس ایف والے بھی موقع پر آ گئے اور افسر نے انہیں ڈانٹا کہ تمہیں

رویہ بہتر رکھنا چاہیے۔ بالآخر معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ اصل میں وہ بندہ اپنا آپ دکھانا چاہتا تھا کہ تم جو ہو میں بھی کچھ ہوں مگر اس کا طریقہ کار ٹھیک نہ تھا۔ اگر طریقے سے چلتا تو میں بھی رک جاتا' اگلے دن یہ قصہ اخبار میں آ گیا' اس میں مجھے قصوروار ٹھہرایا گیا تھا۔ گھر والوں نے پڑھا تو پوچھا کہ تم نے پھر کوئی کارنامہ سرانجام دیا ہے' میں نے ساری بات بتائی۔ ابا نے سمجھایا کہ بیٹا لڑائی جھگڑا اچھی بات نہیں' میں تو یہی کہوں گا کہ اخبار والے شاید اتنے ڈیانا کے پیچھے نہیں تھے' جتنے میری کھوج میں رہے۔

ہم ورلڈ کپ فائنل ہار کر آئے تو کراچی کے ایک صحافی نے ہمارے بارے میں غلط لکھ دیا کہ جب ٹیم ایئر پورٹ پہ اتری تو انہیں یہ کہا گیا' وہ کہا گیا' انڈے مارے گئے' مجھے بہت غصہ آیا۔ ایک تقریب کے دوران میں نے اس صحافی کو پکڑ لیا اور خوب سبق سکھایا کیونکہ ہم تو ایئر پورٹ سے بہت اچھے طریقے سے نکلے تھے اور لوگوں نے بھی حوصلہ افزائی کی کہ کوئی بات نہیں' دوسرے نمبر پر تو آئے ہو۔ ہمارے کھلاڑیوں میں وسیم اکرم کی برداشت بہت اچھی ہے' ان کے متعلق تو بہت کچھ الٹا سیدھا چھپتا ہے مگر وہ فکر نہیں کرتے کہ دفعہ کرو کون پڑھتا ہے؟ البتہ میں ذرا مختلف رائے رکھتا ہوں' پریس کو احتساب کا حق ضرور ہے مگر وہ کوئی خبر شائع کرنے سے پہلے خود کو اس کی جگہ رکھ کر سوچ لیں تو آدھے مسائل ویسے ہی ختم ہو جائیں گے۔ انہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ چھپی ہوئی چیز ہمیشہ کیلئے آپ کے پاس ثبوت ہوتی ہے اور کوئی بھی منفی بات زندگی کے کسی بھی موڑ پر کوئی بہت بڑا نقصان پہنچا سکتی ہے' پھر صحافی کی تعریف بھی یہی ہے کہ "سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ لکھے"۔

## سونالی' ایک حقیقت ایک خواب

شاہد آفریدی کے حوالے سے جب بھی کسی اداکارہ کا نام سننے میں آتا ہے تو وہ سونالی باندرے ہے۔ اخبارات نے بھی اس نام کو بہت شائع کیا ہے اور جس کا جی چاہتا ہے دونوں کا سکینڈل بنا کر کوئی خبر چھاپ دیتا ہے مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ شاہد آفریدی نے اس اداکارہ کو کبھی دیکھا بھی نہیں۔ یہ درست ہے کہ شاہد آفریدی کو متعدد مرتبہ فلموں میں اداکاری کرنے کی آفر بھی ہوئی اور بہت سی اداکارائیں بھی اس کے ساتھ چانس ملنے کی خواہش رکھتی ہیں مگر آفریدی ذرا مختلف مزاج کا ہے۔ وہ زندگی اور تمام معاملات کے متعلق حقیقت پسندانہ سوچ رکھتا ہے اور شوبز تو مصنوعی رنگوں'' گلیمر اور چکا چوند کی دنیا ہے۔ اس سے جتنا دور رہا جائے' اتنا بہتر ہے۔

شاہد آفریدی سے جب سونالی باندرے کے حوالے سے بات ہوئی تو اس نے کہا کہ اگر آپ اسے ایک حقیقت' ایک خواب نام دیں تو بہت بہتر ہوگا۔ ایک حقیقت اس لیے کہ سونالی کا وجود ہے اور وہ ہمسایہ ملک کی فلموں میں اداکاری بھی کر رہی ہے اور خواب اس لیے کہ کچھ لوگوں نے اسے مفت میں میرے ساتھ نتھی کر دیا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر بات چلی کہاں سے؟ تو تفصیل اس قصے کی کچھ یوں ہے کہ میں بیسٹ ویسٹرن ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا' اس وقت مجھے تیز ترین سنچری بنائے کوئی تین چار ماہ ہوئے تھے۔ شاداب کبیر میرا روم میٹ تھا۔ ان دنوں ایک اخبار کا صحافی میرا انٹرویو لینے آیا' اس نے بہت سے سوالات پوچھے اور آخر میں یہ کہ آپ کی پسندیدہ ہیروئن کون ہے؟ مجھے تو خود کسی ہیروئن کا نہیں پتہ تھا اس لیے ساتھ بیٹھے شاداب کبیر سے پوچھا کہ کیا کہوں؟ اس نے فوراً کہا کہ سونالی کا نام لے دو' میں نے اس کی فلمیں دیکھی ہیں' بہت اچھی اداکارہ ہے۔ لہٰذا میں نے اسی کا

کہہ دیا' اب وہ نام ایسے چلا کہ بہت سے فون بھی آئے' بعد میں دوسرے میگزینوں نے بھی وہی نام چلا دیا۔

قسم سے مجھے تو اس وقت تک پتہ بھی نہیں تھا کہ سونالی ہے کون سی؟ مجھے بالکل آئیڈیا نہیں تھا کہ اس کا یہ رزلٹ نکلے گا وگرنہ اس سوال کا کوئی جواب نہ دیتا' بہر حال اخبارات کے ذریعے یہ بات بھارت تک بھی پہنچ گئی اور پھر جب میں دہلی میں ایک میچ کے سلسلے میں ہوٹل میں قیام پذیر تھا تو سونالی کا فون آ گیا' اس نے میرا شکریہ ادا کیا کہ میں نے اپنی پسندیدہ ہیروئن کے طور پر اس کا نام لیا۔ پھر اس نے کہا کہ آپ کو اپنے گھر کھانے پر مدعو کرنا چاہتی ہوں' میں نے مختلف بہانے کر کے ٹال دیا کہ سیکورٹی بہت ہے' دوسرا اجازت بھی نہیں۔ میں تو آگے ہی تنگ تھا' اگر کہیں ملاقات ہو جاتی تو پھر تو پریس نے میرا جینا ہی حرام کر دینا تھا۔ بعد ازاں اس نے دو تین مرتبہ اور فون کیا' مجھے تو یہ بھی اندازہ نہیں کہ وہی تھی یا کسی اور نے جھوٹ موٹ اس کا نام لے کر مجھے فون کیا تھا۔ یہ بات میں کسی کو نہیں بتاتا لیکن اب وضاحت ضروری ہے۔ اب میں نے اس کی کچھ فلمیں دیکھی ہیں لیکن ابھی بھی میں تردید ہی کروں گا۔

جہاں تک فلموں میں آفر ہونے کی بات ہے تو واقعی ایسا ہوا ہے۔ انڈیا میں بھی اداکاری کرنے کو کہا گیا اور پاکستان میں بھی۔ یہاں میں اپنے حوالے سے چھپنے والی ایک اور خبر کی وضاحت کر دوں کہ جس کے مطابق مجھے کینیڈا میں نصیر الدین شاہ نے اپنی فلم سائن کرنے کی پیشکش کی تھی۔ یہ درست ہے کہ ہماری ٹورنٹو میں ملاقات ہوئی مگر کوئی ایسا معاملہ زیر بحث نہیں آیا۔ ایک بھارتی پروڈیوسر مجھے اور وسیم اکرم کو لے کر فلم بنانا چاہتے تھے۔ وسیم بھائی نے مجھ سے پوچھا مگر میں نے انکار کر دیا۔ وسیم اکرم خود بھی تیار نہیں تھے۔ پاکستان میں عجب گل نے ارشد خان کے ذریعے فون پر بات کی مگر میں نے شائستگی سے معذرت کر لی۔ مجھے جھوٹی زندگی' ناچ گانا بالکل پسند نہیں' کرکٹر کی زندگی نیچرل ہے۔ وہ لوگ ہمارے نام کو کیش کرانا چاہتے ہیں' پہلے بھی تو کرکٹروں نے اداکاری کی جن میں محسن خان کا نام نمایاں ہے مگر کوئی بہت زیادہ کامیابی حاصل نہ کر سکے تو پھر ہم اپنی شہرت کو داؤ پر کیوں لگائیں؟

# نیند میں پٹائی

خواب میری زندگی کا اہم حصہ ہیں، اگر یہ کہوں کہ خوابوں نے ہی مجھے کرکٹ کھیلنے اور آگے بڑھنے کا جذبہ اور حوصلہ عطا کیا تو غلط نہ ہوگا۔ میں نے ہمیشہ کرکٹ کے خواب دیکھے ہیں، کبھی خود کو پاکستان کی طرف سے کھیلتے دیکھا اور کبھی دنیا کے تیز اور خطرناک بولروں کی پٹائی کرتے ہوئے۔ کئی مرتبہ تو شعیب اختر کو بھی ڈھیروں چھکے لگائے ہیں۔

جب میں یہ خواب اپنے بڑے بھائی طارق خان آفریدی کو سناتا تو وہ ہنس کر کہتے ''شاہد! تم پٹھان بچے ہو، خوابوں پر مت چلو، کچھ کر کے اور کچھ بن کے دکھاؤ'' بھائی کے جواب سے مجھے جہاں کچھ مایوسی ہوتی وہاں آگے بڑھنے کی تحریک بھی ملتی۔ یہ بات میرے ذہن میں بیٹھ گئی تھی کہ میں نے اپنی فیملی میں نامور بن کے دکھانا ہے۔ ویسے بھی خوابوں کا اپنا مزہ ہے، جو کام آپ حقیقت میں نہیں کر سکتے، خواب ان کیلئے بہترین ذریعہ ہیں۔ میں اچھے خوابوں کو یاد رکھنے کی کوشش کرتا ہوں تاکہ انہیں حقیقت کا رنگ دے سکوں۔

37 گیندوں پر سنچری بنانے کا ریکارڈ میں نے ایک رات پہلے خواب میں دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ہر بولر کی گیند پر چوکا اور چھکا مار رہا ہوں اور مجھے لوگوں نے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔ میں خوشی اور جوش میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تو نہ کرکٹ گراؤنڈ تھا، نہ بیٹ اور نہ گیند۔ یوں کہہ لیں کہ میں نے سری لنکن بولروں کی نیند میں پٹائی کی تھی۔ اس خواب کا مجھ پر بڑا خوشگوار اثر ہوا، سب سے پہلے میں نے نماز پڑھ کر باری تعالیٰ کی ذات کا شکر ادا کیا کہ مجھے اس مقام تک پہنچایا اور پھر خلوص دل سے دعا کی کہ یا اللہ آج یہ خواب سچ ثابت ہو جائے۔ دعا قبول ہوئی، میں سری لنکا

کے خلاف میچ کھیلا بھی اور ورلڈ ریکارڈ بھی بنایا۔ اس خواب کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ بعض اوقات بڑے ڈراؤنے اور دہشت زدہ کر دینے والے خواب بھی دکھائی دیتے ہیں' ایسے میں اٹھ کر ٹھنڈا پانی پیتا ہوں اور پھر اپنی بابے کی نصیحت کے مطابق سینے پر آیۃ الکرسی پھونک کر سو جاتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ اپنا خواب کسی کو بتانا نہیں چاہیے کیونکہ یہ تو ہمارے دن بھر کی روٹین ہوتی ہے یا جس بات کے متعلق ہم زیادہ سوچتے رہتے ہیں' وہ نیند میں ہمارے لاشعور سے شعور میں آ جاتی ہے اور تمام واقعات ذہن کی سکرین پر کسی فلم کی طرح چلنے لگتے ہیں۔

اب میرا خواب سعید بھائی کی سب سے بڑی انفرادی اننگز 194 رنز کا ریکارڈ توڑنا ہے' جسے تعبیر کا روپ دینے کیلئے میں بے چین ہوں۔ سعید انور نے بھی اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا ''اگر کوئی میرا ریکارڈ توڑ سکتا ہے تو وہ شاہد آفریدی ہے'' یہ میرے لیے بہت اعزاز کی بات ہے اور میں تو فالو ہی سعید انور کو کر رہا ہوں کیونکہ پاکستان کرکٹ میں جارحانہ بلے بازی کے سٹائل کو ان ہی نے تقویت دی۔ ان سے پہلے ہارون الرشید اور منظور الٰہی بھی بہت چھکے لگاتے تھے مگر سعید انور کی اننگز میں مستقل مزاجی کی جھلک نظر آتی ہے۔ میں بھی کوشش کر رہا ہوں کہ ان جیسا بنوں۔

خواب دیکھنا مجھے پسند ہے مگر ہمیشہ خوابوں کی دنیا میں رہنا اچھا نہیں لگتا۔ عملی زندگی میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ میگزین میں خواب اور ان کی تعبیر کے حوالے سے جو کالم چھپتے ہیں' انہیں بھی دیکھتا ہوں' کچھ عرصہ تسلسل سے ایسا کرنے سے آپ اس قابل ہو جاتے ہیں کہ اپنے خواب کی تعبیر کا خود اندازہ کر سکیں۔ بہر حال ہمیشہ یہی دعا کرتا ہوں کہ صرف اچھے اچھے خواب نظر آئیں اور ان کی تعبیر بھی جلد مل جائے۔ میرا ہر خواب پاکستان کی ترقی اور استحکام سے متعلق ہو اور جب پاکستان کرکٹ کی تاریخ لکھی جائے تو شاہد آفریدی کو بھی اس میں تھوڑی سی جگہ ضرور مل جائے۔

## دوسرا سو

ابتداء میں بہت زیادہ شہرت ملے اور بعد میں مستقل پرفارمنس نہ ہو تو دل پر کیا گزرتی ہوگی' یہ شاہد آفریدی سے بہتر کوئی نہیں بتا سکتا۔ انہوں نے اپنے کرکٹ کیریئر کے دوسرے ایک روزہ میچ میں تیز ترین سنچری سکور کی تو شائقین مستقل اس قسم کی کارکردگی کی توقع کرنے لگے مگر اگلے دو سالوں میں بدقسمتی سے شاہد اپنی کسی نصف سنچری کو سنچری میں تبدیل نہ کر سکا۔ اس دوران اسے بہت زیادہ تنقید کا سامنا کرنا پڑا ''پہلی سنچری تو تکا تھی' یہ تو بس ایک میچ کا پلیئر ہے''۔ غرض جس کے منہ میں جو آیا بولتا اور لکھتا چلا گیا۔ شاہد آفریدی خود بھی بہت پریشان تھا' اسے مواقع تو مل رہے تھے مگر سنچری نہیں بن پا رہی تھی اور پھر مایوسی کے بادل بالآخر چھٹ گئے۔ پاکستان اور انڈیا کا ٹورنٹو (کینیڈا) میں صحارا کپ میں آمنا سامنا ہوا تو قسمت شاہد آفریدی پر بھی مہربان ہو گئی۔

پانچ میچوں کی سیریز میں پہلے تین میچ کھیلے جا چکے تھے اور 19 ستمبر 1998ء کو چوتھا ٹاکرا تھا۔ گو سیریز 1-2 سے پاکستان کے حق میں تھی مگر بقیہ دو میچوں میں کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ ٹاس پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی بھارت نے جیتا اور حسب روایت پاکستان کو بیٹنگ کیلئے طلب کر لیا۔ پاکستان کی طرف سے سعید انور اور شاہد آفریدی نے مثبت طریقے سے اننگز کا آغاز کیا۔ سعید نے اجیت اگرکار کو سٹریٹ باؤنڈری ماری جبکہ شاہد نے جواگل سری ناتھ کو لیگ گلانس کر کے رنز سمیٹے مگر سعید انور کے راؤنڈ دی لیگ بولڈ ہونے پر پاکستان کو پہلا جھٹکا لگا۔

ابتدائی پانچ اوورز میں پاکستان کا سکور 20/1 تھا۔ اگلے اوور میں آفریدی نے اگرکار کو لگاتار دو گیندوں پر چوکے لگا کر اپنی فارم کی جھلک دکھائی' جبکہ تیسرے نمبر پر کھیلنے والے عامر سہیل نے نویں اوور میں کلاسیک انداز میں مڈ آن پر سری ناتھ کو چوکا لگا کر اچھی شروعات کی۔

پاکستان کے 9.5 اوورز میں 50 رنز مکمل ہوئے تو سب کے چہروں پر سکون تھا۔ آفریدی نے اسی اوور میں لانگ آن پر وینکٹ پر ساد کو چوکا بھی لگایا جبکہ اس نوجوان ہٹر نے 13 ویں اوور میں ایک زوردار سٹروک کے نتیجے میں مڈ آن کے اوپر سے چار رنز بھی بٹورے۔ اسی اوور میں آفریدی اور عامر کے مابین نصف سنچری شراکت محض 54 گیندوں پر 41 منٹوں میں مکمل ہوگئی۔

پاکستان نے (15 اوورز کے بعد) دائرے کی پابندی کے خاتمے پر 84 رنز ایک وکٹ کے نقصان پر بنائے تھے۔ اسی اثناء میں شاہد آفریدی نے اپنی شاندار ففٹی صرف 53 گیندوں پر 6 چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے مکمل کر لی اور پھر اس نے اس کامیابی کا جشن 16 ویں اوور میں پر ساد کو لانگ آف پر بلند و بالا چھکا لگا کر منایا۔ اگلے اوور میں (16.5) میں پاکستان نے 100 رنز بھی 79 منٹ کی جدوجہد میں مکمل کر لیے۔ 18 ویں اوور میں بائیں ہاتھ کے اسپن بولر سنیل جوشی کو متعارف کروایا گیا جس نے آفریدی کے لیے چند مشکلات پیدا کیں لیکن نوجوان پاکستانی بیٹسمین کے ارادے کچھ اور ہی تھے۔ اس نے 20 ویں اوور میں سارو ف گنگولی کو ایک چھکے اور ایک چوکے کیلئے روانہ کر دیا۔ شاہد آفریدی نے اسی پر اکتفانہ کیا بلکہ اسی بولر کو اس کے اگلے اوور میں بھی چھکا لگا دیا۔ گنگولی نے اپنے پہلے چار اوورز کا جرمانہ 44 رنز ادا کیا اور پھر شائقین دو اوور کے بعد آفریدی کے پانچویں چھکے کا بھی نظارہ کر رہے تھے جو اس نے آف سپن بولر ہریش کیش کانٹیکار کو لگایا۔

اس سے اگلے اوور میں ایک اور تاریخ اس وقت رقم ہوئی جب شاہد آفریدی نے محض 88 گیندوں پر 7 چوکوں اور 5 فلک بوس چھکوں کی مدد سے اپنی دوسری سنچری مکمل کر لی۔ یہ ٹورنٹو کی سرزمین پر صحارا کپ مقابلوں میں بنائی جانے والی پہلی تین ہندسی باری بھی ثابت ہوئی۔ اس طرح کوٹے کے آدھے یعنی 25 اوورز کے اختتام پر پاکستان کا مجموعی سکور 148 ہو گیا۔ اب سبھی کو ایک بڑے اور محفوظ سکور کی امید ہو چکی تھی۔ 159 رنز پر آفریدی کی خوبصورت اننگز کا خاتمہ جوشی کے ہاتھوں ہو گیا۔ وہ 109 رنز 94 گیندوں پر 7 چوکوں اور 6 چھکوں کی مدد سے بنانے کے بعد آؤٹ ہوا تھا۔

## وٹہ بولر

متنازعہ بولنگ ایکشن .......... یہ ایشو اس وقت پوری دنیا میں گرم ہے لیکن ابھی تک سب سے زیادہ پاکستانی بولر اسکی زد میں آئے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ گزشتہ تین دھائیوں میں دنیا کے خطرناک اور تیز ترین بولروں کا تعلق پاکستان سے رہا ہے۔ کوشش یہ کی جاتی ہے کہ ان کو دباؤ میں رکھا جائے تا کہ نئے اور نوجوان کھلاڑی اپنی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ نہ کرسکیں۔ کبھی شعیب اختر آئی سی سی کا نشانہ بنتے ہیں تو کبھی شبیر احمد' حتیٰ کہ شعیب ملک اور شاہد آفریدی کو بھی نہیں بخشا گیا۔ مذکورہ چاروں بولر تو اب اس الزام سے بری ہیں مگر بے چارے وقار یونس کو بال ٹمپرنگ کے الزام میں ایک میچ کی پابندی کی سزا ضرور بھگتنا پڑی۔

گزشتہ سال پاک انگلینڈ ون ڈے سیریز میں میچ ریفری بیری جرمن نے آئی سی سی کو رپورٹ پیش کی تھی کہ شاہد آفریدی کا بولنگ ایکشن متنازعہ ہے' دلچسپ بات یہ ہے کہ آفریدی 1996ء سے بین الاقوامی کرکٹ کھیل رہے ہیں مگر اس دوران کسی کو ان کے ایکشن میں کوئی نقص نظر نہیں آیا تھا اور پھر اچانک وہ متنازعہ ہو گئے۔

شاہد آفریدی کا کہنا ہے کہ مجھے کئی ماہ قبل اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ آئی سی سی میرے بولنگ ایکشن پر نظر رکھے ہوئے ہے لیکن چونکہ میرے سٹائل میں کوئی خامی نہ تھی اس لیے میں مطمئن تھا۔ میرے ایکشن کے بارے میں شک اس لیے پیدا ہوا کہ جب میں تیز گیند کرانا چاہوں تو بازو کو تیزی سے اوپر نیچے لاتا ہوں تا کہ گیند کی رفتار میں اضافہ ہو۔ اس سے انہیں شک گزرا کہ میں جرک کر رہا ہوں۔ میں 96ء سے سب کے سامنے ہوں' 97ء میں کارلٹن اینڈ یونائیٹڈ سیریز

کے دوران آسٹریلیا والوں نے میرا بولنگ ایکشن چیک کرنے کیلئے جدید ٹیکنالوجی کا سہارا لیا مگر کوئی خامی ہوتی تو سامنے آ جاتی۔ انٹرنیشنل کرکٹ کونسل نے پاکستان کرکٹ بورڈ کو ایک ویڈیو کیسٹ بھیجا جس میں زیادہ تر شاٹس پاک انگلینڈ ون ڈے سیریز کے لاہور اور راولپنڈی کے میچوں کے تھے۔

ویڈیو کے مطابق پاکستانی لیگ اسپنر نے لاہور میں تین بیٹسمینوں کو اپنی تیز گیندوں کے ذریعے آؤٹ کیا۔ میچ ریفری بیری جرمن نے ان تینوں گیندوں کو جرک (وٹہ) قرار دیا' جس کے بعد پاکستان کرکٹ بورڈ نے عبدالقادر' محسن کمال اور اعجاز فقیہہ پر مشتمل ایک پینل بنا دیا۔ اس تین رکنی پینل نے آفریدی کی گیندوں کا مکمل جائزہ لیا اور اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ 1997ء میں آسٹریلیا میں ہونے والی سہہ ملکی ورلڈ کرکٹ سیریز میں چینل نائن کے کمنٹیٹر نے میری تیز گیند کو جرک قرار دیا تھا' حیرت مجھے اس بات پر تھی کہ ورلڈ کپ سمیت دنیا کے ہر ملک میں کھیل چکا ہوں' پھر بھی اس قسم کے الزام کی وجہ؟ ویسے بھی میچ ریفری کو امپائر کی شکایت کے بغیر کارروائی کرنے کا کوئی حق نہیں لیکن اچھی بات یہ ہے کہ اب میں مکمل طور پر کلیئر ہو چکا ہوں۔ مجھے اس کا یقین تو تھا لیکن پھر بھی پریشانی تو رہتی ہے۔ آپ اس بے چارے شبیر احمد کا حال دیکھیں جو اس الزام کے بعد دوبارہ قومی کرکٹ ٹیم میں جگہ نہیں بنا سکا۔ ایشیائی ممالک کو کھل کر آئی سی سی کے سامنے اپنا مؤقف واضح کرنا چاہیے ورنہ یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

# میں کون سے کھیل کھیلتا ہوں

کرکٹ کے علاوہ اگر کوئی دوسری گیم زیادہ پسند ہے تو وہ ہے سوئمنگ...... ٹھنڈے اور شفاف پانیوں میں تیرنے کا اپنا ہی مزہ ہے۔ سوئمنگ بڑی ٹف ایکسر سائز ہے۔ میری باڈی میں لچک، پھرتی اور ٹائمنگ بڑھانے میں سوئمنگ کا ہاتھ رہا ہے۔ اگر یہاں موقع دستیاب ہو تو سوئمنگ کر لیتا ہوں لیکن ایسا چانس کم ہی ملتا ہے۔ ایک بار میں پی سی کے سوئمنگ پول میں سوئمنگ کر رہا تھا کہ وہاں تماشائیوں کا جمگھٹا لگ گیا۔ اب سوئمنگ کا زیادہ شوق بیرون ملک میں ہی پورا کرتا ہوں۔ مجھے ٹیبل ٹینس کھیلنے کا بھی شوق ہے، سعید انور اور انضمام کے ساتھ ٹیبل ٹینس کھیلتا ہوں۔ دونوں ٹیبل ٹینس کے اچھے کھلاڑی ہیں، اس گیم میں فائدہ ہوتا ہے کہ اس سے آئی سائٹ بہتر ہوتی ہے۔ نظر ٹھہرانا بھی ایک کمال ہے، بال پر نظر جم جائے تو بلے باز بولر کو خوب نچاتا ہے۔

فٹ بال کا بھی اچھا کھلاڑی ہوں، صبح ٹریننگ کے دوران سارے کھلاڑی فٹ بال کھیلتے ہیں۔ میں فارورڈ پوزیشن پر کھیلتا ہوں۔ خوب گول کرتا ہوں۔ کئی فٹ بال پلیئر میرے پسندیدہ ہیں۔ مانچسٹر کی فٹ بال ٹیم کا کھلاڑی بیکھم اور ارجنٹائن کے میراڈونا کا کھیل مجھے پسند ہے۔

میں باکسنگ کھیلتا تو نہیں مگر مجھے باکسنگ دیکھنے کا بھی شوق ہے۔ ٹائی سن بڑا جذباتی، غصیلا اور ہٹیلا باکسر ہے۔ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں، موقع ملا تو اس سے یہ ضرور پوچھوں گا کہ بھائی تم مخالفوں کے کان کیسے کاٹ لیتے ہو لیکن ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ میرا کان بھی...... اس کی نسبت محمد علی ایک لیجنڈ باکسر رہے۔ ٹینس کے آگاسی اور سمپراس کو کھیلتے ہوئے دیکھ لیتا ہوں مگر ان سے ملنے کی خواہش نہیں ہے۔

# ربڑ مین

شاہد آفریدی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ کرکٹ میں جونٹی رہوڈز کی طرح ''ربڑ مین'' فیلڈنگ کا تصور لائے ہیں جس کا مطلب ہے پوری چھلانگ لگانا' گراؤنڈ کو ہٹ کرنا اور بجلی کی سی تیزی سے دوبارہ اپنے قدموں پر کھڑا ہونا جیسے کہ اس کے پیروں میں سپرنگ لگے ہوں۔ جو بات آفریدی کو دوسرے فیلڈروں پر فوقیت دلاتی ہے وہ اس کا پھرتیلا ردعمل اور تیز رفتاری ہے جس کی بدولت شاہد آفریدی بجلی کی سی سرعت سے گراؤنڈ کا بڑا حصہ طے کر لیتے ہیں۔ وہ جتنے پھرتیلے فیلڈر ہیں اتنی ہی تیز رفتاری سے وکٹوں کے درمیان دوڑتے ہیں یہی وجہ ہے کہ شاہد آفریدی کیساتھ بیٹنگ کرنے والے بلے باز کو بہت سوچ سمجھ کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔

فیلڈنگ کے دوران آفریدی نے ہزاروں چوکے روکے ہیں' نجانے کتنے تین اور دو رنز کو ایک میں بدلا ہے۔ بیٹسمین جیسے ہی شاہد کو گیند پکڑتے دیکھتا ہے' اپنے ساتھی بیٹسمین کی طرف منہ کر کے زور سے ''نو'' کی آواز لگاتا ہے۔ شاہد آفریدی نے خود کو فیلڈنگ میں پھینک کر' چھلانگ لگا کر' تیز رفتار چیتے کی طرح گیند پر جھپٹ کر اپنے حریف بیٹسمینوں کو رنز بنانے سے روکا ہے۔ ان کا ڈائیو لگا کر گیند پکڑنے کا انداز بہت دلکش ہوتا ہے۔ شاہد آفریدی کے کریڈٹ پر کئی ناقابل یقین کیچ ہیں جن میں شعیب ملک کیساتھ بھاگ کر وہ کیچ تو کبھی نہیں بھلایا جاسکتا جس میں شعیب ملک زخمی بھی ہو گیا تھا مگر شاہد نے کیچ گرنے نہیں دیا۔ اس کیچ کو ''بیسٹ کیچ آف دی سیریز'' بھی قرار دیا گیا۔

شاہد آفریدی نے متعدد مرتبہ تقریباً زمین کو چھوتی ہوئی گیند کو بڑی مہارت سے اپنے مضبوط ہاتھوں میں دبوچ لیا۔ یہ نفسیاتی اثر ہے کہ جب بیٹسمین کی شاٹ دو تین مرتبہ روک لی جاتی

ہے تو وہ اندھا دھند شاٹ لگانے کی کوشش کرتا ہے' اس لیے بولروں کو اکثر وکٹیں فیلڈروں کی وجہ سے ملتی ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی کی وجہ سے اچھا فیلڈر جلد از جلد نظروں میں آ جاتا ہے اور پھر ہر طرف اس کے چرچے ہونے لگتے ہیں جس طرح کہ جونٹی رہوڈز نے دنیا بھر میں شہرت پائی۔ شاہد آفریدی چیتے کی سی پھرتی سے گیند پر لپکتے ہیں تو بیٹسمین کی جان پر بن آتی ہے۔ آفریدی نہ صرف سکور میں اضافہ کو روکتے ہیں بلکہ بیٹسمین پر دباؤ بڑھا کر اسے جلد آؤٹ کرنے میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ گیند ہوا میں اچھل کر آفریدی کی طرف جاتی ہے تو بولر کے چہرے پر اطمینان ہوتا ہے کہ اب وکٹ مل گئی جبکہ ماٹھے فیلڈر کیچ بھی لے لیں تو چند لمحوں تک بولر کو یقین نہیں آتا۔

شاہد آفریدی کا کہنا ہے کہ اپنی فیلڈنگ کو بہتر بنانے کیلئے میں جنوبی افریقہ کے کھلاڑیوں کے معمولات دیکھتا ہوں۔ ان کے زیادہ تر کھلاڑی دوسری کھیلوں میں بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ جونٹی رھوڈز کا سب کو پتہ ہے کہ وہ اچھی خاصی ہاکی کھیلتے رہے ہیں۔ ہرشل گبز بڑے غضب کے رگبی اور فٹ بال کے کھلاڑی رہے ہیں۔ جب جونٹی بیک ورڈ پوائنٹ پر اور ھرشل گبز اسکوائر لیگ یا پوائنٹ پر کھڑے ہوں تو وہ کرکٹ کی دنیا کے دو بہترین فیلڈر مانے جاتے ہیں۔ ہنسی کرونئے اور گیری کرسٹن بھی رگبی کے عمدہ کھلاڑی رہے ہیں۔ جیکوئز کیلس کو آپ میدان میں کہیں بھی کھڑا کر دیں اور مطمئن ہو جائیں۔ اب ایک اور کھلاڑی ڈیل بنکسٹائن سامنے آئے ہیں' جنوبی افریقہ کے شائقین کو ایک اور پھرتیلا فیلڈر دیکھنے کو ملے گا۔ ڈیل فٹ بال ٹیم کے کپتان اور مڈل آرڈر بیٹسمین ہیں۔ جنوبی افریقہ کے کھلاڑیوں نے یہ صلاحیت مکمل ہوم ورک کر کے میدان میں اچھی طرح تربیت حاصل کر کے اور پھر فیلڈ میں اپنا سب کچھ داؤ پر لگا کر حاصل کی ہے۔ ان کی جارحانہ ''جسمانی زبان'' اس اعتماد میں اور اضافہ کرتی ہے' یہی وجہ ہے کہ آپ نے کبھی جنوبی افریقہ کے کسی کھلاڑی کو جیب میں ہاتھ ڈالے ٹہلتے نہیں دیکھا ہوگا۔ وہ ہمیشہ سیدھے چلتے ہیں' ان کا سینہ نکلا ہوا ہوتا ہے اور ہر وقت حالت جنگ میں رہتے ہیں۔

# ورلڈ کپ 99ء

ورلڈ کپ 1999ء وہ ٹورنامنٹ تھا جس میں پاکستانی ٹیم کی ہار کی بازگشت آج بھی سنائی دیتی ہے۔ اس ٹورنامنٹ میں پاکستان کو ہارٹ فیورٹ بھی قرار دیا جا رہا تھا اور ابتدائی میچوں میں فتح بھی پاکستان کے حق میں تھی مگر پھر نہ جانے فائنل میں کیا ہوا کہ بیٹنگ' بولنگ' فیلڈنگ کسی ایک شعبے میں بھی اچھی کارکردگی نہ دکھائی جا سکی۔ لوگوں کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ سیمی فائنل تک اتنا اچھا کھیلنے والی ٹیم فائنل میں اس بری طرح کیسے پٹ گئی؟ کچھ نے اسے میچ فکسنگ کہا اور کچھ نے کھلاڑیوں میں اختلافات کا الزام لگایا' وسیم اکرم کے ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کرنے کو بھی شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا اور کھلاڑیوں کی غیر ذمہ دارانہ کارکردگی بھی زیر بحث آئی۔ غرض ہر ایک نے ٹیم کو آڑے ہاتھوں لیا اور وہ اس شکست کو آج تک بھلا نہیں پائے۔

میں بھی اس سکواڈ کا رکن تھا۔ فائنل میں قومی کرکٹ ٹیم کے 132 رنز پر آؤٹ ہونے کا کسی نے نہ سوچا تھا کہ رات تک ہم لوگوں نے اپنی طرف سے بہترین حکمت عملی تیار کی تھی اور کھلاڑی بھی پرعزم تھے کہ قوم کو دوسرے ورلڈ کپ کا تحفہ دیں گے مگر صبح جب ہم کوچ میں بیٹھ کر ڈریسنگ روم میں آئے تو پاکستانی کھلاڑیوں کے چہرے پر اعتماد نہ تھا' وہ کچھ ڈرے ڈرے سے لگ رہے تھے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ سائیڈ میں سات آٹھ لڑکے نوجوان تھے اور ان پر اتنے بڑے فائنل کا دباؤ تھا۔ ''نہ جانے کیا ہوگا؟'' ہر ایک کے ذہن میں یہی سوال تھا جسے کوئی بھی زبان پر نہ لا رہا تھا۔ ہمیں لوگوں کی توقعات کا بھی علم تھا کہ وہ ہر صورت میں جیت چاہتے ہیں۔ اس تمام صورتحال نے مل کر دباؤ کی کیفیت پیدا کر دی تھی اور ویسے بھی دباؤ لیا نہیں جاتا' آ جاتا ہے اور

جب کھلاڑی دباؤ میں ہوں تو پھر مختصر وقت میں انہیں اعتماد دینا ممکن نہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ سیمی فائنل جیت کر ہم پر امید اور فائنل میں آسٹریلیا سے ٹاکرے پر شروع میں خوش تھے کہ ہم نے اس ٹیم کو راؤنڈ میچ میں ہرایا ہوا تھا۔ البتہ لڑکوں کی حالت دیکھ کر مجھے نہیں لگ رہا تھا کہ کوئی غیر معمولی کارکردگی دکھائیں گے۔ وسیم بھائی نے ٹاس جیتا اور پہلے بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا تو گراؤنڈ میں موجود اور ٹیلی ویژن پر میچ دیکھنے والے ناظرین و حاضرین حیران تھے کہ یہ کیا؟ لیکن پوری ٹیم کا متفقہ فیصلہ تھا کیونکہ آسٹریلوی ٹیم پہلے بیٹنگ کرتے ہوئے لمبا سکور کرنے کی اہلیت رکھتی تھی اور یہ بھی درست ہے کہ ہم بھی ٹارگٹ کے تعاقب میں کمزور رہے ہیں۔ بہرحال جب وقت برا ہو اور قسمت ساتھ نہ دے تو پھر اچھا فیصلہ بھی خلاف چلا جاتا ہے۔

اس روز موسم آئیڈیل تھا اور ہر ایک کو زبردست مقابلہ کی توقع تھی۔ ہر چیز ٹھیک تھی مگر شاید قسمت مہربان نہ تھی۔ ڈریسنگ روم کا ماحول بھی خاموش تھا۔ دو لڑکے اندر بیٹنگ کرنے گئے تو باقی خاموش تھے۔ وکٹیں وقفے وقفے سے گرنے لگیں تو ہم سب یہی دعا کر رہے تھے کہ کوئی ایک ٹک جائے۔ میں فائنل میں پانچویں نمبر پر بیٹنگ کرنے گیا' ساتھی لڑکے ہر ایک سے یہی کہہ رہے تھے کہ آج تمہارا دن ہے' تم نے ٹک کر اور لمبی اننگز کھیلنی ہے اور جانے والے کا بھی یہی عزم ہوتا تھا مگر ہوا سب کچھ توقعات کے برعکس ہی۔ ہماری پوری ٹیم اتنے کم سکور پر آؤٹ ہوئی کہ اگر یہ ٹارگٹ بنگلہ دیش کو بھی ملتا تو شاید وہ بھی کر جاتے۔ لیکن یہ کہنا زیادتی ہے کہ میچ فکس تھا' میچ فکسنگ کی بات وہ لوگ کرتے ہیں جنہوں نے خود پیسے لگائے ہوتے ہیں اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کھلاڑی گراؤنڈ میں اپنی محنت کو بیچ نہیں سکتے۔

ویسے بھی ہمیں اتنی شہرت' عزت اور دولت تو پہلے ہی ملی ہوئی ہے کہ کوئی غلط کام کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم ٹور پر ہوں تو پیسے ملتے ہیں' بنک سے تنخواہ مل جاتی ہے اور کیمپ لگا ہو تو روزانہ الاؤنس۔ وننگ پرائز بھی آپس میں تقسیم کیا جاتا ہے' بلے پر سٹکر لگانے کا بھی کنٹریکٹ ہوتا ہے' اس کے علاوہ بھی کئی سہولیات ہیں تو پھر جوئے اور میچ فکسنگ کی گنجائش کہاں نکلتی ہے؟ اچھا اور برا دن

کسی بھی کھلاڑی اور ٹیم پر آ سکتا ہے۔شارجہ کپ میں ہم نے سری لنکا کو 217 رنز سے نہیں ہرایا' کیا یہ سابق ورلڈ چیمپئن ٹیم کی معمولی ہار ہے؟ اصل ضرورت اس امر کی ہے کہ قوم ہمیں ہارنے پر بھی اعتماد دے تب دیکھئے گا کہ مختصر عرصہ میں جیت کا تناسب کتنا بڑھ جائے گا۔

# جہاں کھیل کر لطف آتا ہے

قذافی سٹیڈیم..........ایشیاء کے سب سے خوبصورت اور پاکستان کے تاریخی کرکٹ گراؤنڈ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔اس سٹیڈیم کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ یہاں 87ء ورلڈ کپ کا سیمی فائنل اور 96 کے عالمی کپ کا فائنل منعقد ہوا۔اس کے علاوہ جب بھی کوئی ٹیم (1959ء کے بعد) پاکستان کے دورے پر آتی ہے تو قذافی سٹیڈیم میں انٹرنیشنل ون ڈے یا ٹیسٹ میچ ضرور کھیلا جاتا ہے۔شاید اسی بناء پر قذافی سٹیڈیم کو "ہارٹ آف پاکستان" بھی کہا جاتا ہے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ پاکستان کے لیجنڈ کرکٹر فضل محمود جنہوں نے اپنے کیریئر میں 34 ٹیسٹ کھیلے قذافی سٹیڈیم میں کوئی ایک میچ بھی نہ کھیل سکے۔ایک ایسا موقع آیا بھی تو وہ ان فٹ ہو گئے اور ان کی جگہ امتیاز احمد نے پاکستان کرکٹ ٹیم کی قیادت کے فرائض سرانجام دیے۔

قذافی سٹیڈیم کا نام پہلے لاہور سٹیڈیم تھا مگر 1971ء میں جب مشرقی پاکستان کا مسئلہ چل رہا تھا تو لیبیا کے صدر معمر قذافی پاکستان کے دورے پر آئے۔اس وقت کرکٹ بورڈ کے صدر پاکستان کرکٹ ٹیم کے پہلے کپتان عبدالحفیظ (اے ایچ) کاردار تھے۔وہ چونکہ پیپلز پارٹی کے وزیر تھے اس لیے انہوں نے اسوقت کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ میٹنگ کر کے لاہور سٹیڈیم کا نام تبدیل کر کے (معمر قذافی کے نام پر) قذافی سٹیڈیم رکھ دیا۔ انگریزی میں اسے Gaddaffi لکھا جاتا ہے۔قذافی سٹیڈیم میرے پسندیدہ گراؤنڈز میں سے ایک ہے' گو میں ون ڈے یا ٹیسٹ میں ابھی تک یہاں سنچری سکور نہیں کر سکا لیکن کئی اور مواقع پر اہم پرفارمنس ضرور دی ہے اور ویسے بھی یہ لاہور میں ہے۔لاہور کو زندہ دلوں کا شہر کہا جاتا ہے اس لیے یہاں

بھی کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہیں ہوا بلکہ شائقین نے ہمیشہ اپنے کھلاڑیوں کے ساتھ ساتھ مہمان ٹیم کو بھی اچھی کارکردگی پر زبردست داد دی ہے۔ میری طرح بہت سے نامور کرکٹر اس گراؤنڈ کو (وکٹ' آؤٹ فیلڈ اور سہولیات کے لحاظ سے) اپنا پسندیدہ سٹیڈیم قرار دیتے ہیں اور لاہوری کراؤڈ کا تو ہر کوئی معترف ہے۔ میں نے اس گراؤنڈ میں انگلینڈ کے خلاف 61 رنز بنائے اور 5 وکٹیں بھی حاصل کیں۔ فلڈ لائٹس کے 6 پول (کھمبوں) کی تنصیب کے بعد تو قذافی سٹیڈیم کی رونقیں اور بڑھ گئی ہیں۔ اب جب یہ لائٹس آن ہوتی ہیں تو اس خوبصورت منظر کا شہر کے کسی بھی حصے سے ذرا بلندی پر جا کر بآسانی نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی سٹیڈیم کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ یہاں پاکستان میں سب سے پہلے فلڈ لائٹس لگائی گئیں۔

قذافی سٹیڈیم میں کھیلتے ہوئے میری لاہور کے رہائشی معذور شخص محمد اکرم سے بھی ملاقات ہوتی ہے۔ یہ اس کا منفرد اعزاز ہے کہ اس نے آج تک قذافی سٹیڈیم میں ہونے والے تمام میچ دیکھے ہیں۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ موسم خواہ کتنا ہی شدید کیوں نہ ہو' وہ اپنی وہیل چیئر کے ساتھ گراؤنڈ میں ضرور پہنچتا ہے۔ دنیا کے بہت سے نامور کھلاڑی' کرکٹ کے اس دیوانے کے دوست ہیں اور محمد اکرم کا پاکستان کے تمام کرکٹ سنٹروں میں مفت داخلے کیلئے لائف پاس بھی بنا دیا گیا ہے۔

شاہد آفریدی نے کہا کہ میں تقریباً دنیا کے تمام کرکٹ گراؤنڈز دیکھ چکا ہوں لیکن اگر بات سب سے خوبصورت سٹیڈیم کی' کی جائے تو میلبورن کے بعد قذافی کا نمبر آتا ہے۔ ایشیاء میں یہ نمبر ون ہے۔ قذافی سٹیڈیم میں سہولیات اس لیے بھی دوسرے سنٹروں سے زیادہ ہیں کہ یہاں کرکٹ بورڈ براہ راست اس کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ دسمبر 1999ء میں لیفٹیننٹ جنرل توقیر ضیاء کی تقرری کے بعد تو حالات اور زیادہ بہتر ہوئے ہیں۔ لاہوریے کرکٹ کے دیوانے ہیں' کتنا ہی شدید موسم کیوں نہ ہو وہ آپ کو کثیر تعداد میں بیرونی جنگلے کے باہر کھڑے نظر آئیں گے۔ خواہش صرف اتنی سی ہوتی ہے کہ اپنے پسندیدہ کرکٹروں کو ذرا قریب سے دیکھ لیں۔ مجھے ان پر ترس بھی

آتا ہے مگر کیا کروں کہ ٹیم ڈسپلن کی خلاف ورزی بھی نہیں کرسکتا۔ اس لیے اگر کوئی مداح اندر گراؤنڈ تک پہنچ جائے تو اس کی خواہش (آٹو گراف یا تصویر) ضرور پوری کرتا ہوں۔ کرکٹ کے ایسے دیوانے آپ کو دنیا میں کہیں اور کم ہی ملیں گے۔ اگر ہم انہیں پر جوش نہ دیکھیں تو شاید کرکٹ کھیلنے کے حوالے سے ہمارے جذبات بھی سرد پڑ جائیں اور مجھ سے تو لاہور یے ویسے بھی چوکوں اور چھکوں کی بہت فرمائش کرتے ہیں۔ میں وکٹ پر پہنچتا ہوں تو مطالبہ شروع ہو جاتا ہے اب آپ ہی بتائیں کہ ایسے میں بے چارا شاہد آفریدی کیا کرے۔

# گوروں کے دیس میں

انگلینڈ کو کرکٹ کا باوا آدم کہا جاتا ہے کیونکہ اس ملک سے کرکٹ کا آغاز ہوا تھا۔ جس نے مختصر عرصے میں دنیا بھر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ آج پاکستان کرکٹ ٹیم اور کھلاڑی انگریزوں سے زیادہ شہرت رکھتے ہیں۔ پاکستانی کھلاڑیوں سے بھاری معاوضہ کے عوض کاؤنٹی کرکٹ کھیلنے کا معاہدہ کیا جاتا ہے۔ مجھے بھی گزشتہ سال ایک ایسا ہی موقع ملا اور اپنے دیگر ہم وطنوں کی طرح کسی بھی قدم پر میں نے انہیں مایوس نہیں کیا۔ اس دوران میری انگلش کھلاڑیوں سے دوستی بھی ہوئی اور مجھے ان کے قریب رہنے کا موقع ملا۔

اگر آپ انگلش کرکٹ ٹیم میں میرے بہترین دوستوں کا پوچھیں تو میں اینڈریو فلنٹوف اور گراہم تھارپ کے نام لوں گا۔ یہ وہ کھلاڑی ہیں جن کی کمپنی کو میں نے بہت انجوائے کیا ورنہ تو انگلینڈ میں سب کی لائف اپنے لیے ہے۔ وہ ہر معاملے میں صرف اپنی ذات کو فوقیت دیتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگ بڑھاپے میں تنہا رہ جاتے ہیں' جبکہ ان کے جوان بچے اپنی زندگی سے بھرپور طریقے سے لطف اندوز ہو رہے ہوتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ پاکستان میں حالات قدرے مختلف ہیں' یہاں تو بزرگوں کا گھر میں زیادہ رعب ہوتا ہے اور صحیح معنوں میں وہ اہل خانہ کیلئے رحمت اور سائباں ہوتے ہیں۔ انگلینڈ میں جو آپ کے دوست ہیں' وہ آپ کا خیال رکھتے ہیں اور گھما پھرا بھی لیتے ہیں لیکن ایک حد تک۔ لیسٹر میں مجھے گھر ملا ہوا تھا' اس کے علاوہ انگلینڈ میں میرے ایک دوست ہیں' ان کی فیملی کے ساتھ اچھی گپ شپ رہتی تھی۔ پاکستانی فیملیز بھی گھروں پر مدعو کرتی رہیں اور پاکستانی بچے تو کرکٹروں کو دیکھ کر گویا پاگل ہو جاتے ہیں۔ وہ کرکٹ کو پسند

کرنے اور سمجھنے والے ہیں۔ مجھے انگلینڈ میں شیفیلڈ بہت پسند ہے اور وہاں کے موسم کے تو کیا کہنے؟ کالے بادل، ہلکی ہلکی بارش، جی چاہتا ہے کہ دور تک پیدل چلتے جائیں اور جب کہیں اچانک پھوار برسنے لگے تو گھر واپس جانے کو بالکل جی نہیں چاہتا تھا۔ آلودگی سے پاک یہ ملک خصوصاً غیر ملکیوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ لارڈز سٹیڈیم بھی تقریباً دنیا کے ہر کرکٹر کی اولین ترجیح ہے، ایک تو تاریخی لحاظ سے اس کی بہت اہمیت ہے اور یہ دوسرے سٹیڈیمز سے بہت مختلف اور زبردست بھی ہے۔ میں لیسٹر سے کاؤنٹی کھیلا ہوں، وہ بھی متاثر کن ہے۔

انگلینڈ میں قیام کے دوران ملکہ الزبتھ سے بھی ملاقات ہوئی، البتہ لیڈی ڈیانا کو اب کبھی بھی نہیں دیکھ پاؤں گا۔ مجھے ان سے ملنے کا شوق تو نہیں تھا لیکن انسانیت کی خدمت کرنے کے حوالے سے ان کا میرے دل میں بہت احترام ہے۔ انگلینڈ میں پاکستانیوں کے متعلق سوچ اتنی بری نہیں جتنا لوگ یہاں واویلا کرتے ہیں۔ البتہ گورے شروع سے متعصب قوم ہے۔

ان لوگوں نے ہم پر دو صدیاں تک حکمرانی کی ہے، اسلئے ہمارے ہاتھوں شکست پر تو ان کے گھروں میں سوگ طاری ہو جاتا ہے۔

سب سے پہلی مرتبہ میں انگلینڈ اس وقت گیا جب عمرے پر جا رہا تھا، مجھے چونکہ انگلینڈ دیکھنے کا شوق تھا اور دوسرا وہاں کوئی پروگرام بھی تھا، اس لیے گوروں کے دیس کی سیاحت کی۔ کسی بھی ملک میں جا کر گھومنے کا میرا انداز عام لوگوں سے بہت مختلف ہوتا ہے۔ میں ملنگوں کی طرح گھومتا ہوں، انگلینڈ میں شاپنگ بھی ٹھیک ٹھاک کرتا ہوں کیونکہ وہاں چیزیں معیاری ہوتی ہیں۔ گو قیمت پاکستان سے خاصی زیادہ وصول کی جاتی ہے مگر دکھ اسلئے نہیں ہوتا کہ کوالٹی کے متعلق کوئی پریشانی نہیں۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان میں خریداری کرتے وقت ہم شش و پنج کا شکار رہتے ہیں کہ نہ جانے اس کا معیار کیسا ہوگا؟ میری خواہش ہوتی ہے کہ جو چیز میں خرید رہا ہوں، وہ زیادہ عرصہ چلے اور اس کے رنگ یا فٹنگ کے متعلق بھی کوئی شکایت نہ ہو۔ کپڑوں کے انتخاب میں بھی یہ بات پیش نظر رہتی ہے کہ میرے جسم پر اچھے لگیں، بہت زیادہ ڈریس اپ ہونے کا تو شوق

نہیں' البتہ کسی پارٹی وغیرہ میں جانا ہوتو سوٹ پہن لیتا ہوں۔

کاؤنٹی کرکٹ کھیلنے کے سلسلے میں' میں نے کوئی تین ماہ تک انگلینڈ میں قیام کیا۔ وہاں انہوں نے مجھے گاڑی بھی دی ہوئی تھی اس لیے برمنگھم اپنے کزنز کے پاس جاتا رہتا تھا' کاؤنٹی کے میچ کے بعد بھی چند کھلاڑی میرے گھر آ جاتے۔ جمی ہوم سے تو بہت گپ شپ رہی جو ابھی حال ہی میں آسٹریلیا کے خلاف ٹیسٹ میچ کھیلا ہے۔ میری کاؤنٹی کا کپتان بھی آ جاتا تھا۔ ان میں سے کچھ ڈرنک کرنے کے بھی شوقین تھے۔ میں نے انہیں کہا کہ ایک دن تمہیں ایک چیز ٹرائی کراؤں گا جس کے استعمال کے بعد تم ڈرنک کی طرف نہیں جاؤ گے۔ انہیں بھی تجسس ہوا کہ آخر کیا چیز ہے؟ بولے' ہمیں دو نا' میں نے جواب دیا کہ آج نہیں ایک دو دن بعد۔ اگلے دن میں برمنگھم گیا اور اپنے کزن سے نسوار لے آیا۔ وہ کہنے لگے کہ تم خود تو استعمال نہیں کرتے پھر کیوں لے کر جا رہے ہو' میں نے انہیں بتایا کہ ایک دو گورے ہیں' انہیں ٹرائی کروانی ہے کہ کیا زبردست چیز ہے؟ گورے کھلاڑیوں نے نسوار کو سونگھ کر منہ بنایا کہ بہت بری بو ہے' کس سے بنتی ہے' شاید وہ استعمال بھی نہ کرتے لیکن میرے اصرار پر کہ یہ پتوں کو پیس کر بنائی جاتی ہے اور پٹھانوں کا خاص تحفہ ہے' وہ کچھ مطمئن نظر آنے لگے اور مجھ سے پوچھا کہ اسے استعمال کیسے کرنا ہے؟ میں نے اشارے سے بتایا کہ انگلی میں لے کر اس طرح منہ کے اندر ہونٹوں کے نیچے رکھو۔ انہوں نے ڈالی تو جھومنے لگے اور گھر کی پچھلی طرف لان میں لیٹ گئے' انہیں کچھ ہوش نہیں رہا کہ کیا ہو رہا ہے؟ کافی دیر تک تو میں ان کی حرکتوں کو انجوائے کرتا رہا اور جب دیکھا کہ انہیں نسوار زیادہ چڑھ گئی ہے تو کہا کہ تھوک کر منہ سے نکال دو۔ میرا خیال تھا کہ وہ گورے شکوہ کریں گے کہ یہ کیا استعمال کرا دیا مگر وہ تو اتنے خوش ہوئے کہ جو کزن سے لے کر آیا تھا' وہ ساری نسوار لے گئے۔ میں نے بھی کوئی تین چار سال قبل ایک دفعہ ٹرائی کی تھی جس کا مجھے بہت خراب تجربہ ہوا کیونکہ نسوار آپ کے دماغ کو گھما دیتی ہے۔ پھر بھی لوگ کہتے ہیں کہ سگریٹ سے بہتر چیز ہے' پھیپھڑوں کو خراب نہیں ہونے دیتی۔ میرے گھر میں کوئی بھی نسوار استعمال نہیں کرتا۔ البتہ کزن وغیرہ جنہیں شوق ہے استعمال کر لیتے ہیں۔

انگلینڈ میں سفر بھی بہت کرنا پڑا، وہاں سے ڈبل وکٹ ٹورنامنٹ کھیلنے امریکہ گیا۔ اس سے بہت تھکاوٹ محسوس ہوئی، گھر والوں سے دوری کا بھی احساس تھا اور پھر کاؤنٹی کرکٹ تقریباً روز ہوتی ہے۔ مجھے تو اتنی کرکٹ کا بالکل اندازہ نہیں تھا لیکن تجربے کیلئے بہت سودمند ثابت ہوتی ہے۔

وہاں مجھے ثقلین نے متعارف کرایا۔ اسے لیسٹر شائر کے کوچ جیک نے کہا تھا کہ ہمیں کوئی اچھا کھلاڑی چاہیے کیونکہ سابق ٹیسٹ کرکٹر جیف مارش کا بیٹا ڈینئل مارش جو ہمارے کلب کی نمائندگی کرتا تھا، ان فٹ ہو گیا ہے۔ ثقلین نے مجھ سے بات کی اور میری رضامندی کے بعد ٹیلی فون پر میری جیک سے بات بھی کروا دی۔ انہوں نے مجھے پورا پیکیج دیا کہ اتنے میں معاہدہ ہو گا؟ میرے لیے یہ پرکشش آفر تھی کہ آپ کو دو سوا دو مہینے میں پندرہ سولہ میچوں کے 25,26 ہزار پونڈ مل جائیں۔ اس کے علاوہ میری تکنیک بھی بہتر ہوئی اور کاؤنٹی کرکٹ کھیلنے کی خواہش بھی پوری ہو گئی۔ سب سے اہم فائدہ یہ ہوا کہ دباؤ میں کھیلنا آ گیا کیونکہ وہاں پوری ٹیم مجھ پر انحصار کرتی تھی، جب وہ ہمیں گاڑی، رہائش اور اچھی خاصی رقم دیتے ہیں تو پھر بہترین کارکردگی کی بھی توقع رکھتے ہیں۔ ویسے بھی کاؤنٹی کھیلنے والا پلیئر پوری ٹیم میں الگ نظر آتا ہے۔ انہوں نے مجھ پر پابندیاں نہیں لگائیں بلکہ یہ کہا کہ جس طرح کھیلنا ہے، کھیلو۔ مجھے اعتماد دیا تو میری پرفارمنس بھی اچھی رہی۔

روزانہ میچ کھیلنے سے شروع میں، میں ریلیکس نہیں تھا مگر بعد میں بہت مزہ آیا۔ ان کے تمام گراؤنڈ خاصے بڑے ہیں، چار روزہ میچوں میں تو نہیں لیکن ون ڈے میں پبلک بہت زیادہ آتی ہے۔ کراؤڈ آنے سے پیسہ بنتا ہے اور ہر کاؤنٹی میں سپانسر شپ ہوتی ہے۔ اچھے میچ تو ٹی وی پر بھی دکھائے جاتے ہیں، ثقلین کی کاؤنٹی ٹاپ پر ہے۔ اب تو اظہر محمود نے بھی اس کی نمائندگی کی ہے۔ میرا لیسٹر شائر سے اگلے سال کا معاہدہ نہیں ہو سکا کہ انہیں پورے سیزن کیلئے کھلاڑی چاہیے تھا جبکہ مجھے قومی کرکٹ ٹیم کے بھی میچ کھیلنے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے ٹور بھی تھے، کاؤنٹی کو تو مجھ سے معاہدہ بڑھانے میں دلچسپی تھی لیکن میں نے شائستگی سے معذرت کر لی۔ اب انہوں نے مائیکل بیون سے معاہدہ کیا ہے۔

لیسٹر شائر انتظامیہ کو میرا کھیل اس لیے بھی پسند آیا کہ وہاں صرف کتابی کرکٹ کھیلی جاتی ہے جبکہ میں زوردار چھکے لگاتا تھا اس لیے میری بیٹنگ کو دیکھنے کیلئے دور دور سے لوگ آتے تھے۔ لیسٹر شائر کو 80, 90 ممبر میری جارحانہ بلے بازی کی وجہ سے ملے۔ برطانوی اخبارات نے بھی کسی تعصب کا مظاہرہ کیے بغیر بہت نمایاں کوریج دی اور جو کہا وہی رپورٹ کیا۔ انگلینڈ کا موسم بڑا عاشقانہ رہتا ہے یعنی اس کا مزاج بدلنے کا بالکل پتہ نہیں چلتا' اگر ہمارے میچوں کے دوران بارش ہو جاتی تھی تو بہت جلد گراؤنڈ خشک کر لیتے اور کبھی کبھار تو گیلی گراؤنڈ پر ہی کھلا دیتے تھے۔

ویسے تو کاؤنٹی کرکٹ کا ہر دور میں بہت کریز رہا ہے لیکن ماضی قریب میں پاکستانی کھلاڑیوں نے اس میں بہت نام کمایا۔ ظہیر عباس' جاوید میانداد' سرفراز نواز' عمران خان' یونس احمد' ماجد خان' صادق محمد مختلف ٹیموں کیلئے کھیلتے تھے تو پاکستانی شائقین کرکٹ کی تمام تر توجہ انگلینڈ کی فرسٹ کلاس کرکٹ کی جانب مبذول ہو جاتی تھی کہ ان کے پسندیدہ کھلاڑی کیسی کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں؟ یہ وہ وقت تھا جب کاؤنٹی کرکٹ کو تجربے اور صلاحیت میں اضافہ کا سبب مانا جاتا تھا اور خود کھلاڑی بھی اسے ایک اعزاز سمجھ کر کھیلتے تھے۔

ان نامور کھلاڑیوں کے بعد سلیم ملک' مشتاق احمد' وسیم اکرم اور وقار یونس کا زمانہ آیا تو وقت تبدیل ہو چکا تھا لہٰذا اب اسے کھیل کی زیادتی پیسے کی ہوس اور خود کو جلا کر بھسم کرنے کے مترادف قرار دیا جانے لگا اور پھر یہ ہوا کہ کاؤنٹی کرکٹ میں صرف ثقلین مشتاق ہی باقی رہ گیا جو کہ سرے کیلئے عمدہ خدمات کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ کاؤنٹی کرکٹ میں پاکستان کا نام زندہ رکھے ہوئے ہے۔ تاہم ماضی کی طرح ایک مرتبہ پھر کاؤنٹی کرکٹ میں پاکستانی کھلاڑیوں کی تعداد میں اضافہ شروع ہو گیا ہے۔ نوجوان کھلاڑی باصلاحیت اور ہر قسم کے ماحول میں خود کو ڈھالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اظہر محمود کا سرے اور عبدالرزاق کا مڈل سیکس سے معاہدہ ہوا۔ ہر ایک نے اپنا آپ منوایا ہے۔

میں نے گزشتہ سال 11 جولائی 2001 کو پہلے ہی میچ میں ناٹنگھم شائر کے خلاف نہ

صرف 40/2 کی کارکردگی دکھائی بلکہ دو چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 24 گیندوں پر 23 رنز بنا کر کا ابی کے ساتھ اپنے سفر کا آغاز کیا۔ 22 جولائی کو کینٹ کے خلاف صرف 32 گیندوں پر 6 چوکوں اور 5 چھکوں کی مدد سے 70 رنز بنائے۔ تو لیسٹر شائر یہ میچ 5 وکٹوں سے جیت گئی۔ بولنگ میں بھی 33 رنز دے کر ایک کھلاڑی کو آؤٹ کرنے میں کامیاب رہا۔ ایک دن کے وقفے کے بعد اگلا میچ ووسٹر شائر سے تھا' اس میں' میں نے 44 گیندوں پر 6 چوکوں اور 4 چھکوں کی مدد سے 67 رنز بنا ڈالے۔ میری اس اننگز کے باعث لیسٹر شائر بآسانی 113 رنز سے کامیاب ہوئی۔ اس میچ میں بھی مجھے 25 رنز دے کر ایک وکٹ ملی۔ کینٹ کے خلاف چار روزہ میچ میں' میری ٹیم ہار گئی۔ پہلی اننگز میں میری پرفارمنس 48/1 اور دوسری اننگز میں 22 گیندوں پر 42 رنز رہی تھی لیکن ہم خود کو شکست سے نہ بچا سکے۔ کاؤنٹی گراؤنڈ چیلمسفورڈ پر ایسیکس کے خلاف یکم تا 4 اگست کو کھیلا جانے والا کاؤنٹی چیمپئن شپ کا میچ ڈرا رہا جس میں' میں نے چھٹے نمبر پر بیٹنگ کرتے ہوئے صرف 7 رنز بنائے لیکن 84/5 کی عمدہ کارکردگی سمیت میچ میں 6 وکٹیں میری کامیابی کو واضح کر رہی تھیں۔

7 سے 10 اگست تک سمرسٹ کے خلاف میں نے 66 گیندوں پر 69 رنز دس چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے بنائے اور 31 رنز کے عوض ایک وکٹ بھی حاصل کی تاہم 12 اگست کو لنکا شائر کے خلاف میری 95 رنز کی اننگز ایک نمایاں کارنامہ تھا۔ ایک دن کے وقفے سے 14 اگست کو میں نے اپنا یوم آزادی اس طرح منایا کہ سمرسٹ کے خلاف 30 گیندوں پر 68 رنز سکور کر ڈالے جس میں میرے 12 چوکے اور تین چھکے بھی نمایاں تھے مگر 37/2 کی کارکردگی کے باوجود میری ٹیم یہ مقابلہ صرف ایک رنز سے ہار گئی۔ اگلے دن یارکشائر کے خلاف میچ میں مجھے نہیں کھلایا گیا اور لیسٹر شائر یہ مقابلہ بھی 168 رنز سے ہار گئی۔ 22 اگست کو نارتھمپٹن پر ڈے اینڈ نائٹ میچ میں سات وکٹوں سے فتح میں شریک رہا جب صرف 18 گیندوں پر 36 رنز میں' میں نے پانچ چوکے اور دو چھکے لگائے جبکہ کاؤنٹی چیمپئن شپ کے ایک میچ میں اسی ٹیم کے خلاف میں نے اننگز کا آغاز کرتے ہوئے 164 رنز کی تباہ کن باری کھیلی اور 151 منٹ میں 121 گیندوں پر 22 چوکے اور 6 چھکے

بھی لگائے۔ دوسری اننگز میں، تین وکٹیں میری کامیابی کی گواہ تھیں مگر پھر بھی میری ٹیم 202 رنز سے یہ میچ ہار گئی۔ 27 اگست کو ہوم گراؤنڈ پر نیشنل لیگ میں، میں نے سمرسٹ کے خلاف صرف 25 گیندوں پر 58 رنز 6 چھکوں اور 4 چوکوں کی مدد سے بنائے اور 45 رنز کے عوض تین وکٹیں بھی لے اڑا۔ اگست کے مہینے میں شاندار کارکردگی کے صلے میں مجھے ''پلیئر آف دی منتھ'' کا خصوصی ایوارڈ بھی ایک تقریب میں پیش کیا گیا اور کلب حکام نے میری کارکردگی کو عمدہ الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔ یکم ستمبر کو لارڈز کے تاریخی میدان میں سمرسٹ کے ہاتھوں لیسٹر شائر کو 41 رنز سے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ میں نے تین چوکوں کی مدد سے 20 رنز صرف 10 گیندوں پر بنائے اور 47/3 کی کارکردگی بھی پیش کی۔ 3 ستمبر کو نیشنل لیگ کے میچ میں گلوسٹر شائر کے خلاف گیارہ گیندوں پر تین چوکوں کی مدد سے 17 رنز بنانے کے علاوہ 33/2 کی کارکردگی دکھائی۔ 5 ستمبر کو یارکشائر کے مقابل بارش سے متاثرہ میچ میں صرف 3 رنز سکور کیے اور اس کے ساتھ ہی میرے 2001 کے انگلش سیزن کا خاتمہ ہو گیا۔ جس کے دوران لیسٹر شائر کے لیے پانچ فرسٹ کلاس میچوں میں 42.14 کی اوسط سے 295 رنز ایک سنچری اور ایک نصف سنچری کی مدد سے بنائے اور چھ کیچ لینے کے علاوہ 46.45 کی اوسط سے گیارہ وکٹیں بھی حاصل کیں۔ محدود اوورز میں میری کارکردگی 12 میچوں میں 40.08 کی اوسط سے 481 رنز پانچ نصف سنچریوں کی مدد سے رہی۔ ایک کیچ لیا اور 23.55 کی اوسط سے 18 وکٹیں بھی لیں۔

پورے سیزن میں لیسٹر شائر، ایم سی سی اور پاکستان کی جانب سے 6 فرسٹ کلاس میچوں میں 36.11 کی اوسط سے 325 رنز بنائے۔ 8 کیچ لیے اور 43.76 کی اوسط سے 13 وکٹوں پر ہاتھ صاف کیا جبکہ محدود اوورز کے 16 میچوں میں 34.31 کی اوسط سے 549 رنز بنائے۔ تین کیچ لینے کے علاوہ 23.30 کی اوسط سے 23 وکٹیں بھی حاصل کیں۔ (کاؤنٹی کرکٹ نے مجھے بہت تجربہ دیا ہے۔ کاؤنٹی کے کوچ جیک برکن شا نے بھی مجھے ہدایت کی تھی کہ مثبت کرکٹ کھیلوں لہٰذا میں نے ان کے مشورے پر عمل کیا۔ لیسٹر شائر کا کپتان ونس ویلز بھی میری کارکردگی سے بہت خوش تھا اور اس

نے اعتراف کیا کہ میں نے ڈینئل مارش کی کمی پوری کر دی ہے۔ انگلش کاؤنٹی کرکٹ کے منظر پر نوجوان پاکستانی کھلاڑیوں کا نمودار ہونا اس بات کی گواہی ہے کہ ہماری صلاحیتوں کو اب عالمی سطح پر تسلیم کیا جانے لگا ہے اور گوروں کے دیس میں یہی ہماری اصل جیت ہے۔

# لیڈی فنگر

کھانا وہ آسان کام ہے جو دنیا کا ہر بندہ کر لیتا ہے مگر پکانا ذرا مشکل ہے۔ خواتین کی تو اب یہ ذمہ داری بن گئی ہے مگر بہت سے گھروں میں مرد بھی ہاتھ بٹا لیتے ہیں اور یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ خواتین کی نسبت مردوں کے ہاتھوں پکائے ہوئے کھانے میں زیادہ لذت ہوتی ہے۔ ممکن ہے آپ اس سے اختلاف کریں لیکن دیکھ لیں کہ ہوٹلوں اور مارکیٹوں میں کھانا پکانے والے مرد ہی ہوتے ہیں اور ان کھانوں کو خواتین بھی اتنا پسند کرتی ہیں کہ خصوصی طور پر گھر میں منگوائے جاتے ہیں۔

شاہد آفریدی گھر کھانا بنانے کے شوقین تو نہیں مگر انگلینڈ میں قیام کے دوران انہیں ایسا کرنا پڑا۔ بیرون ملک اکیلے رہنے والے مردوں کو اکثر یہ فریضہ خود ہی سرانجام دینا پڑتا ہے اور آپ کو پتہ ہے کہ آفریدی سب سے زیادہ مزیدار کونسی ڈش بناتے ہیں؟ جی ہاں بھنڈیاں ...... جنہیں انگریزی میں لیڈی فنگر کہا جاتا ہے۔ لیڈی فنگر اس لیے کہ یہ عورت کی انگلی سے مشابہہ ہوتی ہے۔ آفریدی بتاتے ہیں کہ کاؤنٹی کرکٹ کھیلنے کیلئے انگلینڈ میں قیام کے دوران میں روزانہ باہر سے کھانا کھا کھا کر تنگ آ گیا اور پھر بیرون ملک پاکستانی کھانے تو بآسانی ملتے نہیں کہ آپ کبھی بور نہ ہوں۔

میرے ساتھ آفتاب حبیب بھی مقیم تھے، وہ بھی انگلینڈ کی طرف سے کھیلے ہوئے ہیں۔ میں نے انہیں کہا کہ مجھے بھنڈیاں بہت اچھی لگتی ہیں کیوں ناں انہی کو ٹرائی کیا جائے؟ بھنڈیاں مجھے اس طرح بھی پکانا آ گئیں کہ میری والدہ بہت اچھی بناتی تھیں اور جب یہ ڈش بناتیں تو میں کئی مرتبہ ان کے پاس کچن میں جا کر کھڑا ہو جاتا اور بغور دیکھتا کہ اس میں کون کونسی چیز ڈالنی ہے اور پھر

یہی خوبی انگلینڈ میں میرے کام آ گئی۔ میں نے بھنڈیوں کو چھوٹا چھوٹا کاٹا۔ یہاں آپ کو یہ دلچسپ بات بھی بتا تا چلوں کہ میرے چھوٹے ہوتے ہوئے جب میری والدہ بھنڈیاں کاٹتی تھیں تو ہم ان کے کٹے ہوئے حصے منہ پر چپکا لیتے۔ ان میں اتنی لیس ہوتی ہے کہ بآسانی چپک جاتی ہیں۔ پھر باہر جا کر دوسرے بچوں کو ڈراتے اور خوب خوش ہوتے۔ بھنڈی بھی اسی طرح فائدہ مند ہے جس طرح تربوز جسے کھایا بھی جا سکتا ہے' پیا بھی جا سکتا ہے اور دھوپ میں اپنا سر ڈھانپنے کے کام بھی آتا ہے۔ بھنڈی آپ کھا بھی سکتے ہیں اور اس سے کھیل بھی سکتے ہیں۔ مجھے وہاں سارے مصالحے تو نہیں ملے لیکن پھر بھی بہت مزیدار سالن بنا۔ انگلینڈ میں میرے پڑوسی ایک گوری فیملی تھی' میں نے ان کو بھی بھنڈیاں کھلائیں اور انہوں نے بہت تعریف کی۔

اب آپ مجھے کہیں بلا کر بھنڈیاں پکانے یا کھانے کی فرمائش نہ کر دیجئے گا کیونکہ یہ ڈش تو مجھے اپنی والدہ کی ہاتھ کی بنی پسند تھی۔ کبھی کراچی میں بھی ٹرائی کروں گا مگر ابھی وقت نہیں ملتا۔ اہل پاکستان خوش قسمت ہیں کہ اس ملک میں سبزیاں سستی اور وافر مقدار میں ہیں ان کا ذائقہ بھی لذیذ ہوتا ہے ورنہ بیرون ملک تو کئی چیزوں کا ذائقہ آپ کو قطعی مختلف محسوس ہو گا۔ مثال کے طور پر جتنا میٹھا اور لذیذ تربوز پاکستان میں ملتا ہے وہ شاید دنیا کے کسی اور خطے میں نہیں۔ پاکستان میں بھنڈیوں کا بھی ایک الگ ٹیسٹ ہے' مجھے جب بھی موقع ملے' گھر والوں کو اس ڈش کی فرمائش ضرور کرتا ہوں۔

# سٹریل کمبلے

جوں جوں کرکٹ میں پیسہ، گلیمر اور مقابلے کا رجحان بڑھ رہا ہے توں توں اس میں زیادہ تیزی بھی آ گئی ہے۔ اب شائقین کی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی میچ بے نتیجہ نہ رہے کیونکہ ممالک نے اپنی برتری ثابت کرنی ہوتی ہے تو کھلاڑیوں نے اپنی اور شائقین بھی کسی صورت اپنی ٹیم کو ہارتا نہیں دیکھنا چاہتے۔ اس لیے کرکٹ میچ کے دوران ایک ساتھ کئی قسم کے مقابلے چل رہے ہوتے ہیں۔

ایک مقابلہ تو وہ ہوتا ہے جو گراؤنڈ کے اندر ہو رہا ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک مقابلہ گراؤنڈ سے باہر بھی جاری رہتا ہے اور یہ مقابلہ ہوتا ہے کھلاڑیوں کی مقبولیت کا۔ گراؤنڈ سے باہر پرستار اپنے اپنے پسندیدہ کھلاڑیوں سے آٹوگراف لینے اور ان کے ساتھ تصاویر بنوانے کیلئے بے تاب رہتے ہیں۔

پاکستان کی طرف سے بلاشبہ اس مقابلے کے فاتح شاہد آفریدی رہے ہیں جسکی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ شاہد آفریدی ہمیشہ اچھے موڈ میں دکھائی دیتے ہیں۔ بقول شاہد آفریدی کے اگر میرا موڈ اچھا نہ بھی ہو تو بھی میری کوشش یہی ہوتی ہے کہ پرستار محسوس نہ کریں۔ ان کی محبت ہی تو ہمارا سرمایہ ہے وگرنہ گراؤنڈ میں تو ہم اس کھلاڑی سے بھی رعایت نہیں کرتے جو باہر ہمارا دوست ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر بھارتی کھلاڑی اجے جدیجا اور سری لنکا کا مرلی دھرن میرے اچھے دوست ہیں مگر جب کبھی میچ میں میرے سامنے آ جائیں تو میں بالکل رعایت نہیں کرتا۔

انڈین کھلاڑیوں میں نیان مونگیا اور انیل کمبلے میں تعصب ہے جبکہ جدیجا سے اچھی خاصی گپ شپ رہتی ہے۔ کمبلے تو اتنا سڑیل ہے کہ گراؤنڈ اور باہر دونوں جگہ موڈ میں رہتا ہے۔

جبکہ جدیجا بہت روانی سے ہندی بولتا ہے اور مجھے انڈیا کے حالات اور رسم ورواج سے آگاہ کرنے میں اس کا بہت ہاتھ ہے۔ میں نے اظہر الدین اور سارو ف گنگولی کو بھی ان کی بیویوں سمیت اپنے گھر پر مدعو کیا تھا اور میری والدہ کے انتقال پر تو آدھی سے زیادہ سری لنکن ٹیم میرے گھر افسوس کرنے آئی تھی۔

سری لنکا کے تمام کھلاڑی بہت اچھے ہیں مگر انگلینڈ کے گورے خود کو کچھ سمجھتے ہیں۔ وہ گراؤنڈ کے اندر اور باہر خاصے مختلف ہوتے ہیں۔ شین وارن میں بھی کچھ اکڑ آ گئی تھی مگر اب اس کے حالات پہلے سے بہتر ہیں۔ انگلینڈ کرکٹ ٹیم کا کپتان ناصر حسین گو بھارتی نژاد گورا ہے مگر اس کے بھی مزاج نہیں ملتے۔ آسٹریلوی کھلاڑیوں سے ہیلو ہائے ہے' دوستی نہیں۔ وہ اپنے کام سے کام رکھنے والے ہیں۔

اب کچھ لوگ یہ الزام بھی لگا سکتے ہیں کہ پاکستانی کھلاڑی انگریزی نہ بول سکنے کی وجہ سے غیر ملکیوں سے دور رہتے ہیں تو ایسی کوئی بات نہیں۔ کاؤنٹی کرکٹ کے دوران بھی تو ہم انگریزی بولتے ہیں' نیوزی لینڈ کے میکملن سے اچھی دوستی ہے تو کیا وہ اردو میں بات کرتا ہوگا؟ اصل بات باہمی عزت واحترام ہے۔

گورے ایسے لوگوں سے مل کر اور بات کر کے بہت خوش ہوتے ہیں' جو انگریز نہ ہونے کے باوجود ان کی زبان بولے چاہے اس میں ربط ہو یا نہ ہو۔ وہ ہمارے پاکستانیوں کی طرح نہ غلط انگریزی بولنے پر ہنستے ہیں' اور نہ مذاق اڑاتے ہیں۔ آسٹریلوی ٹیم میں وا برادران قدرے بہتر ہیں۔ گلکرسٹ' پونٹنگ اور میگرا اس ٹیم کی جان ہیں۔ اگر انہیں نکال دیں تو آسٹریلوی ٹیم کی طاقت آدھی بھی نہیں رہے گی۔ آسٹریلین حد سے زیادہ پروفیشنل ہیں۔ ان میں سیاست نہیں' اگر بات کریں گے تو سچے دل سے اور طریقے سے وگرنہ خاموش رہنا بہتر سمجھیں گے۔

جنوبی افریقہ کے اکثر کھلاڑی ریزرو رہنے والے ہیں مگر آپس میں خوب ہنسی مذاق کرتے ہیں' وہ کافی عرصہ تک انٹرنیشنل کرکٹ سے دور رہے اور پھر ہنسی کرونئے پر میچ فکسنگ الزام

ثابت ہونے نے تو انہیں اور الگ تھلگ کر دیا ہے۔ پاکستان اور بھارت چونکہ روایتی حریف ہیں اور دونوں ممالک کے کھلاڑی بھی اس دشمنی کو بخوبی جانتے ہیں' اس لیے دباؤ کو کم کرنے کیلئے ان سے چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ کئی کھلاڑی تو حق میزبانی بھی ادا کرتے ہیں۔ میں انڈیا میں اداکار ادیتیا پنچولی کے گھر بھی گیا تھا' کھانا بھی کھایا کیونکہ اس سے بہت اچھی سلام دعا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے اداکاروں سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ میں عموماً ان سے راہ ورسم بڑھاتا ہوں جو اپنی زیادتی اور غلطی کو تسلیم کریں۔ پاکستان میں گلوکار جنید جمشید' علی حیدر اور شہزاد رائے سے اچھے تعلقات ہیں۔ کئی اداکاروں سے تو ایئر پورٹ پر یا فلائٹ میں ملاقات ہو جاتی ہے۔ جب ہم بھارت کے دورے پر ہوں تو ٹیم کے ساتھ یا پانچ چھ سینئر لڑکے اکٹھے کسی جگہ کھانا کھا آتے ہیں۔ منیجر کی طرف سے صرف یہی ہدایت ہوتی ہے کہ سیکورٹی افسر کو بتا کر جائیں۔ ہم وہاں خوب گھومے پھرے ہیں' مجھے تو کوئی ایسا تعصب محسوس نہیں ہوا۔ انہوں نے ہمیشہ ہمیں بہت پیار دیا' عوام میں نفرت نہیں بلکہ یہ ہمسایہ ملک کی حکومت ہے جو الٹے سیدھے بیانات دیتی رہتی ہے۔ آخری ٹور میں سب لڑکے تاج محل دیکھنے گئے تھے۔ میری چونکہ طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور پھر سفر بھی ہمارے ہوٹل سے ڈھائی تین گھنٹے کا تھا اس لیے میں ان کے ساتھ نہیں جا سکا۔ البتہ اسے مس ضرور کرتا ہوں' وہ دو پیار کرنے والوں کی لازوال محبت کی نشانی ہے۔

## وہمی جیف بائیکاٹ

توہمات اور توہم پرستی کسی ایک معاشرے تک محدود نہیں۔ٹونے.....ٹوٹکے اور مافوق الفطرت قوتوں پر یقین انسانی جبلت میں شامل ہے۔انسان اپنے آپ کو خواہ کتنا ہی روشن خیال ظاہر کرے کسی نہ کسی صورت پھر بھی ان کے حصار میں آ ہی جاتا ہے۔ان توہمات اور ٹونے ٹوٹکوں کا اثر ایشیائی ممالک کے علاوہ یورپ' امریکہ' افریقہ اور آسٹریلیا جیسے جدید اور ذہنی وسعت کے دعویداروں میں بھی پایا جاتا ہے۔مغرب میں تو بلڈنگ میں 13 نمبر کا فلور نہیں بنایا جاتا بلکہ 12 کے بعد 14 نمبر دے دیا جاتا ہے۔کالی بلی کے راستہ کاٹنے اور شیشہ ٹوٹنے کو نحوست خیال کیا جاتا ہے۔ایشیاء میں بھی یہ سلسلہ اپنے عروج پر ہے۔کھیل کا میدان اور کھلاڑی بھی ان سے اپنا دامن نہیں بچا پائے۔

ایسا ہی ایک بہت دلچسپ واقعہ پاکستان کرکٹ ٹیم کے دورہ انڈیا کے موقع پر پیش آیا جب میچ سے چند دن قبل بھارتی پنڈت وکٹ پر منتر پڑھتے رہے کہ پاکستان سے میچ جیت جائیں مگر افسوس رزلٹ ان کی توقعات اور خواہشات کے برعکس نکلا۔ٹیسٹ کرکٹ میں شامل ممالک میں بھی ان توہمات کا وجود کسی نہ کسی صورت میں ملتا ہے۔جاوید میانداد جب بھی بیٹنگ کرنے آتے تو پچ پر پہنچ کر پہلے وکٹوں پر رکھی بیلز کو بیٹنگ کے دوران ایک بار ضرور سرکاتے تھے۔عمران خان مڈ آف یا مڈ آن پر فیلڈنگ کرتے ہوئے جب میچ زیادہ پھنس جاتا تو گراؤنڈ پر پنجوں کے بل بیٹھ کر گھاس توڑتے تھے۔عامر سہیل بائیں ہاتھ کی کلائی پر کڑا اور شعیب اختر کچھ عرصہ تک کان میں بُندہ پہنتے رہے۔ماضی میں جب ہمارے کھلاڑی بھارت کے دورے پر گئے تو انہوں نے

اجمیر شریف بھی حاضری دی اور وہاں سے ٹیم کے تقریباً تمام کھلاڑیوں نے اپنی کلائیوں پر تین رنگ کے دھاگے باندھے تھے جو اب بھی اکثر کھلاڑیوں کی کلائیوں پر نظر آتے ہیں۔

اجمیر شریف جانے والوں میں شاہد آفریدی بھی شامل تھے جو وکٹ پر کھڑے ہو کر ایک مرتبہ چاروں طرف ضرور دیکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ ڈنڈ لگانے کے انداز میں اوپر نیچے ہوتے ہیں اور بلے کو اپنے چاروں طرف گھما کر گویا خود کو ریلیکس کرتے ہیں' ایک کالا دھاگہ بھی آپ کو ہمیشہ شاہد کی کلائی پر نظر آئے گا۔ گوان کا کہنا ہے کہ یہ کسی وہم کی نشانی نہیں مگر اور بہت سے کھلاڑی بھی اس قسم کی عادات رکھتے ہیں۔

پاکستان کے حنیف محمد' مشتاق محمد' عبدالحفیظ کاردار' مقصود احمد اور دوسرے کئی سینئر کھلاڑی گراؤنڈ میں داخل ہونے سے قبل تسبیح کرتے تھے۔ میچ جیتنے کے بعد پوری ٹیم کا گراؤنڈ میں سجدہ ریز ہونا تو اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کی نشانی ہے۔ ورلڈ کپ 92 میں کامیابی کے بعد عمران خان اور رمیز راجہ کو سجدہ شکر ادا کرتے دیکھا گیا۔

جیف بائیکاٹ کو وہم تھا کہ اگر اس کی بیوی ٹی وی پر یا میدان میں اس کی بیٹنگ دیکھ رہی ہے تو وہ جلد آؤٹ ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ جیف کو یہ وہم بھی رہتا تھا کہ اگر اپنی اننگز کی پہلی گیند پر سٹروک کھیلا تو پھر پویلین واپس لوٹ جائے گا لہٰذا پورے کیریئر میں وہ کبھی پہلی گیند پر سکور نہ کر سکا۔ اسی توہم پرستی یا عادت کے تناظر میں ایک دفعہ نہایت دلچسپ صورتحال پیدا ہوئی۔ جیلٹ کپ کے ایک روزہ مقابلوں میں کسی ناگزیر وجوہ کی بناء پر کپتان نے جیف بائیکاٹ کو قدرے نچلے نمبروں پر بیٹنگ کرنے کیلئے بھیجا۔ جس وقت وہ بیٹنگ کرنے کریز پر پہنچا' میچ انتہائی دلچسپ اور سنسنی خیز صورت اختیار کر چکا تھا' اس کی ٹیم کو جیتنے کیلئے محض دو گیندوں پر چار رنز کی ضرورت تھی۔ حسب عادت اس نے اوور کی پانچویں اور اپنی پہلی گیند جو نہایت بے ضرر تھی اور اس پر رنز بھی بن سکتے تھے محتاط کھیلتے ہوئے روک لی۔ میدان میں موجود تمام تماشائیوں نے جیف بائیکاٹ کی اس حرکت کو ناپسندیدگی سے دیکھا۔ نان سٹرائیکنگ اینڈ پر کھڑے بیٹسمین کا موڈ بھی خراب ہو چکا تھا

جو بڑی محنت سے ٹیم کو فتح کے قریب لایا تھا۔ مگر جیف بائیکاٹ تو اپنی عادت سے مجبور تھے۔ قسمت دیکھیں کہ اگلی گیند باؤنڈری لائن سے باہر تھی۔ جیف نے صحافیوں کے سوال کے جواب میں کہا کہ مجھے یقین تھا کہ اگر پہلی گیند پر اسٹروک کھیلنے کی کوشش کرتا تو میں بھی آؤٹ ہو جاتا اور ٹیم میچ ہار جاتی۔ کسی صحافی نے ایک اور سوال داغ دیا کہ اگر آپ کو کسی ایسے وقت بیٹنگ کیلئے بھیجا گیا جب اننگز کی آخری گیند باقی ہوئی تو...... اس موقع پر جیف بائیکاٹ صرف مسکرا کر رہ گئے' ان کے ذہن میں یہ بات ضرور تھی کہ اگر کبھی ایسا چانس بنا تو بھی میں پہلی گیند محتاط طریقے سے ہی کھیلوں گا' مگر جیف کی زندگی میں پھر کبھی ایسا موقع نہیں آیا۔

## بے صبرا

میرے دوست احباب تو میری جبلت سے آگاہ ہیں کہ میں ایک مضطرب شخص ہوں۔ کوئی کام ہو۔ اسے فوراً مگر بے صبری سے انجام دینا میری عادت ہے۔ یہی عالم کرکٹ کی پچ پر بھی ہوتا ہے' میرے مداحین یہ اکثر سوچتے ہیں کہ آفریدی کو نہ جانے ایک دم کیا ہو جاتا ہے۔ خاصا اچھا بھلا کھیل رہا تھا ایک دم آؤٹ کیوں ہو جاتا ہے تو سنیئے آج میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ایسا کیوں ہے۔

میں بچپن سے بے قرار طبیعت کا مالک ہوں' مثلاً یہ بچپن سے عادت ہے کہ مجھے بھوک لگ جائے تو توے سے بھی روٹی اتار کر کھا لیتا ہوں۔ بچپن سے تیز کرکٹ کھیلنے کی عادت ہے جو اب بدل نہیں رہی۔ آگے بڑھ کر شاٹس لگانا اور جارحانہ کھیل کھیلنا میری فطرت ہے' میں جم کر کھیلتا تو ہوں مگر بال بلے پر چڑھتی ہو تو اسے بہتر انداز میں کھیلنے کا موقع بھی ضائع نہیں کرتا۔

وکٹ پر بھیجنے سے پہلے میرے سینئرز مجھے بہت سمجھاتے ہیں کہ آفریدی ذرا سنبھل کر دھیان سے کھیلنا مگر وکٹ پر پہنچتے ہی سب کچھ بھول جاتا ہوں اور میرے ہاتھوں میں کھجلی سی ہونے لگتی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے جب زیادہ نصیحتیں اور ہدایتیں کی جاتی ہیں تو میں اچھا نہیں کھیل پاتا۔ اگر مجھے اپنی فطرت کے مطابق بیٹنگ کرنے دی جائے تو میں بہترین کھیل کھیلتا ہوں۔ میرا یہ اضطراری کھیل ہی میری خصوصیت بن چکا ہے۔ میرے پرستار بھی مجھ سے یہی توقع رکھتے ہیں۔ دنیا کے تیز ترین بلے بازوں میں میرا نام لیا جاتا ہے تو یہ غلط بھی نہیں ہے۔ میں سو سے زائد ون ڈے کھیل چکا ہوں' تیز ترین نصف اور پوری سنچریاں بنا چکا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھ میں بھی صبر و تحمل کے ساتھ کھیلنے کا رجحان پیدا ہو جائے۔

اس عادت کے باوجود میں قومی ٹیم کی ضرورت سمجھا جاتا ہوں۔ شاید اس لیے کہ میں آل راؤنڈر ہوں، بیٹنگ، فیلڈنگ اور باؤلنگ میں اپنی اوسط کارکردگی متاثر نہیں ہونے دیتا۔ دوست اور سینئرز سمجھتے ہیں میں تینوں شعبوں میں پرفیکٹ ہوں مگر میں سمجھتا ہوں کہ ابھی مجھ میں بہت سی خامیاں ہیں۔ ٹیم کی پرفارمنس میں میرا بھی حصہ ہوتا ہے اور میری خواہش ہوتی ہے کہ سلیکشن کے دوران میرا نمبر پہلے چار نمبروں میں رہے۔

مجھے ''بے صبرا'' سمجھا جاتا ہے، اس کے باوجود میری ٹیم مجھے ایک کارگر اور لکی شخص سمجھتی ہے۔ میں پارٹنر شپ بریکنگ بولر مشہور ہوں۔ جب ٹیم دباؤ میں ہو تو اہم موقع پر مجھ سے باؤلنگ کرائی جاتی ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ بلے بازی کے برعکس میں باؤلنگ میں ''بے صبرا'' نہیں ہوں۔ یہ اللہ کا مجھ پر احسان ہے کہ اس نے مجھے ایسی خوبی دی ہے کہ میں عین اس وقت مخالف ٹیم کو مشکل میں ڈال دیتا ہوں جب وہ جم کر کھیل رہی ہو۔ اہم مواقع پر میرے ہتھیار فلپر، لیگ سپین بریک، گگلی کام کر جاتے ہیں اور بلے باز یا تو بولڈ ہو جاتا ہے یا ایل بی ڈبلیو یا پھر کیچ آؤٹ ہو جاتا ہے۔

مجھے زیادہ پارٹنر شپ توڑنے کا اعزاز حاصل ہے۔ جے سوریا کا واقعہ تو مشہور ہے کہ شارجہ میں اسے اس وقت کیچ کرایا جب اس نے ہمیں مشکل میں ڈالا ہوا تھا۔ انڈین ٹیم کے ساتھ بھی یہی ہوتا ہے، میں نے ون ڈے کرکٹ میں تمام سنچریاں اہم مواقع پر بنائیں۔ جب تک میں وکٹ پر ہوں مخالف ٹیم خوفزدہ رہتی ہے کہ آفریدی حشر نشر نہ کر دے لیکن ادھر میری ٹیم کو یہ خوف رہتا ہے کہ کہیں آفریدی جلد آؤٹ نہ ہو جائے۔ اس لیے مجھے باہر سے ہدایات آنے لگتی ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ میں مخالف ٹیم کے دباؤ میں آنے کی بجائے اپنوں کے دباؤ میں آ جاتا ہوں۔ میں آؤٹ ہو کر جاتا ہوں تو ان سے کہتا ہوں کہ مجھے تنگ کیوں کرتے ہو، میں ٹھیک کھیل رہا ہوتا ہوں، مگر آپ کی ٹپیں مجھے مروا دیتی ہیں۔

آج کرکٹ میں میری ویلیو تو ہے مگر پھر بھی کبھی کبھی اس قدر غصہ آتا ہے کہ کرکٹ

چھوڑنے کو دل چاہتا ہے۔اس کی وجہ میری ''بے صبری'' بھی ہے' کیونکہ جلد بازی اور لاابالی پن کی وجہ سے میری کارکردگی خراب بھی ہوتی ہے۔اب تو مجھے کرکٹ کی سمجھ آنے لگ گئی ہے' کیا کروں اس کھیل سے مجھے عشق ہی اتنا ہے کہ اس کو چھوڑ بھی نہیں سکتا۔میں خود کو بہتر بنا رہا ہوں تا کہ تا دیر کھیلتا رہوں۔

# سری پائے اور فاختہ

شہرت کے بھی رنگ نرالے ہیں' جنہیں مل جائے ان میں سے بعض کے مزاج نہیں ملتے اور بعض اس سے اکتاہٹ کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں مگر پھر بھی ایک بات ضرور ہے کہ جسے اس کا چسکا پڑ جائے پھر پرستاروں کے جھمگٹے کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ شاہد آفریدی نے بھی اس کا خوب لطف اٹھایا۔ ابھی آٹو گراف لینے کی عمر تھی کہ آٹو گراف دینا پڑ گیا مگر اس کا بھی ایک اپنا مزہ ہے۔

ان کے پرستار باتیں بھی بہت دلچسپ کرتے ہیں' کوئی کہتا ہے کہ تم اتنے خوبصورت کیوں ہو؟ کوئی فقرہ کستا ہے کہ بس ایک تیز ترین سنچری بنا کر بیٹھ گئے' نیا عالمی ریکارڈ کب قائم کرو گے؟ کسی کا مشورہ ہوتا ہے کہ کرکٹ چھوڑ دو اور فاختائیں اڑاؤ۔ کوئی گھر پر کھانے کی دعوت دیتا ہے لیکن سب سے اچھی باتیں بچے کرتے ہیں کیونکہ ان کی حرکات نہایت معصومانہ ہوتی ہیں۔ لڑکیاں تو شاہد آفریدی کی بہت زیادہ فین ہیں اور کرکٹ میگزینوں میں ایڈیٹر کی ڈاک صفحات پر کئی مرتبہ ان کا آپس میں جھگڑا بھی ہو جاتا ہے۔ ہر ایک کا دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ آفریدی کی سب سے بڑی پرستار ہے۔ لڑکیاں کرکٹ کے معاملات پر گفتگو کم اور تحائف زیادہ بھجواتی ہیں۔

شاہد آفریدی کے اہل خانہ کے بقول گھر میں ان کیلئے اتنے فون آتے ہیں کہ نمبر بار بار بدلوانا پڑتا ہے۔

ایک مرتبہ شاہد آفریدی شارجہ میں کرکٹ میچ کھیل رہے تھے کہ ان کے گھر پر ایک لڑکی کا فون آیا (شاہد آفریدی کو یہ واقعہ ان کی چھوٹی بہن نے شارجہ سے وطن واپسی پر بتایا) اس وقت آفریدی کے والد گھر پر موجود تھے۔ انہوں نے فون سنا تو لڑکی نے کہا۔

''انکل شاہد 42 پر کھیل رہے ہیں' دعا کریں کہ 50 ہو جائے۔''

ابا جی بڑے خوشگوار موڈ میں تھے انہوں نے جواب دیا ''ہاں بیٹا اپنے بھائی کیلئے دعا کریں کہ ففٹی کر جائے''

لڑکی کا یہ سننا تھا کہ حیرانی سے ''جی انکل'' کہا اور فون بند کر دیا' شاہد آفریدی نے بتایا کہ میرے کئی پرستار پانچ پانچ، چھ چھ سال سے مجھ سے فون پر گفتگو کر رہے ہیں' اکثر کو تو میں نے دیکھا بھی نہیں' یہ ذہنی ہم آہنگی کی بات ہے۔ وہ بہت محبت سے مجھے فون کرتے ہیں اور میں ان سے ہلکی پھلکی گپ شپ کر لیتا ہوں۔

لاہور کے ایک بزنس مین تو میرے بہت بڑے مداح ہیں' ان کی لاہور میں کئی فیکٹریاں ہیں' سب سے اہم بات کہ انہیں کھانے کھلانے کا بہت شوق ہے۔ اکثر و بیشتر لاہور کی کوئی ورائٹی میرے کھانے کیلئے لے آتے ہیں۔ میں لاکھ منع کروں' ان کا اصرار ہوتا ہے کہ چکھنے میں کیا حرج ہے؟ اور پتہ ہے وہ صرف چکھنے کیلئے پورا پورا دیگچہ بھر لاتے ہیں۔ گزشتہ دنوں نیوزی لینڈ ٹور کے دوران ہم لوگ لاہور میں تھے کہ انہوں نے مجھے سری پائے کھلانے کی فرمائش کی' اس وقت میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی' میں نے رسماً کہہ دیا ''اچھا کھا لیں گے'' اگلے دن وہ صبح سے فون پر فون کر رہے تھے مگر میں تو سٹیڈیم میں پریکٹس پر تھا' کہلوایا بھی کہ آج رہنے دیں پھر کبھی کھا لیں گے مگر وہ ہوٹل فون کر کے مسلسل میری واپسی کا پوچھتے رہے۔ ایک بجے ہم تھکے ہارے واپس آئے' ابھی میں سونے کیلئے لیٹا ہی تھا کہ وہ ساز و سامان کے ساتھ آ دھمکے اور پھر بہت اصرار سے مجھے پائے کھلائے۔ کئی مرتبہ دل کھانے کو نہیں چاہ رہا ہوتا مگر ان کی چاہت دیکھ کر انکار نہیں کر پاتا۔ انہیں میری صحت کی بھی بہت فکر رہتی ہے اور یقیناً ایسے لوگ ایسے پرستار ہی تو ہمارا اثاثہ ہیں۔

صحارا کپ کھیلنے کیلئے ٹورنٹو جانے سے پہلے بھی میرے ایک پرستار کا فون آیا جسے میں کبھی نہ بھلا پاؤں گا' ویسے تو وہ مجھے فون کرتا رہتا تھا لیکن اس روز اس نے عجیب سی بات کی کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے اور میں قسم کھانے کیلئے تیار ہوں کہ تم سو کرو گے اور پھر واقعی میں نے ٹورنٹو میں اپنے ون ڈے کیریئر کی دوسری سنچری بنائی۔ اس لڑکے کا نام ندیم ہے مگر اس کے بعد اس کا فون نہیں آیا' میری خواہش ہے کہ اس سے بات ہو' میں اس کا شکریہ ادا کروں اور اسے اپنے پاس بلاؤں۔

# میں ڈرائیور ہوں ذرا وکھری ٹائپ کا

گاڑی ہو اور اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر میرا قبضہ ہو تو پھر ساتھ بیٹھے لوگوں کا خون خشک ہو جانا معمولی بات ہے' میں ذرا جابر قسم کا' بے فکرا' بے پرواہ ڈرائیور ہوں اور اگر کبھی کسی ضروری کام کے سلسلے میں جا رہا ہوں اور دیر ہونے کا خدشہ ہو یا پھر غصہ کی حالت میں ہوں تو گاڑی اور میری سوئی اوپر ہی اوپر چڑھتی جاتی ہے۔ دائیں بائیں آگے پیچھے نہیں دیکھتا' اشارے توڑتا ہوا چلا جاتا ہوں۔ کراچی میں تو مجھے کوئی نہیں روکتا' اشارے توڑتا ہوں تو پولیس والے دیکھ لیتے ہیں کہ یہ کون گیا ہے' ایک بار میرے ایک دوست نے کہا تھا۔

''آفریدی تم اپنی گاڑی پر ایمبولینس لکھوا لو تاکہ تمہیں قانون کی طرف سے ٹریفک قوانین توڑنے کی اجازت حاصل ہو جائے''۔

گاڑی چلاتے ہوئے ایمرجنسی کی حالت میں بیٹھا ہوتا ہوں' بس کیا کروں' عادت ہی ایسی بن گئی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس کے باوجود آج تک ایسا ایکسیڈنٹ نہیں ہوا کہ جس پر کسی کا نقصان کیا ہو۔

قومی کرکٹ ٹیم میں میرے علاوہ بھی ایک شخص ایسا ہے جو مجھ سے دو ہاتھ آگے ہے' وہ ہے شعیب اختر ...... یار یہ بڑا ظالم ڈرائیور ہے۔ بس اس کا تو کچھ نہ پوچھو' اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کبھی کبھار اشارہ کاٹنے پر پکڑے بھی جاتے ہیں۔

یہ اسی سال (2002) کی بات ہے میں اور شعیب لاہور میں پریکٹس کے بعد واپس آ رہے تھے۔ گاڑی میں ہی چلا رہا تھا۔ بے دھیانی میں ایک سگنل کاٹ کر کچھ آگے جا کھڑا ہوا۔ سارجنٹ بھاگا

ہوا آیا تو معلوم ہوا کہ ہم اپنی لائن سے اور زیبرا کراسنگ سے آگے کھڑے ہیں' میں نے سوری کیا تو اس نے چالان کرنا چاہا۔ اس پر میں نے دوبارہ سوری کی تو وہ پوچھنے لگا کہ کیا کرتے ہو' ''ہم پاکستان کرکٹ ٹیم میں کھیلتے ہیں'' میں نے بتایا۔

''آپ کا نام''

'میں نے اپنا اور شعیب کا بتایا تو وہ یہ سن کر خوش ہو گیا اور پنجابی میں بولا ''پتر کوئی گل نئیں' جاؤ مزے لٹو''

میں اب قدرے بدل رہا ہوں' بلکہ خود کو بدلنے کی کوشش کر رہا ہوں' جب اپنی بیوی اور بچے کے ساتھ باہر نکلوں تو کوشش کرتا ہوں کہ گاڑی تیز نہ چلاؤں۔ پہلے پہل تو وہ بے چاری میری تیز ڈرائیونگ دیکھ کر سہم جاتی تھی اور دبی دبی کہتی تھی ''خدا کیلئے آہستہ چلائیں'' وہ مجھے تیز رفتاری کے نقصانات بتاتی اور کہتی رہتی ہے کہ میرے اندر یہ تبدیلی شاید اس کی نصیحتوں یا دعاؤں سے آ رہی ہے یا پھر عمر کے ساتھ ساتھ میں سنجیدہ اور میچور ہو رہا ہوں' میرا خیال ہے کہ یہ دونوں ہی باتیں ہوں گی۔

# بھیگے بھیگے شہر میں

کوہاٹ سے کراچی آئے تو یوں لگا کہ اب اس شہر کو چھوڑ کر کہیں نہیں جایا جا سکتا کیونکہ روشنیوں کا یہ شہر اپنے اندر کئی کہانیاں لیے ہوئے ہے۔ میں تو یہی کہوں گا کہ کراچی کو کسی کی نظر لگ گئی ہے ورنہ اس شہر میں تو کوئی فکر فاقہ نہیں ہوتا تھا اور اب کئی علاقے غیر محفوظ ہو گئے ہیں۔ دہشت گردی کی وارداتوں میں کبھی کمی آ جاتی ہے اور کبھی یہ شہر مقتل کا منظر پیش کرنے لگتا ہے۔ میں بھی اب کراچی کی تیز زندگی سے اکتانے لگا ہوں' حالانکہ شہر قائد میرے مزاج کو بہت سوٹ کرتا ہے۔

میری خواہش ہے کہ اسلام آباد میں کسی اچھے سے علاقے میں بہت خوبصورت سا گھر بنایا جائے جہاں میں سکون کی تلاش میں ہفتے دو ہفتے کیلئے چلا جایا کروں۔ مجھے معلوم ہے کہ میں وہاں جلدی ایڈجسٹ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس شہر میں آج بھی عجیب طرح کی اداسی ہے۔ آج بھی لوگ رات دس' ساڑھے دس تک سو جاتے ہیں جبکہ کراچی تو ساری رات جاگتا ہے۔ دوسرے شہروں کی نسبت اسلام آباد مہنگا بھی ہے مگر مجھے اس کا موسم بہت اپیل کرتا ہے۔ خصوصاً دوستوں کے ساتھ اوپر پہاڑوں پر چلے جانا' دامن کوہ سے بھی اوپر ایسے کہ چاروں طرف سناٹا ہو' دور گاؤں سے بچوں کے بولنے کی آوازیں آ رہی ہوں۔

اچھے دوست اور اچھی کمپنی ہو تو مجھے یقین ہے کہ میں اسلام آباد میں بھی وقت گزار لوں گا۔ اسلام آباد کے تقریباً تمام قابل ذکر مقامات دیکھ چکا ہوں۔ فیصل مسجد میں تو نماز کی ادائیگی کا بھی موقع ملا۔ ضیاء الحق کے مزار پر بھی گیا ہوں۔ پٹھان ان کو بہت پسند کرتے تھے اور ضیاء الحق کی حادثہ میں موت پر میری ساری فیملی روئی تھی۔ وہ بہت تحمل والے اور دین دار شخص تھے۔ اسلام آباد

جا کر احساس ہوتا ہے کہ کسی غیر ملک میں گھوم رہے ہیں۔ آلودگی سے پاک ماحول' صاف ستھری سڑکیں اور جھنڈے والی گاڑیاں سب اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ گو یہاں اہم شخصیات کی کوئی خاص وقعت نہیں کیونکہ یہ بڑے لوگوں کا شہر ہے۔ ہر وقت تو ان لوگوں کا اسلام آباد آنا جانا رہتا ہے' اس لئے رتبہ کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔

جب تک کرکٹ کھیل رہا ہوں' اس بھیگے بھیگے شہر میں سیٹ ہونا مشکل ہے۔ البتہ زندگی میں جب حالات موافق ہوئے' میں اسلام آباد میں ایک گھر ضرور بناؤں گا۔ گو اب لاہور اور کراچی بھی جدت میں کسی سے کم نہیں مگر اسلام آباد کی اپنی ہی دنیا ہے۔ یہاں خواتین بھی سڑکوں پر خود کو محفوظ سمجھتی ہیں اور پولیس خاصی الرٹ نظر آتی ہے۔ کراچی کا شور اور سڑکوں پر دھواں وہاں کے باسیوں کو اس سے دور کر رہا ہے اور لاہوریے تو اس سب کچھ کے بہت پہلے سے عادی ہیں۔

# کمرشل بوائے

بچپن میں میرے دوست مجھے چارمنگ بوائے کہتے تھے' کئی تو مجھے فلموں میں کام کرنے کا مشورہ بھی دیتے۔ وہ کہتے" آفریدی بڑے ہوکر تم فلموں میں کام کرنا۔"

میں آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر اپنے چہرے کو مختلف پوز دے کر سوچتا کہ میرے دوست کچھ غلط بھی تو نہیں کہتے مگر فلموں میں کام کرنا میری منزل نہیں تھا۔ میں جانتا تھا کہ میرے والدین مجھے ہرگز ہرگز اس کی اجازت نہیں دیں گے' اس لیے میں نے اپنی اس خواہش کو ذہن میں پنپنے ہی نہیں دیا۔ لیکن جونہی مجھے کرکٹ میں چانس ملا تو شوبز کا شعلہ بھی بھڑک اٹھا۔ چھکوں سے راتوں رات شہرت تو مل گئی تھی مگر میری اپنی شخصیت نے بھی لوگوں کو گرویدہ بنا دیا۔ مجھے فون آنے لگے۔ لڑکیاں کہتیں۔

"آفریدی تمہاری مسکراہٹ اور آنکھیں قاتل ہیں۔"

انہی دنوں پیپسی والوں نے کمرشل کیلئے مجھ سے رابطہ کیا' میں قدرے شرمیلا بھی ہوں۔ کیمرے کا سامنا کرنے سے کتراتا ہوں ویسے بھی جس طرح کے کمرشل یہاں بنتے ہیں۔ بندہ ان میں کام نہ ہی کرے تو بہتر ہے۔

پیپسی کا ہمارے کرکٹ بورڈ کے ساتھ معاہدہ ہے کمرشل کے سلسلے میں بورڈ کسی بھی لڑکے کو شوٹنگ کیلئے پابند کرسکتا ہے' ویسے بھی پیپسی والے خاصے پیسے دیتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ پیپسی والے مجھے بک کرنا چاہتے ہیں اور یہ سعید انور اور میرا مشترکہ کمرشل ہوگا مگر میں قدرے تذبذب میں تھا۔ یہ میرا پہلا کمرشل تھا' سعید بھائی نے مجھے سمجھایا۔

''شاہد پیپسی والوں کا کمرشل بڑا جاندار اور منفرد ہوتا ہے' پیسہ بھی ملتا ہے اور کھلاڑی گلیمرائز ڈ ہو جاتا ہے' موقع ضائع نہیں کرو'' میں نے سعید بھائی کی بات مان لی۔ کمرشل کیلئے ہمیں کیپ ٹاؤن جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) جانا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ کمرشل کے سلسلے میں خاصی دوڑ دھوپ کرنی پڑے گی نہ جانے کہاں کہاں جانا پڑے لیکن ہم وہاں پہنچے تو مجھے شدید حیرت ہوئی۔ ہمیں ڈریسنگ روم میں لے جایا گیا اور بتایا گیا کہ شوٹنگ ڈریسنگ روم میں ہی ہوگی۔

کمرشل کا ڈائریکٹر جنوبی افریقہ سے تھا' میں نے سکرپٹ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا'' زیادہ لمبا کام نہیں ہے' بس تم دونوں کو تھکی ہوئی حالت میں ڈریسنگ روم میں آنا ہے اندر پیپسی رکھی ہے' لڑکے ساری پیپسی پی چکے ہوتے ہیں اور اب صرف ایک پیپسی بچی ہے۔ سعید انور اور تم پیپسی کی جانب پیاسی نظروں سے دیکھتے ہوا اور پھر اس کو حاصل کرنے کیلئے بھاگتے ہو' سعید میز پر سلائیڈ لے گا اور تم میز پر ڈائیو لگا کر پیپسی پکڑ لیتے ہو لیکن جب اسے کھولنے کے لئے اوپنر دیکھتے ہو تو وہ سعید انور کے ہاتھ میں نظر آتا ہے' لہٰذا تمہیں پیپسی ففٹی ففٹی کرنا پڑتی ہے۔''

سکرپٹ اور منظر نگاری بظاہر پرکشش نہیں تھی اس کے باوجود میں نے پوچھا'' ریہرسل کب ہوگی''؟

ڈائریکٹر نے کہا'' نو ریہرسل۔''

میں نے اس کی جانب دیکھا تو وہ مسکراتے ہوئے بولا'' تم لوگوں میں اداکاری کے جراثیم ہوتے ہیں' ہمارا تجربہ ہے کہ کرکٹر فوراً سین اوکے کرا دیتے ہیں۔''

اس کی بات درست تھی' سعید انور کا بھی یہی کہنا تھا کہ کم از کم کرکٹروں کو ماڈل گرلز کی طرح میک اپ کے مراحل سے نہیں گزرنا پڑتا۔

اس کے باوجود صبح ساڑھے سات بجے اس کمرشل پر کام شروع ہوا اور رات اڑھائی بجے جان چھوٹی۔ ہمارے کام کی نسبت ڈریسنگ روم کے سیٹ لگانے کا کام زیادہ تھا۔ اس میں زیادہ وقت صرف ہوا' یہ کمرشل چلا تو بے حد پرکشش تھا۔ کیمرے کی جادوگری کا میں قائل ہو گیا' یہ

ان ڈور کمرشل تھا مگر جب چلا تو ایسا لگا جیسے لائیو اور ریجنل تھا۔ ایک چھوٹے سے کمرے میں فلمایا گیا کمرشل اس کے ڈائریکٹر کی فنی مہارت کا ثبوت تھا۔

اس کے بعد تو میں کمرشل بوائے بن گیا۔ ہر طرف سے آفرز ہونے لگیں۔ مجھے فخر ہے کہ کمرشل کرنے والے نمایاں ترین کرکٹروں میں شامل ہوں' مجھے کمرشل کرنے کا زیادہ مزہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہی آتا ہے۔ سعید انور' وسیم اکرم' شعیب اختر کے ساتھ کمرشل کا اپنا ہی لطف ہے۔ اپنی ٹیم کے ساتھ کمرشل میں دشواری بھی نہیں ہوتی۔ ہاں جب کسی ماڈل کے ساتھ کمرشل کرنا پڑے تو بڑی مشکل میں پڑ جاتا ہوں۔ میں نے سنگل کمرشل بھی کیے ہیں۔ یاد آیا...... میری قاتل مسکراہٹ کا قصہ سنو! کلوز اپ والوں نے کہا'' آفریدی ہمیں تمہاری مسکراہٹ کی اشد ضرورت ہے......''

معاملہ طے ہوا۔ یہ کمرشل ایک ماڈل کے ساتھ تھا اس میں میری مسکراہٹ کو فوکس کیا گیا۔ میرے دانت شاید اتنے چمکدار نہیں جتنے کمرشل میں دکھا دیئے گئے۔ کیمرے کی کیا بات ہے یہ تو انسان کی شخصیت بدل کر رکھ دیتا ہے۔

یمی آئس کریم والوں کا بھی کمرشل کیا۔ اس میں بچے بھی تھے اور لڑکیاں بھی۔ میں چھکے لگاتا ہوا اور یمی کھانے جاتا ہوں' پیپسی والوں کے کمرشل میں ہمیشہ ہنچ ہوتی ہے۔ اب تو کمرشلز میں بھی ہاتھ کھل چکا ہے لیکن میں کوشش کرتا ہوں کہ ماڈلز کے ساتھ کمرشل نہ کروں۔ اس میں سکینڈل بننے کا خدشہ رہتا ہے۔

میرے کمرشلز کی وجہ سے انڈیا نے بھی مجھ سے کنٹریکٹ کرنا چاہا تھا۔ اس کمرشل میں شاہ رخ میرے ساتھ تھا۔ یہ کمرشل کنگ فشر کمپنی کا تھا جو بیئر تیار کرتی ہے لیکن وہ منرل واٹر شوٹ کرنا چاہ رہے تھے۔ پرکشش معاوضے کی آفر ہوئی مگر میں نے اسے ٹھکرا دیا۔ یہ میرا اصولی فیصلہ تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ پیسہ ہی ہر شے پر مقدم نہیں ہوتا۔ یہ کمپنی چونکہ بیئر بناتی تھی اس لیے میں نے کام کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ سوچ کر کہ میرے پاکستانی بھائی بہن کیا سوچیں گے کہ آفریدی

پیسوں کا بھوکا ہے کہ چند ٹکوں کی خاطر اس نے بیئر بنانے والی کمپنی کی کمرشل کر لی۔ مجھ پر اس کمرشل کیلئے دباؤ بھی ڈالا گیا اور کہا گیا ''آفریدی تم کمرشل بوائے ہو اس لیے اس میں کام کرنے کے بعد تمہارا اسکوپ بڑھ جائے گا۔'' مگر میں نے ان کے سارے دلائل رد کر دیے اور اس میں کام نہیں کیا۔

# سوہنا ماڈل

کرکٹ میں گو شکل وصورت کی کوئی اہمیت نہیں مگر اس کے باوجود ہر دور میں خوبصورت کرکٹروں کو بہت زیادہ پذیرائی ملی ہے۔ اس لحاظ سے عمران خان ٹاپ پر رہے ہیں۔ پاکستان کرکٹ ٹیم کے ہینڈسم کرکٹر عمران خان اپنے کیریئر کی ابتداء ہی میں خبروں کا موضوع بن گئے تھے۔ جس ملکی یا غیر ملکی خاتون کو دنوں میں مشہور ہونا ہوتا' وہ اپنا نام عمران کے ساتھ منسوب کرنے کی کوشش کرتی مگر مردانہ وجاہت کا پیکر عمران خان جلد ہر کسی سے فری نہیں ہوتا تھا۔ ان سے پہلے فضل محمود کا بہت چرچا رہا' اس دور میں میڈیا کا عمل دخل اتنا زیادہ نہیں تھا اس لیے شائقین گراؤنڈ میں جا کر میچ دیکھتے۔ وہ فضل محمود کی فاسٹ بولنگ کے علاوہ ان کی سحر انگیز شخصیت سے بھی متاثر تھے۔

ان دنوں شاہد آفریدی کا شہرہ ہے۔ انہوں نے مختصر عرصہ میں جہاں اپنی جارحانہ بلے بازی سے شہرت پائی ہے وہاں ان کی چاکلیٹ پرسنالٹی نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج اشتہارات میں شاہد آفریدی اولین ترجیح ہوتے ہیں۔ آپ ٹیلی ویژن دیکھ رہے ہوں یا کسی بس میں سفر کریں' دفتر میں جائیں یا مارکیٹ سے گزریں شاہد آفریدی کی تصویریں آپ کو ہر جگہ دکھائی دیں گی۔ میں نے بھی جب شاہد آفریدی کی آپ بیتی لکھنے کا پروگرام بنایا تو ذہن میں یہی تھا کہ اس میں روٹین سے ہٹ کر اور ذرا دلچسپ تصویریں شائع کرنی ہیں۔ فون پر شاہد آفریدی سے بات کی تو انہوں نے پوچھا۔

''قیصر بھائی! یہ کس طرح ممکن ہے' میری تو سینکڑوں' ہزاروں تصویریں اخبارات میں چھپ چکی ہیں اور تقریباً ہر اینگل سے تو پھر انفرادیت کس طرح لائیں گے؟''

میں نے جواب دیا ''یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں، بس اتنا ذہن میں رکھیں کہ کل رات کو ہم نے آپ کا خصوصی فوٹوسیشن کرنا ہے۔''

''خصوصی ......؟'' شاہد نے معصومیت سے پوچھا ''جی ہاں! ابھی تک آپ کی کرکٹ کٹ میں تو یقیناً بہت سی تصویریں چھپ چکی ہیں لیکن کڑھائی والے ملبوسات میں نہیں۔''

''مگر میرے پاس تو یہاں لاہور میں اس قسم کا کوئی سوٹ نہیں'' شاہد نے کہا۔ آپ کو اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں، بس 30 اپریل کو رات 8 بجے آپ کا فوٹوسیشن ہوگا۔ پروگرام فائنل کرنے کے بعد اگلے دن میں نے بیڈن روڈ پر ''سن رائز گارمنٹس'' کے مالک حبیب الرحمان سے بات کی جو میرے دوست عدنان کے والد ہیں اور خوبصورت اور دیدہ زیب ملبوسات تیار کرنے کے حوالے سے بہت شہرت رکھتے ہیں۔ اس دن پتہ چلا کہ وہ تو خود شاہد آفریدی کے مداح ہیں، مجھ سے پوچھا۔

''قیصر بیٹا آپ کو کس قسم کے ملبوسات درکار ہوں گے، اگر آپ چند دن پہلے بتا دیتے تو میں شاہد آفریدی کے ناپ کے مطابق خصوصی لباس تیار کروا دیتا۔'' انہوں نے اپنائیت کا ثبوت دیا۔

''نہیں انکل! اس کی ضرورت نہیں، وقت بہت ہی کم ہے۔ آج رات مجھے اسلام آباد بھی جانا ہے اور شاہد سے بھی رات 8 بجے کا وقت طے ہوا ہے، ہمارے پاس صرف چند گھنٹے ہوں گے۔ جو تیار شدہ ملبوسات ہیں، انہی میں سے چند ایک ٹھیک رہیں گے۔'' میں نے اپنا مدعا بیان کیا''۔

''اچھا تو پھر جو آپ کو پسند ہوں۔ شاہد کے قد و قامت کے مطابق رنگوں اور ڈیزائن کا انتخاب کر لیجئے'' یہ کہہ کر حبیب صاحب نے میرے سامنے اتنے ریڈی میڈ سوٹ رکھ دیئے کہ میرے لیے انتخاب کرنا مشکل ہوگیا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ شاہد کو نجانے کون سا کلر پسند ہو۔ چونکہ ہم نے اکٹھے فوٹو سٹوڈیو جانا تھا اس لیے سوچا کہ واپسی پر لیتے جائیں گے۔ ہوٹل پہنچا تو یاسر (شاہد آفریدی کا دوست) اور شاہد میرے منتظر تھے۔ کیلی کو کچھ ہدایات دیں اور کمرے سے نکل آئے۔

گاڑی یاسر ڈرائیو کر رہا تھا۔ یہ میری یاسر سے پہلی ملاقات تھی مگر اس کا انداز نہایت دوستانہ تھا۔

بیڈن روڈ پر پہنچے تو میں نے شاہد کو اپنے ساتھ ''سن رائز گارمنٹس'' چلنے کا کہا تا کہ چند منٹوں میں ملبوسات کا حتمی انتخاب کیا جا سکے۔ ''نہیں قیصر بھائی! پلیز آپ مجھے رہنے دیں' اس روڈ پر بہت رش ہوتا ہے' کسی نے پہچان لیا تو جلدی واپس جانا مشکل ہو جائے گا۔''

شاہد نے جان چھڑانا چاہی۔

''ارے آپ تو ویسے ہی گھبرا گئے' یہاں کس کے پاس اتنا وقت ہے کہ کسی کے پیچھے بھاگتا پھرے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم وہاں جا کر واپس بھی آ جائیں گے اور آپ کو کوئی نہیں پہچانے گا۔'' میں نے شاہد کو تسلی دی ''قیصر بھائی آپ ہمیشہ اپنی بات منوا لیتے ہیں اور میں آپ سے بحث میں نہیں جیت سکتا'' یہ کہہ کر شاہد نے ہتھیار ڈال دیئے' مسجد شہدا کے قریب ہم نے گاڑی پارک کی' وہاں سے سن رائز گارمنٹس بیڈن روڈ کا فاصلہ زیادہ سے زیادہ دو تین منٹ کا ہو گا مگر مجھے اس دن واقعی اس ونڈر بوائے کی شہرت کا اندازہ ہو گیا۔ میں نے اور شاہد آفریدی نے بہت تیز چلتے ہوئے بچ نکلنے کی کوشش کی مگر ایک نہیں کئی نوجوانوں نے پہچان لیا اور پھر ہر طرف ایک ہی آواز تھی شاہد آفریدی' شاہد آفریدی' میں کچھ پریشان بھی تھا کہ شاہد کو اصرار کر کے لایا ہوں کہ کوئی نہیں پہچانے گا مگر یہاں تو...... شاہد نے بھی سپیڈ بڑھاتے ہوئے مجھے دھیمے لہجے میں کہا۔

''قیصر بھائی پھنسوا دیا ناں'' بہر حال ہم رکے نہیں اور اگلے چند لمحوں میں ''سن رائز گارمنٹس'' شاپ پر پہنچ چکے تھے۔

حبیب صاحب نے آئس کریم منگوانا چاہی مگر میں نے بمشکل روکا کہ وقت بالکل نہیں ہے' ان کی شاپ کے دو دروازے ہیں اور دونوں طرف لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو گیا تھا۔ شاہد نے فٹافٹ اپنی پسند کے رنگوں اور ڈیزائن کے مطابق چند ملبوسات فائنل کیے اور ہم بمشکل وہاں سے نکلے۔ اسی اثناء میں پرستار آٹو گراف بک (جس کے ہاتھ میں جو کاغذ بھی آیا) سنبھالے تیار کھڑے تھے۔

''شاہد بھائی پلیز' شاہد بھائی پلیز''

ان کے بس میں ہوتا تو ہمیں پکڑ کر وہیں بٹھا لیتے مگر میں نے آواز لگائی۔

''آفریدی رکنا نہیں''

ہم تیزی سے قدم بھی اٹھا رہے تھے اور چلتے چلتے شاہد نے چند لوگوں کو آٹوگراف بھی دے دیئے۔ یاسر آگے گاڑی کا دروازہ کھولے تیار بیٹھا تھا۔ ہم اس میں بیٹھے اور چند منٹ بعد سکون کا سانس لیا۔ مجھے احساس تھا کہ شاہد کے ساتھ تھوڑی زیادتی ہو گئی مگر اس نے یہ کہہ کر میرا حوصلہ بڑھایا۔

''قیصر بھائی یہ صرف آپ ہیں جن کی میں ہر بات مان جاتا ہوں کیونکہ آپ دوسرے جرنلسٹوں سے بہت مختلف اور خوبیوں کے مالک ہیں۔ اگر کوئی اور ہوتا تو اس طرح جانا تو دور کی بات میں ان ڈریسز میں فوٹو سیشن کیلئے قطعی تیار نہ ہوتا۔''

''شاہد تمہاری یہی تو ادا ہے کہ آج میں تم پر کتاب لکھ رہا ہوں۔ میں نے ہمیشہ تمہیں وعدے کا پابند' عزت کرنے والا اور سلجھے ہوئے مزاج کا مالک پایا ہے''۔ اسی گفتگو میں ہم ہالیڈے ان کے سامنے پہنچ چکے تھے اور اب ہماری اگلی منزل پی ٹی وی کی عمارت کے سامنے واقع شہزاد منیر کا فوٹو سٹوڈیو تھا جہاں وہ اور محمد یامین صدیقی ہمارے منتظر تھے۔ تھوڑی دیر گپ شپ کے بعد فوٹو سیشن کا آغاز ہوا اور جب شاہد نے پہلا سوٹ پرنس کوٹ پہنا تو فوٹو گرافر کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

''سوہنا ماڈل''

ہر لباس اور رنگ اس طرح شاہد آفریدی کو اچھا لگ رہا تھا کہ جیسے اسی کیلئے تیار کیا گیا ہو۔ ان ملبوسات میں ایک دو شلوار سوٹ بھی تھے (جن میں کھینچی گئی تصاویر آپ اس کتاب میں دیکھیں گے) مگر ان میں ازار بند غائب تھا' وہ لانا تو ہمیں یاد ہی نہیں رہا تھا۔ بہر حال اس کا حل یہ نکالا گیا کہ پن سے کام چلایا جائے۔ شاہد تھوڑا شرما بھی رہا تھا' مجھ سے بھی اپنی مسکراہٹ دبائی نہیں جا رہی تھی۔ شاہد نے مجھے ہنستے دیکھا تو منہ پر ہاتھ پھیر کر شرارتی انداز میں کہا۔

''چھوڑوں گا نہیں''

محمد یامین صدیقی جو گزشتہ 20 سال سے شعبہ صحافت سے منسلک ہیں، بھی شاہد کی دلچسپ حرکتوں سے محظوظ ہو رہے تھے۔

انہوں نے کہا'' آج پتہ چلا کہ شاہد جتنا اچھا آل راؤنڈر ہے، اتنا ہی اچھا ماڈل اور اس سے بھی زیادہ اچھا انسان ہے''۔

فوٹو سیشن کے دوران بھی ہنسی مذاق اور چھیڑ خانی کا سلسلہ جاری رہا۔ صدیقی صاحب اور شہزاد منیر نے ایک کی بجائے کئی رول کھینچ ڈالے کہ آفریدی بھی کیا یاد کرے گا۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ اس طرح کے سیشن کے دوران آفریدی سے زیادہ اداکاراؤں کو ہدایات دینی پڑتی ہیں کہ اس طرح کریں، اس طرح نہ کریں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اب میڈیا نے کرکٹروں کو بھی ماڈل بنا دیا ہے۔ ان کی زندگی کا کونسا لمحہ یا راز ہے جو آج ان کے پرستاروں سے چھپا ہوا ہے، یہ سب میڈیا کی کارکردگی ہے۔ جب تمام ملبوسات میں تصاویر مکمل ہو گئیں تو تقریباً رات ساڑھے دس بجے آفریدی نے ہوٹل اور میں نے اپنے گھر کی راہ لی کہ مجھے کینیڈا کے ویزہ کے لئے اسلام آباد بھی جانا تھا۔

# 21 اکتوبر

پاکستان میں متعدد ایسی شخصیات ہیں جن کی شادیوں کا خوب چرچا ہوا مگر بہت کم ایسے ہیں جن کی شادی میں شرکت ہر خاص و عام کی خواہش تھی۔ شاہد خان آفریدی کا شمار آخر الذکر لوگوں میں ہوتا ہے۔ ابھی 20 سال کے نہیں ہوئے تھے کہ صحافیوں نے سوالات پوچھنے شروع کر دیئے۔ ''شادی کب کر رہے ہیں''؟ اور خود آفریدی کا تو یہ خیال تھا کہ کرکٹ کیریئر کے دوران کم ازکم دس سال تک شادی نہیں کریں گے مگر پھر حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ 21 اکتوبر 2000ء کو اس سٹار کرکٹر نے اپنے سر پر سہرا سجالیا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ شاہد آفریدی کی شادی کی تاریخ دو مرتبہ تبدیل ہوئی۔ تاریخ رکھتے اور کرکٹ میچ آ جاتا' دوبارہ طے ہوئی' پھر وہی مسئلہ۔ پہلے 12 اکتوبر کا اعلان ہوا' پھر 16 اکتوبر اور بالآخر 21 اکتوبر کو شاہد اپنی زندگی کے ایک نئے دور میں داخل ہو گئے۔ اس شادی پر جہاں شاہد کے گھر والوں نے سکھ اور اطمینان کا سانس لیا کہ اب ان کے بیٹے کو بے بنیاد سکینڈلز سے نجات مل جائے گی وہاں سینکڑوں بلکہ ہزاروں پرستاروں نے بہت برا بھی منایا۔ ان کے خیال میں شاہد آفریدی کو اتنی جلدی شادی نہیں کرنی چاہیے تھی مگر آفریدی شاید ہر معاملے میں ریکارڈ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے نہایت کم عمری میں بہت سے کارنامے سرانجام دیے ہیں اور کم عمری میں ہی شادی کر کے کرکٹروں کیلئے ایک نئی روایت کا آغاز بھی کیا ہے۔

شاہد آفریدی کی شادی ان کے پرستاروں کیلئے بہت بڑی خبر تھی۔ اکثر لوگوں کو تو یقین ہی نہیں آیا کہ شاہد واقعی دلہا بن رہے ہیں۔ آفریدی نے اسقدر جلد یہ فیصلہ کیوں کیا؟ یہ تو ہم آپ کو

آگے چل کر بتائیں گے مگر کہنا سب کا یہی ہے کہ شاہد نے بروقت فیصلہ کیا اور یہ ان کے کیریئر کیلئے بھی خوشگوار ثابت ہوگا۔ اب آفریدی اپنے کھیل پر پوری توجہ دے رہے ہیں اور ان کی حقیقی صلاحیتیں بھی ابھر کر سامنے آئیں گی۔

آفریدی نے ایک اور منفرد کام یہ کیا کہ ابھی تک ان کی دلہن کی ایک بھی تصویر اخبارات میں شائع نہیں ہوئی وگرنہ اس سے پہلے ہمیں وقار یونس' یوسف یوحنا' ثقلین مشتاق اور دیگر کرکٹروں کی شادیوں میں بھی شرکت کا موقع ملا تھا اور فوٹو گرافروں نے رول کے رول کھینچ ڈالے تھے۔ مہندی سے ولیمے تک کوئی ایسی رسم نہیں تھی جس کی کوریج اخبارات میں نہ ہوئی ہو مگر آفریدی نے اس موقع پر بھی اپنی خاندانی روایات کو برقرار رکھا۔ ان کا کہنا ہے کہ اچھی روایات آپ کا اثاثہ ہوتی ہیں۔ ان میں بہت سوچ سمجھ کر تبدیلی لانی چاہیے وگرنہ آپ کہیں کے نہیں رہتے۔ شاہد آفریدی کی یہی تو ادا ہے جس نے انہیں اسقدر مقبول بنایا ہوا ہے۔

بہرحال بات ہو رہی تھی آفریدی کی شادی کی تو جناب انہوں نے ہر معاملے میں اپنے اہل خانہ کی پسند کو فوقیت دی۔ چاہتے تو خاندان سے باہر بھی ان کیلئے ایک نہیں ہزار رشتے موجود تھے مگر جب زندگی کے سب سے اہم فیصلہ کا وقت آیا تو آفریدی نے یہاں بھی اپنے والدین کا سہارا لیا۔ اس وقت شاہد آسٹریلیا کا ٹور کر کے آیا تھا' ایک دن یونہی بیٹھے گھر والوں کے ساتھ گپ شپ ہو رہی تھی کہ والد نے بتایا ''بیٹا تمہارے لئے ایک لڑکی پسند کی ہے اور تمہاری اس سے نسبت بھی طے کر دی ہے' تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں''۔ آفریدی کیلئے یہ صورتحال غیر متوقع تھی مگر فوراً جواب دیا ابو جو آپ کا فیصلہ' مجھے منظور ہے' یقیناً آپ نے بہتر ہی سوچا ہوگا'' اس جواب سے گھر والوں کا اعتماد بڑھا' دلچسپ بات یہ تھی کہ ان دنوں دور دور تک شاہد کی منگنی یا شادی کا ذکر نہیں تھا۔ وہ تو اپنے کھیل میں مگن تھا مگر اندرون خانہ بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی؟

آفریدی کی منگیتر اس کی سگی خالہ زاد ہے اور شادی سے قبل دبئی میں اپنی فیملی کے ساتھ رہائش پذیر تھیں۔ سب سے اہم بات یہ کہ شاہد نے کبھی اپنی منگیتر کو نہیں دیکھا تھا مگر جب بات

طے ہوگئی تو خود بخود دل چاہا کہ اب بات یا ملاقات بھی ہو۔ ایک دن بہانہ بھی بن گیا کہ شاہد کی امی اپنی بہن (سمدھن) سے فون پر بات کر رہی تھیں، دوران گفتگو انہوں نے کہا۔

''نادیہ کو بلاؤ'' چھوٹی نے بات کرنی ہے اور پھر ریسیور شاہد نے پکڑ لیا۔

ہیلو کہا تو آفریدی کی منگیتر حیران ہوئی کہ چھوٹی کی بجائے چھوٹا کہاں سے آ گیا؟

پوچھا ''آپ طارق بھائی تو نہیں بول رہے۔'' شاہد نے جھوٹ موٹ کہہ دیا کہ ہاں میں طارق بات کر رہا ہوں اور پھر چال چال، پڑھائی سمیت کئی اور موضوعات پر بات کی آخر میں بڑے آرام سے بتایا ''میں تو شاہد آفریدی ہوں'' تو منگیتر کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ انہوں نے فون وہیں چھوڑا اور بھاگ گئیں۔

ایک ڈیڑھ مہینے بعد پھر ہلکی پھلکی گپ شپ ہوئی مگر دونوں نے فاصلہ برقرار رکھا کیونکہ اس کا بھی ایک اپنا حسن ہے۔ پھر ایک دن اچانک شاہد نے اپنے والد سے خود کہہ دیا۔

''میں شادی کرنا چاہتا ہوں''۔ وہ حیران تو ضرور ہوئے کہ ابھی چند ماہ پہلے فروری 2000 میں تو منگنی ہوئی تھی مگر اس سے زیادہ خوش تھے۔ ان کی کرکٹ سے نفرت تو خاصی کم ہو چکی تھی مگر شاہد کے سکینڈلز سے بہت تنگ تھے اور ان سے زیادہ خود آفریدی۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کی لائف خاصی ڈسٹرب ہو چکی تھی، جب جس کا جی چاہتا، کسی بھی لڑکی کو شاہد سے منسوب کر دیتا۔ ایک تو اس لئے کہ جلد شہرت مل جائے گی اور دوسرا اخبارات نے اس سمارٹ کرکٹر کا امیج ''پلے بوائے'' والا بنا دیا تھا۔ لہٰذا تقریباً ڈیڑھ ماہ کے اندر اندر یہ فریضہ بھی سرانجام پا گیا۔

آفریدی کے والدین نے لڑکی والوں سے بات کی تو وہ بھی تیار تھے، یوں دونوں جانب شادی کی تیاریاں زور و شور سے ہونے لگیں۔ اس دوران آفریدی کو پتہ چلا کہ اس کی منگنی فون پر ہوئی اور طے یہ پایا کہ جب لڑکی والے دبئی سے گاؤں (تیراہ) آئیں گے تو مزید بات چیت ہوگی لہٰذا شاہد کے والدین گاؤں گئے اور باقاعدہ رسم ہوئی۔ لڑکی والوں نے بسم اللہ کے طور پر بکرے ذبح کیے لیکن آفریدی کو کچھ پتہ نہیں تھا کہ اس موقع پر کیا لیا دیا گیا کیونکہ وہ بیرون ملک کرکٹ کھیل

رہے تھے۔ان کی بیگم نادیہ گھر میں سب سے چھوٹی ہیں' ایک بہن اور تین بھائی ان سے بڑے ہیں اور شادی کے وقت وہ فرسٹ ایئر کی طالبہ تھیں۔

اور گھرانوں کے برعکس ان کی فیملی میں لڑکے کو انگوٹھی نہیں پہنائی جاتی اور شاہد کی والدہ تو کچھ بھی لینے دینے کے بہت خلاف تھیں۔انہوں نے اپنی بہن سے صاف کہہ دیا

''ہمیں نادیہ کے علاوہ کچھ نہیں چاہیے' آپ نے لڑکی دے دی' یہی بہت ہے'' اور جب ہم نے شاہد آفریدی سے پوچھا کہ آپ لوگوں نے انہیں منگنی پر کیا دیا تو مسکرا کر کہنے لگے۔

''شاہد آفریدی دے دیا' کیا یہ کافی نہیں تھا۔''

بہر حال مہندی کی رسومات کا آغاز ہوا تو گویا پورے گلشن اقبال کیا کراچی میں اس کا چرچا تھا۔آفریدی کے پرستاروں کی خواہش تھی کہ انہیں کسی نہ کسی طریقے سے اس تقریب میں شرکت کا موقع مل جائے اسی لئے اگر کسی فیملی میں سے ایک فرد کو بلایا گیا تھا تو وہ اپنے ساتھ چار کزن بھی لے آئے۔یوں مہمانوں کی تعداد خاصی بڑھ گئی۔شاہد آفریدی تو اس دن بھی میچ کھیلنے گئے ہوئے تھے اور شاید یہ اپنی مہندی کی تقریب میں پہنچنے کی جلدی تھی کہ صفر پر آؤٹ ہو گئے۔دلی طور پر رنجیدہ ہوئے کہ مجھے رنز کرنے چاہیے تھے اور یہ کہ دوست کیا سوچ رہے ہوں گے کہ جان بوجھ کر جلد آؤٹ ہو گیا مگر کوچ آفریدی کی پریشانی کو بھانپ گیا۔لہٰذا انہوں نے فوراً شاہد کو گھر جانے کی اجازت دے دی۔

مہندی کی تقریب میں بڑا ہلا گلا تھا' رنگ و نور کا گویا سیلاب آیا ہوا تھا۔آفریدی نے لاکھ کوشش کی کہ کسی طرح جان چھڑا جائے اور اسے زیادہ دیر تک تقریب میں نہ بیٹھنا پڑے مگر اس روز کون چھوڑنے والا تھا۔بہنوں نے زبردستی انہیں سب کے درمیان میں بٹھا دیا۔آفریدی سلک کلر کی شلوار قمیض میں ملبوس تھے۔اور تقریب کا انعقاد گھر کی بجائے شاہد کے ایک دوست کے گارڈن میں کیا گیا تھا۔

چونکہ یہ خواتین کا فنکشن تھا اس لئے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔شاہد آفریدی کی

کزنز نے ان کو مہندی لگائی اور بڑی رقم 50 ہزار روپے دینے کا مطالبہ بھی کر دیا۔ شاہد کو یا تو اندازہ ہی نہیں تھا یا پھر گولی کرانے کے چکر میں تھے۔ انہوں نے لاکھ کہا کہ میرے پاس اتنے پیسے نہیں مگر بہنیں کہاں ٹلنے والی تھیں، وہ تو گھر پر ہی شاہد آفریدی کو وارننگ دے آئی تھیں کہ جیب میں پیسے رکھ کر آنا کیونکہ آج تو زبردستی لئے جائیں گے۔

شاہد آفریدی نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو پتہ چلا پرس تو وہ گھر پر ہی بھول آئے ہیں مگر اس وقت تو عزت بچانی تھی لہٰذا موقع پر موجود دوستوں سے اپنی جیبیں ٹٹولنے کا کہا گیا، ان کے پاس چودہ پندرہ ہزار روپے نکل آئے۔ مگر خواتین کا اصرار تھا کہ 50 ہزار روپے سے ایک پیسہ بھی کم نہیں۔ پر اعتماد آفریدی اس موقع پر واقعی نروس ہو گئے تھے۔ ایک طرف سے کوئی آواز آ رہی تھی تو دوسری طرف سے کوئی، اچانک آفریدی کے ذہن نے کام کیا اور انہوں نے باآواز بلند ''طارق بھائی'' کا نعرہ لگا دیا۔ یہ وہ کارڈ تھا جو شاہد نے بہت بر وقت کھیلا، انہیں پتہ تھا کہ طارق بھائی کے سامنے کوئی شور نہیں مچائے گا اور جس کو جو کچھ ملے گا آرام سے رکھ لے گا لہٰذا کچھ دیر بعد پندرہ ہزار روپے پر معاملہ طے پا گیا۔ اس کے بعد باقی رسومات ہوئیں اور پھر شاہد نے وہاں سے کھسکنے میں ہی عافیت جانی۔ انہیں ڈر تھا کہ اب دوست اور کزن منتظر ہوں گے۔ اگر ان کے ہاتھ آ گئے تو پھر صبح تک سونے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ لہٰذا چوری چھپے اپنے کمرے میں پہنچے، اندر سے کنڈی لگائی اور مزے سے سو گئے مگر نیند کی آغوش میں جانے سے پہلے تک ان کے کانوں میں دوستوں اور بھائیوں کے ڈانس اور بھنگڑا ڈالنے کی آوازیں آتی رہیں۔

اگلے روز بارات تھی، دلہن والے بھی کراچی آ گئے تھے اور انہوں نے شاہد آفریدی کے گھر پر ہی قیام کیا تھا۔ رات کے وقت بارات گھر سے روانہ ہوئی اور تقریباً 9 بجے شادی ہال میں پہنچی۔ دلہن کو رخصت کرنے کیلئے صرف ان کے بڑے بھائی ہمراہ آئے تھے کیونکہ ان کے رواج کے مطابق سب کا موجود ہونا ضروری خیال نہیں کیا جاتا۔ دیگر اہل خانہ نے گاؤں سے ہی اپنی بیٹی کو رخصت کر دیا تھا۔ آج کل یہ رسم عام ہے کہ شادی کے موقع پر دلہا بھی بیوٹی پارلر سے تیار ہوتا

ہے مگر شاہد نے یہاں بھی مختلف انداز اپنایا۔ ان کا خیال ہے کہ ایسا وہ لوگ کرتے ہیں کہ جنہیں خود پر اعتماد نہ ہو۔ بارات بھی بڑی بھرپور تھی، کئی بن بلائے مہمان بھی آموجود ہوئے مگر اب چھان بین کون کرتا؟ ویسے بھی اہل کراچی کے پسندیدہ کرکٹر کی شادی تھی، اس موقع پر ایسا تو ہونا تھا۔ بہرحال ساڑھے تین چار ہزار کی بارات ہوگئی تھی اور سب کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے۔

لوگ چہ مگوئیوں میں بھی مصروف تھے کہ آفریدی کو ابھی یہ ذمہ داری نہیں اٹھانی چاہیے تھی مگر خوش بھی تھے کہ اس نے ماں باپ کا مان رکھا۔ شاہد آفریدی کیلئے سب سے اہم بات بارات میں پوری پاکستان کرکٹ ٹیم کی شرکت تھی۔ باراتیوں کی تو گویا عید ہوگئی تھی، وہ قومی کرکٹروں کے پیچھے پیچھے تھے، کوئی تصویر کھنچوا رہا تھا اور کوئی آٹوگراف لینے کے چکر میں تھا۔ سلامی اتنی اکٹھی ہوئی کہ ہزار ہزار کے نوٹوں کے ڈھیر لگ گئے۔ گننے بیٹھتے تو شاید گھنٹوں لگ جاتے۔

اس دوران ایک دلچسپ بات بھی ہوئی وہ یہ کہ کوئی شخص سلامی میں شاہد آفریدی کو ایک ایسا لفافہ دے گیا جس پر کسی کا نام نہیں تھا۔ سب کا خیال تھا کہ شاید وہ خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا، رش اور مصروفیت میں کسی نے اس طرف دھیان بھی نہیں دیا مگر جب گھر آ کر دوسرے لفافوں کے ساتھ اسے بھی کھولا گیا تو اس میں اخبار کا وہ تراشہ نکلا جس پر شاہد آفریدی کا ایک سکینڈل شائع ہوا تھا۔ اب سب خوب قہقہے لگا رہے تھے اور آفریدی کچھ شرمندہ ہونے کے ساتھ یقیناً یہی سوچ رہے ہوں گے کہ چھوڑوں گا نہیں مگر آج تک پتہ نہیں چل سکا کہ وہ حرکت کس کی تھی؟

تحائف میں سے آفریدی کو ایک کرنل صاحب کی دی ہوئی خانہ کعبہ کی تصویر سب سے زیادہ پسند آئی۔ شاہد آفریدی نے بتایا کہ وہ اس قدر خوبصورت ہے کہ دل چاہتا ہے بس اسے دیکھتے رہیں۔ اسی لئے وہ تصویر میرے کمرے میں لگی ہے اور میرے لئے سب سے پسندیدہ تحفہ ہے۔

جن دنوں شاہد کی شادی ہوئی، کراچی میں قدرے امن و امان تھا مگر پٹھانوں کی روایات کے برعکس فائرنگ سے پرہیز ہی کیا گیا کہ کوئی ہنگامہ نہ ہو جائے۔ سب کو یہی تاکید کی گئی تھی کہ منظم طریقے سے اپنی خوشی کا اظہار کریں۔ البتہ دوستوں نے علاقائی رقص ضرور پیش کیا اور

ولیمے کے موقع پر تو ایک میوزیکل گروپ بھی بلایا گیا تھا۔ نیشنل کوچنگ سنٹر میں پہلی مرتبہ اس قسم کی تقریب اوپن ایئر میں منعقد کی گئی۔

مہمانوں کی تواضع کیلئے کولڈ ڈرنکس، کباب، مٹھائیاں، جوس، آئس کریم، ملک شیک او رفروٹ چاٹ وافر مقدار میں تھی۔ سب کچھ اتنی جلدی میں ہوا کہ شاہد آفریدی کو کچھ سمجھ میں نہ آیا، انہوں نے اپنے تمام ملبوسات بہت جلدی میں تیار کرائے اور تقریباً ایک ہفتہ پہلے سلائی کیلئے دیئے تھے۔ وہ تو ان کی فٹنگ دیکھنے بھی نہیں جاسکے مگر ٹیلر نے عزت رکھ لی اور بہت محنت سے دیدہ زیب ملبوسات تیار کیے۔ شاہد آفریدی نے بارات والے دن شیروانی اور ولیمے کے دن ٹو پیس سوٹ پہنا تھا۔

منہ دکھائی میں بیگم کو ایک لاکٹ اور ایک چین دی جو وہ خاص طور پر دبئی سے خرید کر لائے تھے۔ جواب میں انہیں کچھ پرفیومز اور چین ملی مگر چونکہ شادی کے بعد شاہد نے چین پہننا چھوڑ دی ہے اس لئے وہ بھی بیگم کو پہنا دی۔ شاہد آفریدی کا کہنا ہے کہ شادی پر ہمارے مابین جن چیزوں کا تبادلہ ہوا، ان کا معیار اور انتخاب زبردست تھا لیکن ابھی چونکہ ہم نے مشترکہ شاپنگ زیادہ نہیں کی اس لئے ایک دوسرے کی مکمل چوائس کے متعلق کچھ کہنا مشکل ہے۔

بیٹے کی بارات گھر پہنچی تو والدہ اور بہنوں نے پرتپاک استقبال کیا۔ والدہ نے تو خوب دعائیں دیں اور آفریدی کو نصیحت کی کہ اگر تم نے بہو کو ڈانٹا تو سمجھ لینا کہ تمہاری خیر نہیں۔ آفریدی کو اس لئے کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی کہ دلہن ان کے خاندان کی تھیں اور انہیں بڑوں کی عزت، ادب، لحاظ، سلیقہ، ہر چیز کا پہلے سے علم تھا۔ ہاں اتنا ضرور کہا کہ اگر میں دیر سے گھر آؤں یا نماز نہ پڑھوں تو تم مجھے احساس دلاسکتی ہو کیونکہ میری زندگی کو درست کرنے کا تمہیں پورا اختیار حاصل ہے۔

مشترکہ خاندانی نظام کے تحت رہنے والے اس گھرانے میں والد کا رعب ہے اور بات بھی انہی کی مانی جاتی ہے۔ پہلے وہ بہت غصیلے تھے مگر اب انہیں بھی علم ہے کہ اولاد بڑی ہوگئی ہے لہٰذا ہاتھ ذرا ہولا ہی رکھتے ہیں۔ اگر کبھی آفریدی کے سامنے غصہ کریں تو وہ بات مذاق میں ٹال دیتا

ہے۔اس طرح والد کا غصہ کم ہو جاتا ہے اور وہ آستین چڑھا کر وضو کرنے چلے جاتے ہیں۔

والدہ بہت ہنس مکھ اور اچھی طبیعت کی مالک تھیں' ان کی خواہش ہوتی تھی کہ گھر میں ہر وقت رونق رہے۔شاہد آفریدی اور ان کی بیگم میں زبردست انڈرسٹینڈنگ ہے۔دونوں کی عمروں' قد اور تعلیم میں معمولی فرق ہے۔آفریدی 22 سال کے تو ان کی بیگم 18 سال کی ہیں' قد میں شاہد تقریباً 6 فٹ اور نادیہ 5 فٹ 7 انچ۔شاہد آفریدی انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کر چکے ہیں جبکہ ان کی شریک حیات فرسٹ ایئر میں چھوڑنے کے بعد اب پرائیویٹ آگے پڑھ رہی ہیں۔اپنی شادی کے وقت آفریدی جہاں بہت خوش تھے' وہاں انہیں کچھ خوف بھی محسوس ہوا۔

انہوں نے بتایا کہ مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ میری شادی ہو رہی ہے۔شادی کے دن اپنی بیگم کے ساتھ سٹیج پر بیٹھا تھا کہ سامنے بیٹھیں دو تین لڑکیوں نے مجھے عجیب سے انداز میں گھورنا شروع کر دیا جیسے کے غصے کا اظہار کر رہی ہوں۔اس وقت کچھ حیرت ہوئی شاید انہیں میرے جلد شادی کرنے پر غصہ تھا۔

شادی کے بعد زندگی میں بہت تبدیلی آرہی ہے' اب بہت سکون میں ہوں۔دوستوں کے ساتھ ادھر ادھر جانا کم ہو گیا ہے اور گھر کو زیادہ وقت دینے لگا ہوں۔یہ احساس بھی شاندار ہے کہ اب میں اپنی خوشی وغمی کو کسی سے شیئر کر سکتا ہوں۔اور فیملیز کی طرح ہمارے ہاں بھی شادی کے بعد کچھ رسمیں ہوتی ہیں' شادی کے پانچویں دن جب دلہن کام کرنا شروع کرتی ہے تو کھانے وغیرہ پکائے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ دلہن کے سر پر مٹکیاں رکھ کر گھر کا چکر لگواتے ہیں اور وہ پانی کا چھڑکاؤ بھی کرتی ہے۔میں چونکہ اس دن گھر میں موجود نہیں تھا' اس لئے مجھے مکمل پتہ نہیں کہ اس سے اور کیا کیا رسمیں کروائی گئیں۔

کراچی شفٹ ہونے کے بعد ہماری روایات میں بھی بہت فرق پڑا ہے' میں نے سنا ہے کہ گاؤں میں لڑکا پہلے دور پہاڑی (ایک مقررہ نشان) پر نشانہ لگاتا ہے' اگر نہ لگے تو اس کی شادی نہیں کی جاتی' تاریخ تبدیل کر دیتے ہیں' پھر وہ دوبارہ مشق کرتا ہے لیکن زیادہ تر نشانہ لگ ہی

جاتا ہے کیونکہ اسلحہ لڑکوں کیلئے کھلونا اور بچپن سے ان کے ہاتھوں میں بندوق ہوتی ہے۔ جوانی تک پہنچتے پہنچتے وہ خوب مشق کر چکے ہوتے ہیں' شکر ہے ہم وہاں نہیں رہے وگرنہ میری شادی بھی چانس پر ہوتی۔

کراچی میں ہم گھر میں آفریدی اور پشتو ہی بولتے ہیں۔ آفریدی تھوڑی سی مختلف زبان ہے' اس میں جی کا لفظ زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً ٹھیک ٹھاک او جی' کیویں او جی وغیرہ وغیرہ' میں پشتو اور اردو تو اچھی طرح بول لیتا ہوں البتہ پنجابی تھوڑی آتی ہے۔ اس کے علاوہ کراچی کی زبان بھی بولنا آ گئی ہے۔

شاہد آفریدی کی بیگم بھی گھر میں پشتو بولتی ہیں۔ کرکٹ سے انہیں صرف اس حد تک دلچسپی ہے کہ شاہد کی بیٹنگ کبھی کبھار دیکھ لیتی ہیں۔ اب انہیں اطمینان ہے کہ شادی کے بعد شاہد آفریدی کے متعلق غلط خبریں چھپنا بند ہو گئی ہیں۔ گھر پر فون کالوں کا سلسلہ بھی خاصا کم ہو گیا ہے لیکن کچھ فون ایسے ضرور آئے کہ لڑکیاں آنسو بہا رہی تھیں۔ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ شاہد آفریدی شادی کر رہا ہے' بار بار سوال کرتیں کہ کیا واقعی انہوں نے ایسا فیصلہ کر لیا ہے۔ شاہد نے تقریباً ہر ایک کو یہی جواب دیا کہ شاید میرے متعلق اخبار میں یہ پہلی خبر سچ چھپی ہے۔ ہوائی سفر کے دوران بھی چند عورتوں نے اسے اپنے بچوں سے ملوایا اور کہا بیٹا تم نے اتنی جلدی شادی کیوں کر لی۔

نادیہ اب اس صورتحال کی عادی ہو گئی ہیں' اگر کسی لڑکی کا فون آئے اور وہ ریسیور اٹھا لیں تو شاہد سے بات کروا دیتی ہیں۔ انہیں علم ہے کہ کرکٹروں کو پرستاروں کے فون آتے رہتے ہیں' البتہ باتوں باتوں میں شاہد کو پوائنٹ مارنے کی کوشش ضرور کرتی ہیں۔ ان کی اور شاہد کی عادتوں میں نمایاں فرق یہ ہے کہ آفریدی ذرا شوخ طبیعت کا اور زیادہ بولنے والا ہے۔ گھر میں ہو تو کسی کو سکون نہیں لینے دیتا' اس کی خواہش ہوتی ہے کہ ہر کوئی ہنستا مسکراتا رہے مگر بیگم ابھی ذرا ریزرو رہتی ہیں۔ ممکن ہے وقت کے ساتھ ساتھ ان پر بھی شاہد کا رنگ چڑھ جائے البتہ اتنا ضرور ہے کہ دونوں

اپنی زندگی سے بہت خوش ہیں۔ شاہد کے سسر شارجہ ایئر پورٹ پر سیکورٹی انچارج ہیں اور سالے بھی ملازمت کرتے ہیں۔ ایک ایئر پورٹ پر اور دوسرا پشاور یونیورسٹی میں ملازم ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ شاہد آفریدی نے اپنی شادی کا فیصلہ بہت زیادہ سوچ سمجھ کر نہیں کیا' کچھ واقعات ایسے پیش آئے کہ اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ مگر اب وہ بہت مطمئن ہیں۔ اور روز بروز ان کی اپنی بیگم سے انڈر سٹینڈنگ بڑھ رہی ہے۔

# نادان نادیہ

پاکستان ٹیلی ویژن کے یوں تو کئی ڈراموں کو بہت مقبولیت ملی مگر انور مقصود کا ایک ڈرامہ ''نادان نادیہ'' صرف اس وجہ سے بہت شوق سے دیکھا گیا کہ یہ کردار بابرہ شریف نے ادا کیا تھا۔ چھوٹے قد کی نٹ کھٹ بابرہ شریف نے اداکاری کا گمان تک نہ ہونے دیا۔ شاہد خان آفریدی کو بھی یہ ڈرامہ بہت پسند تھا مگر اس وقت انہوں نے سوچا بھی نہیں ہوگا کہ ایک دن اسی نام کی لڑکی ان کی لائف پارٹنر بن جائے گی۔

''نادیہ'' شاہد آفریدی کی فرسٹ کزن ہیں۔ شادی سے قبل شاہد کی والدہ، بھابی اور بہنوں نے نادیہ کو دیکھا ہوا تھا لیکن آفریدی نے نہیں کیونکہ ایک تو ان کے خاندان میں پردے کا سخت رواج ہے اور دوسرا شاہد آفریدی کرکٹ میں مصروفیت کی وجہ سے اپنے رشتہ داروں کے ہاں بہت کم آتے جاتے تھے۔ انہیں اتنا تو پتہ تھا کہ شادی خاندان میں ہی ہوگی مگر گھر والوں کا انتخاب کون ہے؟ اس کا بالکل اندازہ نہیں تھا۔ اس معاملے میں انہیں جو بھی معلومات ملیں وہ بہنوں اور بھابیوں نے فراہم کیں اور اب شاہد آفریدی کا کہنا ہے کہ میری قسمت بہت اچھی ہے۔

میں ہمیشہ اسی قسم کی بیوی کی خواہش کرتا تھا اور ان کی اس بات کے تو ہم بھی گواہ ہیں کیونکہ 1998ء میں ہم نے ان کا شعیب اختر کے ساتھ ایک مشترکہ انٹرویو کیا تھا، اس میں شاہد نے اپنی شریک حیات میں جن خوبیوں کی خواہش ظاہر کی تھی وہ سب کی سب نادیہ بھابی میں موجود ہیں۔ شادی سے پہلے شاہد نے جب بھی فون پر اپنی منگیتر سے ہیلو ہائے کی کوشش کی وہ شرما گئیں۔ شاہد نے بتایا کہ وہ تو ابھی بھی کبھی کبھار مجھ سے شرماتی ہیں اور مجھے اس کی شرمانے کی ادا بہت پسند

ہے۔ یہی عورت کا اصل زیور ہے۔ ہمارے پرانے رواج کے مطابق بیگمات شوہر سے بھی پردہ کرتی تھیں۔ میں نے اپنی فیملی' گاؤں' گھر میں پردے کا رواج دیکھا ہے اور میری دادی تو اب ٹی وی دیکھنا شروع ہوئی ہیں ورنہ تو وہ اس سے بھی پردہ کرتی تھیں۔ ماشاءاللہ ان کی عمر 85 سال ہے۔ میری والدہ بھی برقعہ پہنتی رہی ہیں۔ ہماری شادی کے دن بیگم تو گھر کراچی آ گئی تھیں مگر میں نے نکاح سے قبل انہیں نہیں دیکھا' البتہ مجھے اتنا ضرور پتہ تھا کہ اب کھانا کھا رہی ہیں' اب شادی ہال میں جانے کیلئے تیار ہو رہی ہیں۔ انہیں دلہن بنانے کیلئے پارلر سے لڑکیاں گھر آئی تھیں مگر میں نے میک اپ بالکل نہیں کیا۔ شادی کی تصاویر ہمارے اپنے کیمرہ مین نے بنائیں مگر اخبارات میں شائع کرنے کی اجازت نہیں دی۔ مرد اور خواتین الگ الگ حصوں میں بیٹھے تھے۔

شادی کے بعد میں بہت پرسکون ہوں اور اب کمرے میں دل لگنا شروع ہو گیا ہے۔ بیکار میں گھومنے پھرنے کو اب بالکل دل نہیں چاہتا۔ بیگم اور میں آپس میں پشتو میں بھی بات کرتے ہیں اور اردو میں بھی۔ خصوصاً جب کوئی راز کی بات کرنی ہو تو پشتو کا سہارا لیتے ہیں' بیگم کو کرکٹ کے متعلق نہ تو سمجھ ہے اور نہ دیکھنے کا شوق ہے البتہ جب کبھی میں کھیل رہا ہوں تو بھائی انہیں بلا لیتے ہیں۔ شادی سے پہلے بھی بیگم نے مجھے ٹیلی ویژن پر کھیلتے دیکھا تھا' میں جیسی شریک حیات سوچتا تھا' نادیہ بالکل ویسی ہے۔ اپنے کام سے کام رکھنے اور ضرورت کے مطابق بات کرنے والی لیکن نادان وہ بالکل نہیں ہے۔ مجھے بہت اچھے اچھے مشورے دیتی ہے اور مختصر عرصہ میں ہمارے درمیان اتنی انڈرسٹینڈنگ ہو گئی ہے کہ کوئی بات کہنے کی نوبت کم ہی آتی ہے۔ میں تو یہی کہوں گا کہ خدا نے اسے صورت اور سیرت دونوں سے نوازا ہے۔ بہت خوبصورت بھی ہے اور معاملہ فہم بھی۔

اقصیٰ نے تو ہماری محبت اور مضبوط کر دی ہے۔ شادی کے بعد ہمارا کوئی جھگڑا نہیں ہوا' البتہ مذاق میں اسے تڑی لگا دیتا ہوں۔ بیگم کو میں نے کچھ خاص ڈش بناتے بھی نہیں دیکھا کیونکہ گھر میں تین ملازمائیں ہیں۔ البتہ دوسری بھابیاں پکا لیتی ہیں' اگر کبھی میں بیگم سے کہوں کہ تم نے ابھی تک کھانا پکانا کیوں نہیں سیکھا؟ تو فوراً کہہ دیتی ہیں کہ یہ جو دوپہر کو بریانی کھائی ہے' میں نے

ہی تو بنائی تھی۔ میں نے بھی بیگم کو کبھی کوئی ڈش بنا کر نہیں کھلائی' البتہ کہا ضرور ہے کہ کھلاؤں گا۔ والدہ کے ہوتے ہوئے بھی میں نے گھر پر کوئی ڈش نہیں تیار کی تھی کیونکہ وہ اور بھابیاں کچن سنبھال لیتی تھیں۔ مجھے کھانا کھانا زیادہ اچھا لگتا ہے اور کھانا بنانا ذرا مشکل۔ گھر میں ہاتھ بٹانے کو برا نہیں سمجھتا۔ کبھی کبھار امی کیساتھ سبزی بنوا دیتا تھا کہ مجھے امی کے پاس بیٹھنے کا بہانہ چاہیے ہوتا۔ گاجر اور کھیرے تو کاٹتے ہی کھا جاتا تھا۔ باقی بھائی' بھابیوں کا بالکل ہاتھ نہیں بٹاتے۔ ابو نے بھی کبھی نہیں کیا۔

ہماری شادی کو ڈیڑھ سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے' اس دوران میں نادیہ کو بہت کم وقت دے پایا ہوں کیونکہ کرکٹ پہلے سے بہت بڑھ گئی ہے۔ بیگم کو وقت نہ دینے کا شکوہ بھی رہتا ہے مگر وہ میری مجبوریوں کو سمجھتی ہے۔ میں اسے ہر جگہ ٹور پر ساتھ بھی نہیں لے جا سکتا کہ کھیل سے میری توجہ نہ ہٹے اور ویسے بھی ابھی اقصیٰ بہت چھوٹی ہے' اسے سنبھالنا آسان نہیں۔ ہاں جب کچھ بڑی ہو جائے گی تو پھر ہر جگہ اکٹھے ہوں گے۔ پہلے میں ڈر رہا تھا کہ اتنی جلد شادی کر کے غلطی تو نہیں کر رہا مگر اب میرا تمام نوجوانوں کو یہی مشورہ ہے کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے شادی کر لیں۔ یہ بہت پیارا اور مقدس بندھن ہے' جو خوشی اور راحت آپ کو اپنے اہل خانہ اور فیملی کے ساتھ ملتی ہے وہ کہیں اور نہیں۔

# اقصیٰ میرا عکس

''بیٹی اللہ کی رحمت ہے'' میں اس سے اتفاق کرتا ہوں اور میرا اس بات پر سو فیصد یقین بھی ہے۔ حضور پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ جس شخص کو اللہ نے دو بیٹیاں دیں اس نے ان کی اچھی پرورش اور تربیت کر کے شادی کر دی تو قیامت کے دن وہ میرے اس طرح ساتھ ہو گا جس طرح میرے ہاتھ کی دو انگلیاں ہیں۔ مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا کی ہے۔ اپنی بیٹی اقصیٰ کو دیکھتا ہوں تو اس میں مجھے اپنا عکس نظر آتا ہے۔ میں شروع سے دعا کرتا تھا کہ ''یا اللہ پہلی اولاد بیٹی دینا'' جب مجھے 15 دسمبر 2001ء کو اقصیٰ کی پیدائش کا پتہ چلا تو سجدہ شکر بجا لایا۔ یہ درست ہے کہ میرے والدین کو بیٹے کی خواہش تھی مگر میں نے بیٹی مانگی۔ اقصیٰ کی پیدائش سے کچھ دن پہلے جب لاہور میں انضمام الحق کی بیگم کاشفہ بھابی نے مجھ سے پوچھا ''شاہد کوئی خوشخبری؟ تو میں نے انہیں یہی کہا دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ پیاری سی بیٹی دے'' کئی گھرانوں میں تو یہ روایت ہے بلکہ آج کل تو عمومی رجحان ہے کہ بچے کی پیدائش سے قبل الٹرا ساؤنڈ کرا لیتے ہیں کہ پتہ چل جائے بیٹا ہے یا بیٹی مگر میں اس کے حق میں نہیں اور میرا گھرانہ بھی مختلف سوچ رکھتا ہے۔ اس طرح پہلے سے ہی گھروں میں مسائل پیدا ہو جاتے ہیں اور ویسے بھی اچانک ملنے والی خوشخبری کا اپنا مزہ ہے۔ اقصیٰ کی پیدائش ہسپتال میں ہوئی اور میرا سب سے پہلا سوال یہی تھا کہ زچہ و بچہ خیریت سے تو ہیں ناں...... ایک اور حسن اتفاق دیکھیں کہ مجھے بھی شروع سے یہی نام پسند تھا اور جب بیٹی کی پیدائش کے بعد ابا سے پوچھا کہ نومولود کا کیا نام رکھا جائے تو ان کے منہ سے بھی اقصیٰ ہی نکلا۔ اقصیٰ کی پیدائش سے قبل کبھی اس پہلو پر نہیں سوچا تھا کہ اس کا نام کیا رکھنا ہے؟ میری اور بیگم کی بس یہی دعا

تھی کہ اللہ تعالیٰ صحت مند بچہ دے۔ پیدائش کے وقت اقصیٰ ماشاء اللہ بہت صحت مند تھی اور سب یہی کہتے ہیں۔اپنے باپ شاہد پر ہے۔اب دیکھئے بڑی ہوکر کس سے مشابہت ہوگی؟ کیونکہ بچہ چھ ماہ تک تو نقش اور رنگ روپ بدلتا ہے' گھر میں ہوں تو بیٹی کے ساتھ کھیلتا رہتا ہوں اور میری بہنیں اور بھانجیاں' بھتیجیاں تو اس کی دیوانی ہیں۔وہ تو تمام گھر والوں کا پیارا سا کھلونا ہے۔گو میں کرکٹ میچوں کے سلسلے میں اکثر گھر سے باہر رہتا ہوں مگر کہیں بھی ہوں اس کی خیریت معلوم کرنے سے غافل نہیں رہتا۔اب اقصیٰ ماشاء اللہ ساڑھے پانچ ماہ کی ہوچکی ہے اور پہچاننے بھی لگی ہے اور آپ کو ایک اور دلچسپ بات بتاؤں کہ مجھے ایک بزرگ شخص نے کہا تھا کہ آپ کے ہاں پہلی اولاد بیٹی ہوگی۔میں نے بڑے اشتیاق سے پوچھا کہ آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا ''تمہاری گفتگو سے مجھے اندازہ ہورہا ہے کہ تمہیں اپنی بیگم سے بہت پیار ہے اور جن میاں بیوی میں انتہا کا پیار ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت بیٹی سے نوازتا ہے۔بھئی ویسے ہی تو بیٹی کو رحمت نہیں کہا گیا۔''میری خواہش ہے کہ اقصیٰ حافظہ بنے۔گلشن اقبال میں ایک مدرسہ اقراء ہے جہاں دینی اور دنیاوی تعلیم ساتھ ساتھ دی جاتی ہے' میری بہن وہاں سے قرآن پاک حفظ کررہی ہے' اقصیٰ کو بھی اس میں داخل کراؤں گا۔اس کے بعد اس کا جس طرف رجحان ہوگا' وہ شعبہ اختیار کرے گی۔

# میری جنت بابے

انسان کی زندگی میں کئی رشتے ہیں جن کی خوشی وفرمائش پر وہ جائز و ناجائز تمام کام کرتا ہے لیکن ایک رشتہ ایسا ہے جو ہر قسم کی غرض سے پاک ہوتا ہے اور وہ رشتہ ماں کا ہے۔ ماں جسے ٹھنڈی چھاؤں کہا گیا ہے' سائباں کی طرح اپنی اولاد کو سرد و گرم سے بچاتی ہے اور اس کی محبت و چاہت کا احساس اس وقت اور بھی بڑھ جاتا ہے جب یہ سائبان ہم سے چھن جائے۔

میری جنت' میری بابے بھی آج اس دنیا میں نہیں اور اتنی شہرت' عزت اور دولت کے باوجود میں اپنی بابے ایران بی بی کی کمی شدت سے محسوس کرتا ہوں۔ مجھے اپنی بابے کی آغوش اور اس کا لمس کیسے بھول سکتا ہے؟ میں کہیں بھی ہوتا' میری بابے کی دعائیں میرے ساتھ ہوتی تھیں۔ میری شادی کے بعد بھی میرا اس طرح خیال رکھتیں کہ گویا میں ابھی بھی ننھا بچہ ہوں۔

بابے ہمارا خاندانی نام ہے جو ہم اپنی بزرگ خواتین کے لیے استعمال کرتے ہیں جبکہ والد کو لالہ کہا جاتا ہے۔

24 اپریل 2001 کا وہ دن بھی میرے ذہن پر نقش ہو گیا ہے جب لاہور میں ڈبل وکٹ کرکٹ ٹورنامنٹ کھیلنے کے دوران معین بھائی نے مجھے اچانک اطلاع دی کہ تمہارے بھائی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے لہٰذا فوراً کراچی پہنچو۔ میری بیگم نادیہ میرے ساتھ تھی۔ ہم پریشان ہو گئے کہ یہ کیا ہو گیا؟ فوراً کراچی کا ٹکٹ لیا اور تمام راستے عجیب وغریب خیالات آتے رہے۔ جہاز میں' میں نے اپنی بیگم سے کہا کہ مجھے ڈر لگ رہا ہے' ضرور کوئی ایسی بات ہوئی ہے جو گھر والے مجھ سے چھپا رہے ہیں۔ بیگم مجھے تسلی دینے لگی' میں نے کہا دعا کرو کہ امی کو کچھ نہ ہوا ہو۔ وہ بھی حیران تھی کہ

ایکسیڈنٹ بھائی کا ہوا ہے اور شاہد امی کیلئے فکر مند ہے۔

میں اتنا پریشان تھا کہ لوگ جہاز میں مجھ سے آٹو گراف لے رہے تھے' میرے ساتھ بیٹھ کر تصویر کھنچوا رہے تھے مگر مجھے کچھ ہوش نہ تھا کہ کون آیا اور کون گیا؟ میں فلائٹ میں گم سم سا بیٹھا تھا۔

میں نے اپنا خدشہ ظاہر کیا کہ انہوں نے مجھے ڈبل وکٹ ٹورنامنٹ سے واپس بلایا ہے یقیناً کوئی وجہ ہوگی؟ غرض میں الٹے سیدھے سوال کر رہا تھا' کبھی ذہن ایک طرف جاتا اور کبھی دوسری طرف۔ بیگم نے تسلی دی کہ آپ ٹینشن مت لیں' شک اس کو بھی تھا مگر وہ مجھے سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

ہم ایئر پورٹ پر اترے تو میرے چچا اور ایک کرنل دوست لینے کیلئے آئے ہوئے تھے۔ میں نے گاڑی میں چچا سے سوال کیا ''کیا ہوا ہے''؟

انہوں نے جواب دیا'' کچھ نہیں''

میں نے پھر اونچی آواز میں پوچھا ''چچا! بتایئے ناں کیا ہوا ہے؟'' (حالانکہ میں نے کبھی زندگی میں اپنے چچا سے بدتمیزی نہیں کی تھی۔)

انہوں نے ایک نظر میری طرف دیکھا اور پھر ان کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے' زبان سے صرف اتنا نکلا ''تمہاری امی''

یہ سننا تھا کہ مجھے خود پر قابو نہ رہا اور میں نے چچا کو ایک تھپڑ لگا دیا۔ ایسے لگا کہ جیسے کسی نے میرے دل پر نشتر چلا دیا ہو۔ چچا کی عینک کا شیشہ ٹوٹ گیا' انہیں بھی صورتحال کا احساس تھا لہٰذا مجھے سنبھالا' میرے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔ بس وہ قیامت کے لمحات تھے (یہ ذکر کرتے وقت شاہد آفریدی کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے' وہ شخص رو رہا تھا جس کا کہنا تھا کہ اس کی آنکھیں نم نہیں ہوتیں)۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی اور پھر شاہد آفریدی یوں گویا ہوئے اس وقت ہم گاڑی میں تھے۔ میرے ذہن میں ماضی کے واقعات کسی فلم کی طرح چلنے لگے۔ والدہ کی وفات سے کوئی

مہینہ ڈیڑھ مہینہ قبل (میرے شارجہ ٹور سے پہلے) ہم اکٹھے بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ انہی دنوں میرے خالو کا انتقال ہوا تھا تو ان کے حالات دیکھ کر میں سوچتا تھا کہ ان کے بیٹے کتنے غمگین ہیں۔ خدانخواستہ ہمارے گھر میں کچھ ایسا ہوا تو ہم کس طرح برداشت کریں گے؟ پھر میں ایسے خیالات کو ذہن سے جھٹک دیتا تو اس دن خالو کا ذکر کرتے امی کہنے لگیں کہ میری تو بس یہی دعا ہے کہ جب مجھے موت آئے تو ایسی آئے کہ میرے بچوں کو کوئی مسئلہ نہ ہو۔ یہ نہیں کہ میرے علاج کیلئے ادھر ادھر بھاگے پھر رہے ہیں' میں بیمار ہوں' ہسپتالوں کے چکر لگ رہے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ چلتے پھرتے اس دنیا سے چلی جاؤں۔"

میں نے کہا "امی آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں؟" ابھی تو آپ کو اپنے دوسرے بچوں کی بھی شادیاں کرنی ہیں۔ ہمارے بچوں نے آپ کی خدمت کرنی ہے۔ پلیز آپ ایسی باتیں مت کریں مگر نجانے انہیں کچھ اندازہ ہو گیا تھا کہ ایک اور موقع پر کچھ اسی قسم کی گفتگو کی۔

پھر میں شارجہ چلا گیا' اس ٹورنامنٹ کے دو دن بعد مجھے ڈبل وکٹ کیلئے لاہور جانا تھا۔ میں نے فون پر امی سے کہا "میں ڈبل وکٹ نہیں کھیلوں گا" "بیٹا کیوں؟" والدہ نے بہت شفقت سے پوچھا "بس امی آپ طارق بھائی سے کہہ دیں کہ میرا معاہدہ نہ کرائیں" "بیٹا کوئی وجہ بھی تو ہو گی؟" بابے کا شفقت بھرا انداز برقرار تھا' میں نے کہا "امی میں مسلسل کرکٹ کھیل رہا ہوں' نہ تو صحیح طرح آپ کو وقت دے سکا ہوں اور نہ بیگم کو۔ میں کچھ دن آپ لوگوں کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔"

امی میری بات سے خوش ہوئیں اور مسکراتے ہوئے بولیں "بیٹا ہمارے لیے تمہارے جذبات بہت اچھے ہیں مگر یہ بھی تو سوچو کہ ہزاروں' لاکھوں لوگ تمہیں اس ٹورنامنٹ میں کھیلتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ تمہارے چوکوں' چھکوں سے ہی تو یہ ٹورنامنٹ مقبول ہے اور ڈبل وکٹ تو میں بھی خاص طور پر دیکھتی ہوں۔ مجھے اپنے بیٹے کو چھکے مارتے دیکھنا بہت اچھا لگتا ہے۔ ویسے بھی تم مسلسل یہ ٹورنامنٹ جیتتے آرہے ہو لہٰذا ضرور کھیلو" بابے کے اس اصرار کے بعد میں انکار نہ کر سکا اور پھر شارجہ کپ کھیلنے کے بعد ایک دن کراچی میں قیام کر کے لاہور چلا گیا۔

مجھے کیا علم تھا کہ اس کے بعد اپنی جنت کو دیکھ نہ پاؤں گا' وہ تو سراپا محبت تھیں' سوچتا ہوں کہ والدہ کی جتنی خدمت کی' کم کی۔ کسی بھی ٹور سے واپس آتا' سب سے پہلے اپنی بابے کا چہرہ دیکھتا تھا مگر اب گھر میں وہ مزہ نہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ ابھی کسی کمرے سے سامنے آ جائیں گی۔ اپنی زندگی میں میرے لیے بہت پریشان رہتی تھیں۔ انہیں ہمیشہ یہ فکر رہتی تھی کہ ٹور کے دوران نہ جانے اچھا کھانے کو ملتا بھی ہوگا کہ نہیں۔ میری بیگم کو میرا خیال رکھنے کی بہت تاکید کرتیں۔ انہیں ڈر رہتا تھا کہ میں بہت جلد ہر ایک پر بھروسہ کر لیتا ہوں' بابے کے بس میں ہوتا تو مجھے کبھی گھر سے باہر نہ نکلنے دیتیں۔

غرض ایئرپورٹ سے گھر پہنچنے کے دوران مجھے ان کی ایک ایک بات یاد آتی رہی۔ دل یہ سوچ کر رو رہا تھا کہ جس ہستی کو ہمیشہ ہنستے مسکراتے' اپنے لیے دعائیں کرتے اور متحرک دیکھا ہے' اسے کفن میں کیسے دیکھ پاؤں گا؟ مگر یہ وقت تو انبیاء علیہ السلام پر بھی آیا ہے۔ ہم تو ان کے معمولی پیروکار ہیں۔ گھر پہنچے تو قیامت کا سماں تھا' ہر آنکھ نم تھی' اس دن میں نے ان لوگوں کو بھی روتے دیکھا جن سے ہمارا کوئی خونی رشتہ نہیں کیونکہ بابے تو سب کی ماں تھیں اور ان کی وفات پر تمام خاندان والوں نے کہا کہ سب کی ماں مر گئی۔

میری والدہ کسی بہت امیر گھرانے سے نہ تعلق رکھتی تھیں۔ سادہ لباس تمام زندگی ان کا اوڑھنا بچھونا رہا۔ گھر میں پیسے کی ریل پیل کے باوجود ان میں کوئی غرور و تکبر یا تبدیلی نہ آئی۔ مہنگے کپڑوں اور جیولری کی بالکل شوقین نہ تھیں۔ ہمیشہ میں نے انہیں عام سے حلیے میں پایا۔ میرا نہیں خیال کہ گھر پر کوئی مانگنے والا آیا ہو' امی کو پتہ چلے اور وہ خالی ہاتھ گیا ہو۔ مجھے ملنے کیلئے بہت دور دور سے لوگ آتے تھے تو کئی مرتبہ گھر میں مصروفیت یا تھکاوٹ کی وجہ سے میں ملنے سے انکار کر دیتا کہ انہیں کہیں' بعد میں آئیں مگر بابے سمجھاتیں کہ نہیں بیٹا ایسا نہیں کرتے۔ پتہ نہیں کوئی کتنی دور کتنی چاہت سے ملنے آیا ہے' تمہارے لیے کتنی دعائیں کرتا ہوگا' لہٰذا بس دو منٹ کیلئے جا کر چہرہ دکھا دو۔ اور امی کے کہنے پر میں چلا جاتا۔ ان کے دل میں ہر ایک کیلئے شفقت تھی' جو اچھی باتیں مجھ

میں ہیں' میری والدہ کی تربیت کا نتیجہ ہیں۔

ان کی وجہ سے گھر میں روشنی تھی۔ آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ جب ہم ان کا جنازہ اٹھا کر اپنے گھر کے گیٹ سے باہر نکلے تو پورے گلشن اقبال میں صرف ہمارے گھر کی بجلی گئی' ہر ایک یہی کہہ رہا تھا کہ بہت نیک خاتون تھیں۔ امی کو تلاوت اور سورۃ یٰسین پڑھنے کے علاوہ کسی اور کام میں دلچسپی نہیں تھی۔ اب ان کی نظر کمزور ہو گئی تھی اور میں نے ان کی آنکھوں کا آپریشن کروانا تھا' ایسی حالت میں سورۃ یٰسین کی تلاوت نہیں کر سکتی تھیں تو کیسٹ لگا لیتیں اور قاری کی آواز کے ساتھ ساتھ پڑھتی جاتیں۔

ان کی وفات پر دنیا بھر سے فون کر کے لوگوں نے اظہار افسوس کیا اور جنازہ تو اتنا بڑا تھا کہ سبحان اللہ۔ یہ ٹھیک ہے کہ میری شہرت کی وجہ سے بھی کچھ لوگ آئے ہوں گے مگر ان کی نیکی اور دریا دلی کا بھی بہت شہرہ تھا۔

بابے کو گھر سے تقریباً دس منٹ کے فاصلے پر بلال مسجد سے ملحقہ قبرستان میں دفنایا گیا۔ خدا کی قدرت دیکھیں کہ وہاں بھی انہیں ایسی جگہ قبر ملی ہے جو درخت کے نیچے ہے اور برابر میں بچے بیٹھ کر قرآن پاک پڑھتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے نیک بندوں پر عنایات اور اس کی رحمت کی نشانیاں ہیں۔ گھر میں سے کوئی نہ کوئی قبرستان جاتا رہتا ہے۔ میں بھی گھر میں ہوں تو والدہ کیلئے فاتحہ ضرور پڑھ کر آتا ہوں' البتہ خواتین کے قبرستان جانے کی روایت نہیں۔ اب تو بابے کی وفات کو ایک سال سے زیادہ ہو گیا ہے۔ وفات کے وقت نہ تو وہ بیمار تھیں اور نہ ہی ان کی عمر زیادہ تھی۔ یہی کوئی 47,46 سال کی ہوں گی۔

ان کی شخصیت کا کیا بتاؤں' بس ملنگ ٹائپ کی عورت تھیں جبکہ ابو ذرا غصے والے ہیں۔ امی ہماری حمایت کرتیں کہ بچے ہیں لہٰذا ان پر اتنا غصہ ٹھیک نہیں تو انہیں بھی ابو سے ڈانٹ پڑ جاتی۔ بھابھیوں کو کبھی بہو نہیں سمجھا' ہمیشہ یہی کہا کہ میری بیٹیاں ہیں۔ اب بھابیاں بھی دعا کرتی ہیں کہ اپنی ساس کی طرح بنیں۔

بڑی بھابھی (طارق آفریدی کی بیگم) بالکل امی کے نقش قدم پر ہیں' وہ استخارہ کرنا بھی جانتی ہیں اور پتہ چل جاتا ہے کہ کس نے کیا کیا؟ جب بھی میں کسی ٹور پر جاتا ہوں یا واپس آتا ہوں تو بڑی بھابی میری نظر توڑتی ہیں۔ اس عمل میں ان کی اپنی حالت غیر ہو جاتی ہے کیونکہ نظر توڑنے والے کو خود تکلیف دہ مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے۔ انہیں بابے سے پیار بھی بہت تھا اور کیوں نہ ہوتا؟ ایسی ساس قسمت والوں کو ملتی ہے۔

میں نے بہت کوشش کی کہ بابے کو اپنے ساتھ ورلڈ ٹور پر لے جاؤں' انہیں گھماؤں پھراؤں' سیر کراؤں مگر وہ یہ کہہ کر انکار کر دیتیں کہ بیٹا مجھے گھر اور بچوں کی فکر رہتی ہے۔ ان کے شور شرابے میں میرا دل لگا رہتا ہے' وہاں مجھے ان کی بہت یاد آئے گی۔ اگر ایک دو مرتبہ ملک سے باہر گئی بھی ہیں تو حج اور عمرہ کیلئے۔ ماشاء اللہ بابے نے دو مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی' اس سفر میں ابا ان کے ساتھ تھے۔

تہواروں کے موقع پر سب بچوں کے کپڑے والدہ تیار کرواتی تھیں۔ بڑے بھائی طارق ذرا ہاتھ روک کر خرچ کرنے والے ہیں' وہ اسے فضول خرچی کہتے ہیں کہ بچے ادھر ادھر شاپنگ کر رہے ہوں مگر والدہ ان سے کہہ کر یا مجھ سے پیسے لے لیتیں۔

میں پوچھتا "امی آپ نے اپنے لیے کیا لیا؟"

وہ مسکرا دیتیں اور کہتیں "بیٹا میں نے کیا کرنا ہے؟"

بھائی دبئی گئے تو امی کیلئے سونے کی چوڑیاں اور کڑے لے کر آئے' انہوں نے صرف ایک دن بھائی کی خوشی کی خاطر پہنے ہوں گے' پھر بچیوں کیلئے سنبھال کر رکھ دیے۔ گھر میں بات چیت بھی کرتی تھیں لیکن فضول نہیں۔ میری بہنوں نے والدہ کی بہت خدمت کی۔

ہمارے گھر پر اللہ کا احسان ہے کہ بھائیوں بہنوں میں اگر آپس میں کوئی بات ہو جائے' لڑ بھی لیتی ہیں مگر اگلے دن پھر سب کا موڈ ٹھیک ہوتا ہے۔ امی ہمیشہ سمجھاتیں کہ گھر میں لڑائی جھگڑا نہیں ہونا چاہیے' اس سے رزق میں کمی ہوتی ہے اور عورتوں کو اپنی آواز بہت آہستہ رکھنی چاہیے

کیونکہ انہی کے دم سے گھر کی عزت ہوتی ہے۔ بابے رشتے داروں کے ہاں بھی کم جاتی تھیں اور اگر کبھی شاپنگ کیلئے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ باہر چلی جاتیں تو گھر میں سناٹا محسوس ہوتا۔ سب پوچھتے کہ امی کدھر ہیں؟ میری دلی خواہش ہے کہ امی میرے خواب میں آئیں' میں انہیں چھوؤں مگر ابھی تک یہ حسرت ہی ہے۔ تاہم میری بیگم اور بہنوں کو بابے خواب میں دکھائی دی ہیں۔ میری بابے کی خوبیاں ہزار تھیں' کس کس کو بیان کروں؟ ان کیلئے اتنا کہنا کافی ہے کہ "ماں تجھے سلام۔"

# بڑے بھائی کی نظر میں

طارق آفریدی...... شاہد کے ملنے والوں نے یہ نام ان کی زبان سے بہت مرتبہ سنا ہے اور اب تو ہر کوئی ان کو بخوبی جان گیا ہے کہ شاہد آفریدی کے بڑے بھائی ہیں۔ انہوں نے شاہد کو بالکل بیٹوں کی طرح رکھا ہے اور آج اس مقام تک پہنچانے میں بھی ان کی کوششوں کا بہت ہاتھ ہے۔ فون پر طارق بھائی سے بات کریں تو فرق کرنا مشکل ہوتا ہے کہ وہ بول رہے ہیں یا شاہد آفریدی۔ طارق آفریدی کہتے ہیں کہ شاہد کے اتنے فون آتے ہیں کہ کبھی کبھی میں خود شاہد آفریدی بن جاتا ہوں۔ جنہوں نے بہت مرتبہ شاہد سے بات کی ہو وہ تو پہچان جاتے ہیں لیکن سینکڑوں' ہزاروں ایسے بھی ہیں جو آج تک نہیں پہچان پائے۔

شاہد چونکہ ابھی بچہ اور بھولا ہے اس لیے اس کے بزنس کنٹریکٹ میں ساری کارروائی میں خود کرتا ہوں۔ اسے کاروبار کی سمجھ نہیں' میں نے جب شاہد میں کرکٹ کا شوق دیوانگی کی حد تک دیکھا تو والد صاحب سے اسے کرکٹ کھیلنے کی اجازت دلائی۔ آپ اس کے شوق کا اندازہ اس بات سے کر سکتے ہیں کہ صبح میچ ہوتا تھا تو رات کو یہ کرکٹ کٹ پہن کر اور جوگرز بیڈ کے نیچے رکھ کر سوتا تھا کہ کہیں صبح وقت نہ ملے۔ میں خود بھی فرسٹ کلاس کھیلا ہوں اور مجھے کھیلتے دیکھ کر شاہد کو شوق ہوا۔

اس نے جب کرکٹ کا آغاز کیا تو اسے صحیح طرح بیٹ بھی نہیں پکڑنا آتا تھا۔ میں نے اسے بڑے بھائی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک استاد کی طرح گر کی باتیں بتائیں۔ جب یہ انڈر 14 ٹیم میں کھیلنے جاتا تھا تو میں اسکے ساتھ ہوتا۔ آج یہ پاکستان کیلئے کھیل رہا ہے تو بھی کوشش ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ رہوں تاکہ یہ ساری توجہ کھیل کی طرف رکھے۔ اسے کچھ فکر نہ ہو کہ ٹکٹ کہاں سے آئے گا' ایئرپورٹ کون لے جائے گا؟ میں نے اسے کہہ رکھا ہے کہ تم اپنی کارکردگی بہتر بنانے

پر توجہ دو حالانکہ والد صاحب بھی مجھ پر غصہ ہوئے کہ پہلے تم نے شاہد کو اجازت دلائی اور اب تم خود اس کے ساتھ ہر جگہ جاتے ہو۔ اس سے کام کا ہرج ہوتا ہے۔ میں ایسے موقع پر والد صاحب سے یہی کہتا کہ ابا دیکھ لینا ایک دن شاہد پوری دنیا میں آپ کا نام روشن کرے گا۔ آج دنیا شاہد آفریدی کو جانتی ہے۔

یہ نو دس سال کا تھا تو گلیوں میں سارا سارا دن تپتی دوپہروں میں کرکٹ کھیلتا' پہلے اس کو صرف بولنگ کا شوق تھا اور بار بار مجھے آؤٹ کر دیتا۔ میری خواہش تھی کہ اچھا بیٹسمین بھی بنے کیونکہ میں نے دیکھا تھا کہ شاہد سیدھے بیٹ سے کھیلتا ہے جب میں نے اس کی یہ عادت دیکھی تو کارک کی گیند سیدھی شاہد کی ٹانگوں پر مارنے کی کوشش کرتا تھا لیکن یہ فوراً ہی بیٹ اپنی ٹانگوں کے سامنے کر دیتا تا کہ گیند پیڈز کی جگہ پر نہ لگے۔ اسی طرح اس کی بولنگ میں سپن بہت زیادہ تھی' لیگ اسپنر ہوتے ہوئے بھی فل ٹاس نہیں کرتا تھا' حالانکہ سپنر عام طور پر فل ٹاس گیندیں بھی کرتے ہیں۔ کراچی کے کئی امپائروں نے مجھے شاہد کی اس خوبی سے آگاہ کیا۔

میرا ٹارگٹ تھا کہ شاہد 99 ورلڈ کپ پاکستان کی طرف سے کھیلے مگر یہ میری توقعات سے بہت پہلے قومی کرکٹ ٹیم میں آ گیا۔ شاہد ابھی پوری طرح میچور نہیں ہوا' اس میں سٹیمنا کی کمی ہے۔ میں بھی شاہد کو یہی سمجھاتا ہوں کہ دیکھو تمہیں کریز پر رہنا چاہیے' لوز گیند کو ضرور ہٹ کرو مگر اوور کی ہر گیند پر چھکا لگانے کے چکر میں نہ پڑو کیونکہ بولر کے پاس بھی تمہیں آؤٹ کرنے کا آرٹ ہے۔ وکٹ پر ٹھہرو گے تو رنز خود بخود بنیں گے۔ شاہد آفریدی کا موقف ہے کہ میں بولروں کو اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دیتا' ابتداء میں ہی ان کی پٹائی کر کے انہیں کنفیوز کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ سعید انور بھی ابتدائی ون ڈے میچوں میں آتے ہی مار دھاڑ شروع کر دیتے تھے' ان کا بھی کھیل جارحانہ ہوتا تھا مگر اب وہ میچور ہو گئے ہیں' اس لیے دیکھ بھال کر گیند کو ہٹ کرتے ہیں۔ میں بھی یہی تکنیک اپنانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ٹیسٹ میں جلدی نہیں کرتا کیونکہ وقت ہوتا ہے مگر ون ڈے میں خطرہ مول لینا پڑتا ہے۔

# شاہد کے کھوجی

جس طرح کسی مشہور شخصیت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہیں کون نہیں جانتا' اس طرح شہزادہ عالمگیر بھی دنیائے صحافت میں ایک بڑا نام بن چکے ہیں۔ وہ گزشتہ کئی دھائیوں سے میگزین جرنلزم سے وابستہ ہیں اور ان کا صحافتی سفر مصور سے شروع ہو کر جواب عرض' عورت ڈائجسٹ' اخبار کرکٹ' خوفناک ڈائجسٹ سے ہوتا ہوا فلمی دنیا تک آ پہنچا ہے۔ شاید ہی کوئی صحافی شاہد آفریدی کو ان سے زیادہ جانتا ہو لہٰذا شہزادہ عالمگیر کو بجا طور پر ''شاہد کا کھوجی'' کہا جا سکتا ہے۔ شہزادہ عالمگیر نے اس چاکلیٹ کرکٹر کو اتنا شائع کیا ہے کہ دوسرے کھلاڑیوں نے ان پر یہ الزام عائد کر دیا ''اخبار کرکٹ' شاہد آفریدی کا ذاتی میگزین ہے'' شہزادہ عالمگیر اپنی صفائی میں کیا کہتے ہیں اور شاہد آفریدی کی ذات اور کھیل میں ان کی دلچسپی کے پس پردہ محرکات کیا ہیں؟ یہ تو آپ کو ''شاہد کے کھوجی'' کی زبانی ہی معلوم ہو گا۔

شاہد آفریدی سے میری پہلی ملاقات فوٹو گرافر محمد بشیر کے توسط سے ہوئی۔ ایک دن محمد بشیر تیز تیز چلتا میرے کمرے میں آیا اور یوں گویا ہوا۔

''آفریدی آپ کو تلاش کر رہا ہے۔''

''مجھے؟ میں نے الٹا اس سے سوال کر دیا۔

''جی...... آپ کو'' بشیر نے بمشکل فقرہ مکمل کیا۔

''خیریت تو ہے' اس گلیمر بوائے کو مجھ سے کیا کام پڑ گیا۔ ابھی گزشتہ شمارے میں تو میں نے اس کی پرفارمنس پر تفصیلی مضمون شائع کیا ہے؟

''ہوسکتا ہے اسے کسی فقرے پر اعتراض ہو؟'' میں گویا خود سے بات کرتا چلا گیا۔

خیر طے شدہ دن ہم پرل کانٹینٹل لاہور پہنچے۔ کرکٹروں سے ملنا میرے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی لیکن یوں اچانک ان کی طرف سے فرمائش حیران کن تھی اور پھر شاہد آفریدی...... وہ تو ان دنوں عروج پر تھا۔ ہمیں روزانہ سینکڑوں ایسے خطوط موصول ہوتے تھے کہ جن میں آفریدی کے ٹائٹل یا انٹرویو کی فرمائش ہوتی تھی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان خطوط کی تعداد میں اضافہ ہی ہوا۔ اور یہ تو صحافی بخوبی جانتے ہیں کہ قارئین کی فرمائش کو زیادہ عرصہ تک نظر انداز نہیں کیا جا سکتا لہٰذا ہمیں بھی ہر شمارے میں شاہد آفریدی کی کئی تصاویر چھاپنا پڑتیں جس سے ہمارے پرچے کی اشاعت میں تو بہت زیادہ اضافہ ہوا لیکن دوسرے کرکٹر ڈھکے چھپے الفاظ میں اور بالواسطہ طور پر شکایت ضرور کرنے لگے مگر میں مجبور تھا۔ اخبار کرکٹ کے قارئین کو آفریدی کے علاوہ کوئی اور نظر ہی نہیں آتا تھا۔

خیر انہی سوچوں میں، میں آفریدی کے کمرے کے سامنے جا پہنچا۔ ڈور بیل پر ہاتھ رکھتے ہی دروازہ جھٹ سے کھل گیا کہ گویا میزبان ہمارے ہی منتظر ہوں۔ اظہر محمود، شاہد آفریدی کا روم میٹ تھا۔ دونوں بڑے تپاک سے ملے۔ مجھے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ یہ سپر سٹار آفریدی ہے۔ یہ غالباً نومبر یا دسمبر 98 کی بات ہے۔ اس وقت آفریدی کو تیز ترین سنچری بنائے دو سال گزر چکے تھے اور اب اس کا ٹیم کے نمایاں کھلاڑیوں میں شمار ہوتا تھا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ اس پہلی ملاقات میں شاہد آفریدی مجھ سے یوں گھل مل کر باتیں کرنے لگا کہ جیسے میں کھلاڑی ہوں اور وہ میرا انٹرویو کر رہا ہو۔ اس کے چہرے پر دلفریب مسکراہٹ تھی اور وہ حد سے زیادہ خوش نظر آتا تھا۔ مجھے اس 18 سالہ لڑکے کے اخلاق نے بہت متاثر کیا کہ جس کے بارے میں یہ مشہور تھا ''کسی کو زیادہ لفٹ نہیں کرواتا'' کوئی اسے مغرور کہتا تھا اور کوئی اکھڑ مگر مجھے یہ شرمیلا سا لڑکا بہت اچھا لگا جو دوران ملاقات کبھی مجھے شہزادہ بھائی اور کبھی سر کہتا اور جب میں اس سے رخصت ہونے لگا تو اس نے ہاتھ اٹھا کر گویا مجھے سلیوٹ کیا۔ یہ شاہد

آفریدی کا مخصوص انداز ہے۔ بعد میں ہماری مختلف مواقع پر اور بھی ملاقاتیں ہوئیں جو گہری دوستی میں بدلتی گئیں۔

مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی عار نہیں کہ پوری ٹیم میں شاہد آفریدی کا اخلاق سب سے زیادہ متاثر کن تھا۔ ''غرور نام کو نہیں' سادہ مزاج اور دوسرے کو اہمیت دینے والا'' میں واقعی اس لڑکے سے متاثر ہو گیا۔ اس قدر متاثر کہ آفریدی کے اتنے ٹائٹل اور انٹرویو لگائے کہ پوری پاکستانی ٹیم مجھ سے اور آفریدی سے کچھ چڑ سی گئی۔

ان دنوں معین خان ٹیم کا کپتان تھا۔ اس نے مجھے کہا ''عالمگیر صاحب! یہ بتائیں کہ آفریدی کا رسالہ میں کوئی حصہ ہے یا اس نے میگزین خریدا ہوا ہے۔''

میں مسکرا دیا اور کہا وہ مجھے بہت وقت دیتا ہے اور جو وقت دے گا' میں تو اسی کو شائع کروں گا۔ آپ لوگ کم وقت دیتے ہیں' اس لئے آپ کی تصویریں بھی کم بنتی اور چھپتی ہیں۔''

پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ شاہد آفریدی کے پرستاروں نے میرا جینا حرام کر دیا' انہیں پتہ چل گیا تھا کہ شاہد شہزادہ عالمگیر کا دوست ہے۔ روزانہ بیسیوں لڑکیاں فون کر کے کہتیں کہ آفریدی سے ملوا دو' اس کا فون نمبر دے دیں۔ کئی ایک تو دفتر میں بھی پہنچ گئیں اور اس کی ڈاک تو بلا مبالغہ روزانہ سینکڑوں میں ہوتی تھی۔ اکثر میں یہ التجا ہوتی کہ براہ مہربانی میرا یہ خط آفریدی تک پہنچا دیں۔ میں تمام خط پوری دیانتداری سے اس تک پہنچا دیتا اور پھر شاہد اخبار کرکٹ کے ذریعے ان کے جواب دیتا۔ اس کے علاوہ عید کارڈ' پرفیوم اور دوسرے تحائف کا تو کوئی شمار ہی نہیں تھا۔ یوں میں اور آفریدی ایک دوسرے کے ہم راز بھی بن گئے۔

''ایک دن ہم دونوں ہوٹل میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آفریدی نے مجھ سے پوچھا آپ سے ایک مشورہ کرنا چاہتا ہوں''۔

میں نے پوری توجہ سے اس کی بات سنتے ہوئے کہا ''کیا؟''

آفریدی بولا ''میں ابھی شادی کروں کہ نہیں' جواب ہاں یا ناں میں دیں کیونکہ میں کوئی

فیصلہ نہیں کر پا رہا۔ نت نئے سکینڈلز سے میرے گھر والے پریشان ہیں اور پرستار لڑکیاں بھی پیچھا نہیں چھوڑتیں۔“

میں نے فوراً کہا ”ابھی نہیں“ ابھی تو تمہاری عمر پڑی ہے۔

اس دوران میرا ذہن تیزی سے کئی پہلوؤں پر غور کر رہا تھا کہ اگر شاہد نے شادی کر لی تو اس کی لاکھوں پرستاروں کا کیا بنے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ غصے میں وہ میرے دفتر کا گھیراؤ کر لیں اور جلی کٹی بھی یقیناً مجھے ہی سننی پڑیں گی اور پھر اس کا کیریئر بھی تو متاثر ہو سکتا ہے۔

آفریدی نے شاید میری سوچ کو پڑھ لیا تھا لہٰذا بولا ”اگر آپ کہتے ہیں تو ابھی شادی نہیں کرتا۔“

یہ سن کر مجھے کچھ اطمینان ہوا۔ یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ شاہد آفریدی کی ذات میں جہاں کئی خوبیاں ہیں وہاں ایک بڑی خامی اس میں قوت فیصلہ کی کمی ہے۔ وہ رائے لیتا ہے‘ حالانکہ یہ ایک اچھی بات ہے کیونکہ خود تمام فیصلے کرنے سے غلط بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر اس کا منفی پہلو یہ ہے کہ رائے لے کر بھی آپ جلد کسی فیصلے پر نہ پہنچ پائیں۔

گیم کے حوالے سے میں نے آفریدی سے کہا ”تم جذباتی ہو‘ تیز کھیلتے ہو‘ تمہارے پرستار پریشان ہوتے ہیں کہ آفریدی جلد آؤٹ کیوں ہو جاتا ہے؟

اس نے کہا کہ مجھے جاوید میانداد نے کچھ ٹپس دی ہیں‘ آپ آئندہ بہت امپرومنٹ دیکھیں گے اور واقعی ایسا ہوا۔

پاکستان کا انڈیا سے میچ تھا۔ آفریدی مجھے کہہ کر گیا تھا کہ دیکھنا سنچری سکور کروں گا اور پھر واقعی اس نے سورنز بلکہ اس سے بھی زیادہ بنا ڈالے۔

شادی کے بعد آفریدی کی ڈاک میں معمولی سا فرق آیا ہے مگر یہ عارضی ہے۔ جونہی شاہد پرفارم کرے گا‘ یہ تعداد پھر پہلی جگہ پر پہنچ جائے گی۔ ہمارے پاس کلفٹن (کراچی)‘ ڈیفنس (لاہور) اور دوسرے کئی علاقوں سے ایسی لڑکیوں کے فون آتے رہے جو ہر قیمت پر شاہد آفریدی

سے شادی کی خواہش رکھتی تھیں۔ ایک دن میں دوپہر کے وقت آفس میں بیٹھا ہوا تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

''ہیلو......'' میں نے ریسیور اٹھاتے ہی نہایت شائستگی سے کہا۔

''جی مجھے شہزادہ عالمگیر سے بات کرنی ہے'' کسی نہایت مہذب لڑکی نے ٹھہر ٹھہر کر الفاظ ادا کیے۔

''کہیے آپ کو کیا کہنا ہے''؟ میں نے استفسار کیا۔

''میرا نام نیلم ہے' آپ کا میگزین اخبار کرکٹ باقاعدگی سے پڑھتی ہوں' میری ایک فرمائش ہے۔ اگر آپ پوری کر دیں تو میں آپ کے میگزین کے ہر صفحے کی قیمت ادا کروں گی۔'' لڑکی نے ایک ہی سانس میں اپنی بات مکمل کر دی۔

اس پیشکش پر جہاں میں بہت خوش ہوا وہاں کچھ حیران بھی کہ آخر یہ محترمہ میگزین میں کیا چھپوانا چاہتی ہے۔

''آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں''؟ میں نے بات کو آگے بڑھایا۔

''میری خواہش ہے کہ آپ شاہد آفریدی کے ساتھ میری ماڈلنگ کروائیں اور ہر صفحے پر دوسرے مضامین کے ساتھ ہماری کم از کم ایک تصویر ضرور شائع ہو۔ اس ایک شمارے کے میں آپ کو دو لاکھ روپے دے سکتی ہوں''۔

پہلے تو میں سمجھا کہ وہ لڑکی فون پر میرے ساتھ مذاق کر رہی ہے مگر جب اس نے مجھے اپنے گھر کا ایڈریس اور فون نمبر بھی لکھوا دیا تو مجھے اس کی سنجیدگی کا یقین کرنا ہی پڑا۔ بظاہر یہ بڑی پرکشش آفر تھی لیکن مجھے سو فی صد یقین تھا کہ آفریدی کبھی اس کیلئے تیار نہیں ہوگا۔ اور یہ تو صرف ایک واقعہ کی تفصیل ہے۔ مختلف اوقات میں مجھے ایسی بیسیوں پیشکشیں موصول ہو چکی ہیں۔

آفریدی کی تصاویر شائع کرنے کی وجہ سے ہمارے میگزین کی سرکولیشن میں ہزاروں کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جس میچ میں آفریدی کو شامل نہیں کیا جاتا' ایک بڑی

تعداد اس میچ کو دیکھنے کیلئے نہیں آتی جیسے کراچی میں پاکستان الیون اور فلمسٹارز الیون کا میچ تھا۔ شاہد آفریدی کی شادی کے بعد بھی بڑے دلچسپ واقعات پیش آئے ہیں۔ اس سے اس کی خواتین پرستاروں کو کچھ مایوسی بھی ہوئی ہے۔ اگر آفریدی کی بیگم کی تصاویر اخبارت میں چھپتیں تو مزید جیلسی ہوتی۔ جب ہم نے اخبار کرکٹ میں آفریدی کی شادی کی تصاویر شائع کیں تو خطوط آئے کہ یہ جعلی ہیں۔ ہمیں یقین نہیں' اگر آپ دلہن کی تصویریں دیں تو مانیں۔ لہذا یوں کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا'' آفریدی لڑکیوں کو نہیں چھیڑتا' لڑکیاں اس کو چھیڑتی ہیں۔''

شاہد آفریدی کس حد تک ان سے کنی کتراتا ہے' اس کا اندازہ اس امر سے لگائیں کہ جب پریکٹس کے بعد ہوٹل میں ہو تو اس کے فون پر ڈی این ڈی (ڈونٹ ڈسٹرب) لگا ہوتا ہے۔ وہ دوستوں کا دوست ہے اور دوستوں کیلئے بہت کچھ کرنے کو بہت جلدی تیار ہو جاتا ہے۔ میں تو اپنے تجربہ کی روشنی میں یہی کہوں گا۔

''ناسمجھ' معصوم اور بھولا ہے۔'' اپنی ناسمجھی میں کئی غلط فیصلے کر لیتا ہے اور پھر بعد میں پچھتاتا ہے۔ البتہ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی کو ناراض نہ کرے۔

ایک مرتبہ میں معین خان کا انٹرویو کر رہا تھا کہ آفریدی کمرے میں آ گیا۔ میں نے معین سے کہا کہ سرخ شرٹ پہن لو' تصویریں اچھی آئیں گی' اس میں تمہارا ٹائٹل دینا ہے۔ معین نے یہ کہہ کر انکار کر دیا ''بیگم کو یہ رنگ پسند نہیں'' مگر آفریدی نے میرے کہنے پر اس رنگ کی شرٹ پہن لی اور ہماری فرمائش پر ڈھیر ساری تصاویر بھی بنوائیں۔ اس دوران اس نے مجھے اشارہ سے کہا کہ معین بھائی کو ناراض نہیں کرنا۔ ان کی بھی اچھی تصویریں بنائیں۔

میں نے اخبار کرکٹ میں شاہد آفریدی کی اتنی تصویریں چھاپی ہیں کہ شاہد نے کہا ''پلیز میری تصویریں شائع کرنا بند کر دیں کہ پوری ٹیم نہیں چاہتی۔ اکثر کھلاڑی مجھ سے ناراض رہتے ہیں۔ اگر آپ نے میری پبلسٹی کم نہ کی تو کہیں میری ٹیم سے ہی چھٹی نہ ہو جائے''۔ مگر میں شائع کرتا رہا کہ یہ اس کے پرستاروں کی ڈیمانڈ ہے۔ البتہ اتنا ضرور کیا کہ تعداد پہلے سے کچھ کم کر

دی۔ ویسے بھی جب ایک کھلاڑی عزت دے گا تو میڈیا میں اسے خود بخود زیادہ کوریج ملے گی۔

یہ آفریدی کی خوبی ہے کہ وہ احسان فراموش نہیں۔ کھلنڈرا ضرور ہے مگر جان بوجھ کر کسی کو نظر انداز نہیں کرتا۔ میں نے ہوٹل کے استقبالیہ سے فون کر کے آنے کا پوچھا تو بہت ناراض ہوا کہ آپ دوست ہیں' آپ کو پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ جب بھی آنا چاہیں' سیدھے کمرے میں آجایا کریں۔ کمرے میں بیٹھے ہوں تو کھانے پینے کا ضرور پوچھتا ہے۔

ایک مرتبہ بیٹھے گپ شپ کر رہے تھے کہ اس نے بتایا دوست گھر کا کھانا لا رہے ہیں' میں نے کہا ''تو پھر میں چلا''۔ مجھے ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔ ''کھانا کھائے بغیر بالکل نہیں جانے دوں گا''۔ آفریدی نے خود مجھے کھانا ڈال کر دیا' برتنوں میں ایک چمچ کم تھا' میں نے یہ خوبی دیکھی کہ اس میں نخرہ بالکل نہیں ہے۔ جیسے ہی ایک پلیٹ خالی ہوئی تو آفریدی نے میرے جھوٹے چمچ سے کھا لیا۔ یہ نہیں کہ چمچ دھوئے یا پھر یہ کہ دوسرا چمچ اور پلیٹ منگوائے۔

اہم مواقع پر بھی دوستوں کو ضرور یاد رکھتا ہے اور وقت کا بہت پابند ہے۔ وقت دے تو انتظار کر رہا ہوتا ہے' ایسا نہیں کہ وقت مقرر کر کے کہیں اور چلا جائے۔

لوگ اسے کنجوس کہتے ہیں مگر میں نے اس میں ایسا کچھ نہیں دیکھا۔ میرے خیال میں تو وہ دوسرے پٹھانوں کی طرح مہمان نواز ہے۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایک نہ ایک دن شاہد آفریدی پاکستان کرکٹ ٹیم کا کپتان ضرور بنے گا اور اس کی قسمت میں عمران خان کی طرح شہرت ہے۔ شاہد آفریدی کی انگلیاں گیند کو کھلاتی ہیں' بالوں کو جھٹکنے اور ان میں انگلیاں پھیرنے کا اس کا انداز تو بہت ہی خوبصورت ہے۔ ایسا وہ جان بوجھ کر نہیں کرتا بلکہ خود بخود اس سے ہو رہا ہوتا ہے۔

اپنے جذبات پر آفریدی کو کنٹرول نہیں' ایسی صورت میں کئی مرتبہ تو ڈسپلن کی خلاف ورزی بھی کر جاتا ہے۔ میں گلبرگ میں اپنی کار میں کہیں جا رہا تھا' پیس (**Pace**) کے قریب پہنچا تو سرخ اشارے پر گاڑی روکنی پڑی' اس وقت میں اپنے ہی خیالات میں کھویا ہوا تھا' اس دوران پاکستانی ٹیم کے کھلاڑیوں کی کوچ بھی وہاں آ رکی۔ اچانک میری نظر دائیں طرف اٹھ گئی' کرکٹرز وں

نے بھی مجھے دیکھا مگر کسی نے دھیان نہ دیا البتہ شاہد آفریدی مجھے دیکھ کر خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔اس نے ہاتھ کے اشارے سے فون کرنے کا کہا' یوں لگا کہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اتر کر میری گاڑی میں آجاتا۔دوسرا ٹیم ڈسپلن کا بھی مسئلہ تھا۔غرض اس طرح کی عادات نے اسے پرستاروں اور میرا پسندیدہ کرکٹر بنا دیا ہے۔وہ اچھا آل راؤنڈر بھی ہے اور اچھا انسان بھی اور یہ خوبیاں ایک دن اسے سب سے ممتاز کر دیں گی۔

# کیلی

کیلی......عجیب سا نام لگتا ہے نا؟ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس لڑکے کو کرکٹ سے جنون کی حد تک پیار ہے اور ایک دن یہی جنون اسے بورے والا سے لاہور لے آیا تھا۔ یہاں سب سے پہلے اس کی ملاقات سلیم ملک سے ہوئی جس نے اس کا شوق دیکھ کر اسے اپنی مالش کرنے اور دبانے کیلئے ملازم رکھ لیا۔

کیلی کیلئے تو یہ بھی بہت بڑی بات تھی کیونکہ وہ ہر پل کرکٹ اور کرکٹروں کے قریب رہنے کا خواہش مند تھا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کا یہ عجیب سا نام کیلی کیسے پڑا؟ جبکہ بورے والا میں تو ایسا نام رکھنے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ ہوا یوں کہ ایک دن راولپنڈی میں ریڈ کو کا میچ ہو رہا تھا گراؤنڈ میں باقاعدگی سے آنے کی وجہ سے کیلی کی متعدد کھلاڑیوں سے ہیلو ہائے ہو چکی تھی اور اب بھی وہ ان کے پاس بیٹھا تھا۔ سلیم ملک نے اسے اشارے سے بلایا اور نام پوچھا' جواب ملا ''محمد شفیع''

مزید استفسار کیا گیا ''کہاں کے رہنے والے ہو؟''

بتایا ''گاؤں میں''

ملک نے کہا ''گاؤں میں تمہیں کسی نام سے بھی تو پکارتے ہوں گے''۔ ڈرتے ڈرتے جواب دیا ''جی ہاں'' وہ کالی کہتے ہیں''۔

''ارے بے وقوف کالی نہیں کیلی کہو۔ آج سے تم کیلی ہو'' سلیم ملک کے دیئے ہوئے اس نام پر سب ہنس پڑے اور بعد ازاں تمام لڑکوں نے اسے کیلی پکارنا شروع کر دیا۔ کیلی سے راقم

کی ملاقات شاہد آفریدی کے پاس ہوئی تھی۔ اس نے اپنی کتھا بیان کرتے ہوئے کہا۔ ''میں ملک صاحب کے ساتھ کافی عرصہ رہا۔ پھر ایک دن شالیمار ہوٹل لبرٹی گیا تو شاہد آفریدی نے پوچھا کہ سلیم ملک کی مالش کرنے کے کتنے پیسے لیتے ہو؟''

میں نے بتایا ''دو تین ہزار روپے مل جاتے ہیں''

انہوں نے کہا ''اب میرے پاس رہا کرو' دوسرے لڑکوں کی بھی مالش کر دینا' تمہیں زیادہ اچھے پیسے مل جائیں گے۔'' یہ اس وقت کی بات ہے جب شاہد آفریدی نئے نئے پاکستان کرکٹ ٹیم میں آئے تھے۔ میری تو گویا دیرینہ خواہش پوری ہوگئی کیونکہ مجھے شاہد بھائی کا کھیل بہت پسند تھا' کرکٹ سٹیڈیم میں تو بہت پہلے سے جاتا ہوں۔ ایک مرتبہ رمیز راجہ' عمران خان' شعیب محمد گراؤنڈ میں ٹیپ بال سے پریکٹس کر رہے تھے۔ ایک بیٹسمین نے اونچی شاٹ لگائی تو وہ اس طرف آئی جہاں میں بیٹھا ہوا تھا' میں نے فوراً بھاگ کر کیچ کر لیا مگر اس چکر میں گرنے سے میری کہنی زخمی ہوگئی۔ عمران خان نے بھی داد دی ''ویری گڈ'' یوں میرا حوصلہ بڑھتا گیا اور پھر میں اندر گراؤنڈ میں بھی جانے لگا۔ بلے بازوں کو دیر تک گیندیں کرواتا' ان میں ایسے بہت سے کھلاڑی تھے جواب فارغ ہیں۔ شاہد آفریدی نے خدمت کا موقع دیا تو موجودہ کھلاڑیوں' انضمام الحق' یوسف یوحنا' راشد لطیف' اظہر محمود' یونس خان' عبدالرزاق سے بھی علیک سلیک ہوگئی اور میں مالش کر کے سب کی تھکاوٹ دور کرتا۔ لیکن مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ جتنا پیار مجھے شاہد بھائی کرتے ہیں' کوئی اور نہیں۔ میری ہر ضرورت کا خیال رکھتے ہیں' جو کھانا چاہوں' منگوا دیتے ہیں' پیسے مانگوں تو انکار نہیں کرتے۔ ہر ایک سے یہی تعارف کراتے ہیں کہ میرا خاص بندہ ہے۔ مجھے ان کے مکمل شیڈول کا علم ہوتا ہے کہ کس وقت کہاں ہوں گے؟ ان کے باہر جانے کے بعد میں کمرے میں ہی رہتا ہوں تاکہ کوئی فون آئے تو سن سکوں یا ملاقات کیلئے آنے والوں کا ان کو بتا سکوں۔ اب تو شاہد آفریدی کی فیملی بھی مجھے جانتی ہے۔ طارق بھائی لاہور آتے ہیں تو ان سے خوب گپ شپ رہتی ہے۔ چند ماہ پہلے آئے تو ان کا راولپنڈی جانے کا پروگرام تھا' مجھ سے بھی

پوچھا مگر میں نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ یہاں شاہد بھائی کا خیال کون رکھے گا۔

شاہد بھائی نے میری فون پر اپنے ابو سے بھی بات کرائی ہے اور سب مطمئن ہیں کہ شاہد کا خیال رکھنے والا ہے۔

سٹیڈیم میں بھی شاہد آفریدی یا حسن رضا جس کو کسی چیز کی ضرورت ہو' مجھے آواز دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ ہم فیصل آباد میں تھے' اس وقت کے ٹیم مینجر خالد بشیر مجھ سے تھوڑا غصہ ہوئے' بعد میں شاہد بھائی کو پتہ چلا تو انہوں نے خالد بشیر کو فون کر کے کہا کہ آئندہ سے کیلی کو کوئی بات نہیں کہنی' جو مسئلہ ہو مجھے کہو' یہ میرا بندہ ہے' ہم اس کو سب کچھ دیتے ہیں' آپ اس کیلئے کچھ نہیں کرتے۔ ان کی یہ بات مجھے بہت اچھی لگی کہ میرے متعلق سوچتے ہیں ورنہ اتنے بڑے کھلاڑی کو اپنے معمولی خدمت گار کی کیا پروا۔ میں نے اس وقت فیصلہ کر لیا کہ اب جتنی زندگی ہے' شاہد بھائی کے ساتھ گزارنی ہے۔ لہٰذا پھر میں کسی اور کے پاس نہیں گیا۔

یہاں لاہور میں آنے سے پہلے میں پیر معین الدین چشتی کے ہاں ملازم تھا۔ وہ لاہور شفٹ ہو گئے اب بھی ان کے گھر جاؤں تو ان کے بچے عزت کرتے ہیں۔ 90ء میں پیر معین الدین چشتی کا انتقال ہو گیا تھا۔ ان کے بعد شاہد خان آفریدی ملے ہیں جو دوسرے کی عزتِ نفس کا خیال رکھتے ہیں۔ سلیم ملک کا اپنا ذہن تھا' ان کو یہ ہوتا تھا کہ سب سے پہلے میرا کام ہو جائے' چاہے کسی دوسرے کا رہ جائے۔

شاہد بھائی عموماً خوشگوار موڈ میں رہتے ہیں۔ کبھی کبھی پرفارم نہ ہو رہا ہو تو غصہ میں آ جاتے ہیں۔ مجھے ان کے موڈ کا اندازہ ہوٹل واپسی پر اس طرح ہوتا ہے کہ اگر دروازے کو ذرا زور سے بند کریں' ایسے میں میں کوئی بات نہیں پوچھتا کیونکہ ڈانٹ پڑ جاتی ہے۔ میں پھر کسی اور کے کمرے میں چلا جاتا ہوں اور پھر کئی گھنٹے گزار کر واپسی ہوتی ہے۔ اس وقت تک ان کا موڈ نارمل ہو چکا ہوتا ہے۔ مجھ سے بہت کم دبواتے ہیں' ان کی کوشش ہوتی ہے کہ دوسرے بندے کو ریلیکس رکھا جائے۔ اگر کبھی بہت زیادہ تھکاوٹ محسوس کریں تو کہہ دیتے ہیں۔

''یار کیلی آج ہمیں بھی دبادو''

چند دن پہلے کہا''میں کہوں گا تو تم کرو گے' نہ کہوں تو تم لفٹ ہی نہیں کراتے ہو' تمہیں میرا بالکل خیال نہیں''میں نے ہنس کر جواب دیا''شاہد بھائی مجھے آپ کے موڈ کا نہیں پتہ چلتا' خودا س لیے نہیں پوچھتا کہ ڈانٹ نہ پڑ جائے۔''

اپنی شادی پر مجھ سے غصہ ہو گئے تھے کہ کیوں نہیں آئے؟ اب میں ان کے مزاج کا خیال رکھتا ہوں۔گزشتہ سال شاہد آفریدی کی والدہ کا انتقال ہوا تو میں بھی ان دنوں لاہور میں تھا۔ چونکہ یہاں ڈبل وکٹ ٹورنامنٹ تھا اس لیے آگیا کہ شاہد بھائی کو میری ضرورت ہو گی۔ہوٹل میں ان سے ملا تو پتہ چلا کہ بھابھی ساتھ ہیں۔لہٰذا میں نے کہا کہ پھر مل لوں گا۔مگر بعدازاں خبر ملی کہ والدہ کی وفات پر کراچی واپس چلے گئے ہیں تو میں نے کئی مرتبہ وہاں فون کر کے افسوس کیا۔باپ بننے کے بعد ان کی عادت میں بہت تبدیلی آئی ہے۔اب زیادہ وقت کمرے میں گزارتے ہیں جبکہ شادی سے پہلے دوستوں کے ساتھ باہر گھومنے پھرنے نکل جاتے تھے۔بچی کی پیدائش پر تو بہت خوش ہیں کہتے ہیں۔

''کیلی! بیٹی باپ سے زیادہ پیار کرتی ہے۔''

اقصیٰ کی پیدائش سے پہلے میں نے ایک دن کہا''اللہ آپ کو بیٹا دے۔''

فوراً بولے''نہیں مجھے بیٹی کا شوق ہے' دعا کرو اللہ پہلی اولاد بیٹی دے۔''

مجھے خوشی ہے کہ ان کی خواہش اللہ نے پوری کر دی۔دل کے شہنشاہ ہیں' ہاتھ کھول کر خرچ کرتے ہیں' کچھ عرصہ پہلے دبئی سے ایک بہت خوبصورت گھڑی منگوا کر مجھے بطور تحفہ دی۔ کھانا لانے کیلئے پیسے دیں تو کبھی نہیں پوچھتے کہ کتنے بچے۔اگر کبھی موڈ ہو تو لکشمی سے مرغ چنے یا مرغ انڈہ بھی منگوا لیتے ہیں۔نیشنل ہوٹل کے سامنے ایک پہلوان کی دکان ہے' اس کے چنے بہت پسند کرتے ہیں اور ساتھ خمیری روٹی۔ناشتہ کم کرتے ہیں جبکہ دوپہر میں ان کی خوراک ٹھیک ٹھاک ہے۔کہتے ہیں کہ پٹھان کھانے پینے کے شوقین ہوتے ہیں۔دن میں دو مرتبہ کھاتے ہیں اور

کمرے میں جو کچھ پڑا ہو وہ تو سارا دن چلتا رہتا ہے۔ لاہور میں ان کا ایک دوست یا سر ہے' اس کے ساتھ زیادہ گپ شپ رہتی ہے۔ خاموش طبیعت بالکل نہیں بلکہ کچھ نہ کچھ بولتے رہتے ہیں۔ اگر میں کوئی بات مذاق میں کروں تو انہوں نے فوراً اسی طرح جواب ضرور دینا ہوتا ہے۔ جملہ بازی میں کسی سے کم نہیں' ہنس کھیل کر خوش رہتے ہیں۔ زندگی میں مجھے صرف ایک دفعہ ان سے ایک تھپڑ لگا' اس پر بھی انہیں بعد میں بہت افسوس تھا۔ ان کے کسی جاننے والے کا فون آیا تھا مگر مجھے اس کا پتہ نہیں تھا' اس کا ضروری پیغام تھا جو مجھے بتانا یاد نہ رہا تو بے اختیار ان کا مجھ پر ہاتھ اٹھ گیا مگر مجھے دکھ نہ ہوا کیونکہ مجھے ان کے خلوص کا پتہ ہے۔ چھوٹے بھائیوں کی طرح سمجھتے ہیں اور میں بھی بڑا بھائی سمجھ کر ڈانٹ ڈپٹ برداشت کر لیتا ہوں۔ جن دنوں پرفارم نہ کریں' ان سے زیادہ مجھے دکھ ہوتا ہے مگر کچھ کر نہیں سکتا۔ میں سمجھاؤں تو مان بھی لیتے ہیں کہ تم صحیح کہہ رہے ہو' آئندہ آرام سے کھیلوں گا مگر میرا تجزیہ یہی ہے کہ شائقین انہیں ٹک کر نہیں کھیلنے دیتے۔ وہ ان سے جارحانہ بلے بازی کی توقع رکھتے ہیں۔ گزشتہ دنوں شارجہ میں شاہد بھائی نے زبردست سنچری بنائی تھی اور آئندہ بھی بہت سے کارنامے سرانجام دیں گے۔

## شاہد آفریدی اور پرستار...... آمنے سامنے

شاہد آفریدی کے متعلق مشہور ہے کہ پٹھان ہے۔ پوچھو کچھ' جواب کچھ دیتا ہے مگر چاکلیٹ پرسنالٹی کے مالک اس کرکٹر سے ہماری جو طویل گپ شپ ہوئی اس میں آفریدی نے اپنے پرستاروں کی طرف سے پوچھے گئے تقریباً تمام سوالات کے بڑے دلچسپ اور ٹو دی پوائنٹ جوابات دیے۔ ان میں سے چند ایک کو ہم اس کتاب کا حصہ بھی بنا رہے ہیں۔

☆ آپ نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ اپنی بیگم کی تصاویر میگزین میں شائع ہونے دیں گے۔ اب سوچ لیں کہ کہیں اس بات پر جرگہ نہ بیٹھ جائے؟۔

OO (مسکراتے ہوئے) آپ دوستوں کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ جرگے والے علاقے میں کرکٹ کو پسند نہیں کیا جاتا' اس لئے وہاں میگزین کون دیکھے گا؟ ہاں البتہ میرے خلاف اگر کوئی اپنا سازش کر دے تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔

☆ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے بال بہت خوبصورت ہیں' اگر ہم آپ کو تحفے میں پراندہ بھجوائیں تو......؟

OO میں آپ کا تحفہ سنبھال کر رکھوں گا تاکہ مناسب وقت پر ویمن کرکٹ ٹیم یا شعیب اختر دونوں میں سے کسی ایک کو پیش کر دوں۔

☆ کیا آپ نے کبھی سعید انور کے 194 رنز کا ریکارڈ توڑنے کے متعلق سوچا ہے؟

OO ریکارڈ تو بنتے ہی ٹوٹنے کیلئے ہیں۔ صحارا کپ میں سنچری بنائی تھی تو ذہن کے ایک گوشے میں یہ خیال بھی ابھرا تھا کہ اگر 50 اوورز کھیل گیا تو شاید ڈبل سنچری بن جائے

مگر 109 رنز پر ہی چھٹی ہو گئی۔

☆ آپ کو کس بولر کی پٹائی کرنے میں مزا آتا ہے۔

OO میں نے اپنے پسندیدہ بولروں کی باقاعدہ لسٹ بنائی ہوئی ہے جس میں چمندا واس' پرساداور راجیت اگرکار سرفہرست ہیں۔

☆ صحارا کپ کے دوران جب آپ کو مین آف دی میچ ایوارڈ کیلئے بلایا گیا تھا تو آپ نے بات چیت اردو میں کیوں کی تھی؟

OO میں تو انگریزی بولنے کیلئے تیار تھا مگر گواسکر نے خود ہی اردو میں گفتگو شروع کر دی تھی لہٰذا میں بھی قومی زبان میں جواب دینے لگا۔

☆ جلدی سے اپنی خوبصورت مسکراہٹ کا راز بتائیں کیونکہ یہ آپ کے تمام پرستاروں کو بہت پسند ہے

OO زندگی میں مسکراہٹ ہی کامیابی کی علامت ہے' اس سے آپ کی فیس ویلیو بڑھتی ہے اور خطرناک بولروں کو صرف اسٹروکس سے ہی نہیں بلکہ مسکراہٹ سے بھی مارا جاسکتا ہے۔

☆ آپ ٹی وی پروگراموں میں اتنی سنجیدگی کیوں دکھاتے ہیں؟

OO جب سے ٹیم میں آیا ہوں' کوشش کرتا ہوں کہ شوخی اور تیزی سے پرہیز کروں' اس لئے ٹی وی پروگراموں میں بھی سنجیدگی سے بات کرتا ہوں تاکہ امیج اچھا بنے مگر اس کا یہ مطلب بالکل نہیں ہے کہ میں نے ہنسنا مسکرانا چھوڑ دیا ہے۔ گراؤنڈ میں ساتھی کرکٹروں کے ساتھ ہنسی مذاق کا سلسلہ بھی چلتا رہتا ہے۔

☆ پیپسی کے اشتہار میں آپ نے سعید انور کے ساتھ کام کیا تھا۔ اصولاً اور احتراماً آپ کو سعید بھائی کو بوتل دے دینی چاہیے تھی لیکن آپ نے تیزی کیوں دکھائی؟

OO آپ سعید بھائی سے پوچھیں کہ انہوں نے بوتل حاصل کرنے کیلئے میرے ساتھ دوڑ

کیوں لگائی تھی۔ وہ مجھے حکم بھی تو دے سکتے تھے مگر انہوں نے ایسا چاہا ہی نہیں کیونکہ کامیابی کا اپنا نشہ ہوتا ہے اور پھر آخر میں بوتل کھولنے والی چابی تو ان ہی کے پاس تھی' اس لئے مجھے بعد میں پیپسی ففٹی ففٹی کرنی پڑی۔

☆ آپ سچن ٹنڈولکر کا سنچریوں کا ریکارڈ کب توڑ رہے ہیں؟

OO پہلے کسی طریقے سے ٹنڈولکر کو مزید سنچریاں بنانے سے روکیں' پھر میں اپنا ٹارگٹ بتاؤں گا۔ فی الحال کوئی وعدہ نہیں۔

☆ اگر ہم آپ سے ملنے ہوٹل آئیں تو کیا آپ ملاقات کریں گے؟

OO ہوٹل میں تو میچ کے بعد کوئی کھلاڑی کسی سے نہیں ملتا مگر ہوٹل کے نمبر پر فون ضرور کیا جا سکتا ہے اور یہ کام آپ گھر بیٹھے بٹھائے زیادہ آسانی سے کر سکتے ہیں۔

☆ لاہور اور کراچی میں آپ کا پسندیدہ تفریحی مقام کون سا ہے' جہاں آپ شوق سے جاتے ہیں؟

OO اب تو گھومنے پھرنے کا وقت ہی نہیں ملتا اگر کبھی فارغ ہوں تو کراچی میں سی سائٹ اور لاہور میں فورٹریس اسٹیڈیم اچھی جگہیں ہیں۔

☆ آپ کی آواز بہت اچھی ہے' گلوکار کیوں نہیں بن جاتے؟

OO آپ مجھے کرکٹ ہی کھیلنے دیں' ویسے بھی دوسرے گلوکاروں کی روزی پر لات مارنا اچھی بات نہیں۔

☆ آئینے میں شکل دیکھ کر کیا محسوس کرتے ہیں؟

OO (ذرا مسکرا کر) آنکھیں بند کر کے بال بناتا ہوں۔

☆ آپ کی ہر تصویر میں آنکھیں کیوں بند ہو جاتی ہیں' کیا دھوپ میں کھڑے ہو کر تصاویر بنواتے ہیں؟

OO (شرارت سے) دھوپ میں میری آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور اگر کیمرے کو غور سے

دیکھوں تو آنکھوں سے پانی بہنا شروع ہو جاتا ہے۔

☆ آپ باؤنسر یا شارٹ پچ ڈلیوری کو صحیح طرح کیوں نہیں کھیلتے؟

OO ایسی کوئی بات نہیں' ایک دو میچوں میں گیند مس ہو گئی تھی لیکن یہ میری کمزوری ہرگز نہیں ہے۔

☆ جب آپ آؤٹ ہوتے ہیں تو کیا بولر کے سر پر بیٹ مارنے کو جی چاہتا ہے؟

OO غلطی اپنی ہو تو دل چاہتا ہے کہ اپنے ہی سر پر بیٹ مار لوں۔

☆ جلدی آؤٹ ہونے کے بعد پویلین لوٹتے ہیں تو کیا سلوک ہوتا ہے؟

OO سب سے پہلے تو پویلین میں آ کر ری پلے دیکھتا ہوں اور اس کے بعد کچھ دیر کے لئے سینئر کھلاڑیوں کی نظروں سے غائب ہو جاتا ہوں۔ حالات معمول پر آ جائیں تو خاموشی میری بہترین ساتھی ہوتی ہے۔

☆ اگر آپ کی ملاقات شیطان سے ہو جائے تو......؟

OO (قہقہہ لگا کر) اسے بھی چھکے مار مار کر بھگا دوں گا۔

☆ اگر آپ جارج بش ہوتے......؟

OO تو امریکہ میں بھی کرکٹ میچ منعقد کروا دیتا۔

☆ آپ اتنا جذباتی ہو کر کیوں کھیلتے ہیں؟

OO یہی تو عمر ہے جذباتی ہو کر کھیلنے کی۔ وگرنہ دس سال بعد تو دوسرے بہت سے نوجوان آ جائیں گے اور پھر ہم انہیں نصیحتیں کرتے نظر آئیں گے کہ بھئی آہستہ کھیلا کرو۔

☆ آپ سے فرمائش ہے کہ گراؤنڈ میں وقار بھائی کی طرح سر منڈوا کر کھیلیں کہ آپ کے کھیل کو چار کی بجائے پانچ چاند لگ جائیں۔

OO مجھے ایسا کوئی شوق نہیں ہے۔ میرے لئے چار چاند ہی کافی ہیں۔

☆ آپ نے صحارا کپ میں اجے جدیجا کو آؤٹ کر کے بہت اچھا ڈانس کیا تھا' ایسے میں

اگر کسی فلم پروڈیوسر کی آپ پر نظر پڑ جاتی تو......؟

OO آپ نظر پڑنے کی بات کرتے ہیں' مجھے تو ایک ہدایتکار اور پروڈیوسر نے فلم میں کام کرنے کی آفر بھی کر دی تھی مگر میں نے فوراً انکار کر دیا۔

☆ جب سے آپ کی شعیب اختر سے دوستی ہوئی ہے' آپ پہلے والے شاہد آفریدی نہیں لگتے جو سادہ لوح ثقلین کا سادہ سا دوست تھا؟

OO اسے کہتے ہیں کمپنی کا اثر' ثقی واقعی سادہ لوح بندہ ہے جبکہ شعیب کے ساتھ رہ کر ہر وقت شرارتیں کرنے کو جی چاہتا ہے۔آپ کی آبزرویشن بھی کمال کی ہے۔

☆ آپ کے سب ساتھیوں نے دورۂ ویسٹ انڈیز میں سر منڈ والئے تھے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا...... کیوں؟

OO ویسٹ انڈیز کے دورے سے قبل ہی تمام سینئرز نے کہنا شروع کر دیا تھا کہ بال چھوٹے کروالیں کیونکہ وہاں بہت گرمی ہوگی مگر میں تو انڈر 19 ٹیم کے ساتھ پہلے بھی ویسٹ انڈیز جا چکا تھا وہاں جزائر پر سمندر کی وجہ سے ہر وقت ہوا چلتی رہتی ہے اور موسم کراچی سے بھی اچھا ہوتا ہے۔اسی لئے میں نے ٹنڈ کروانی مناسب نہیں سمجھی۔

☆ فلم میں کام کرنے کی آفر ہوئی تو ..........؟

OO میں فلموں میں کام کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ کچھ لوگوں نے میرے حوالے سے عجیب وغریب افواہیں اڑادی تھیں کہ میں نے فلم سائن کر لی ہے لیکن خاندانی روایات کے لحاظ سے میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں صرف اپنے کھیل پر توجہ دینا چاہتا ہوں۔ البتہ ٹی وی کمرشلز میں کام کرنے پر مجھ سمیت کسی کو بھی اعتراض نہیں اور آپ حالیہ دنوں میں چند کمرشلز دیکھ بھی رہے ہوں گے۔

☆ گھر میں ہوں تو کیا مصروفیات ہوتی ہیں؟

OO وہاں بھی فرصت کے لمحات کم ہی میسر آتے ہیں۔ دوست احباب کی آمد کا سلسلہ جاری

رہتا ہے یا پرستار ملنے کیلئے آ جاتے ہیں۔ خصوصاً آٹوگراف یا تصویر کھنچوانے کیلئے بچوں کی بہت بڑی تعداد آتی ہے۔ فون کالز کے حوالے سے تو مجھے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ گھر والوں کو بھی یہی شکایات ہوتی ہیں کہ میرے فون بہت آتے ہیں۔ مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر میرے گھر کا نمبر اتنے لوگوں کے پاس کیسے پہنچ گیا۔

☆ بعض اوقات آپ کو خیال نہیں آتا کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ گمنام ہیں اور آپ کم محنت کے باوجود......؟

OO میں کم محنت تو نہیں کرتا۔ گرمیوں کی سخت دھوپ میں جب سب لوگ ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں آرام کرتے ہیں تو ہم میدان میں ہوتے ہیں۔ ہمیں مسلسل سفر کرنا پڑتا ہے، گھر سے دور رہنا پڑتا ہے اور اچھا پرفارم نہ کریں تو لوگوں کی جلی کٹی باتیں بھی سننی پڑتی ہیں۔ الزامات لگتے ہیں اور پھر ٹیم سے ان اور آؤٹ کا چکر، ہم لوگ تو ہر وقت دباؤ میں رہتے ہیں۔

☆ ٹورنٹو میں آپ 98 رنز پر کھیل رہے تھے تو اس وقت آپ کا چہرہ اور کان اتنے سرخ کیوں ہو گئے تھے؟

OO مجھے اس وقت سنیل جوشی پریشان کر رہا تھا مگر عامر بھائی نے صبر کرنے کی تلقین کی تھی۔ اس وقت میرا دل ضرور دھڑک رہا تھا مگر چہرے اور کانوں کے سرخ ہونے کا مجھے علم نہیں۔

☆ آپ کے دور میں علی بابا کون ہے اور چالیس چور کون کہلائیں گے؟

OO میرے خیال میں تو کرکٹ کیمپ ہے جہاں کسی ٹور سے پہلے تقریباً چالیس لڑکے ہوتے ہیں اور کیمپ کمانڈنٹ ان کی نگرانی کرتا ہے اس لئے فی الحال انہیں علی بابا چالیس چور سمجھ لیں۔

☆ اگر آپ لڑکی ہوتے تو کیا آپ بھی شاہد آفریدی کے مداح ہوتے؟

OO ایسی صورت میں، میں نے شاہد آفریدی کو تو لفٹ ہی نہیں کرانی تھی بلکہ میں تو وسیم اکرم

یا سعید انور کا پرستار ہوتا۔

☆ ٹورنٹو میں آپ کی سنچری پر بعض لوگوں نے اعتراض بھی کیا؟

OO مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض لوگوں کے مطابق ٹورنٹو کی گراؤنڈ چھوٹی تھی' آپ خود انصاف کریں کہ چاہے گراؤنڈ چھوٹی تھی یا بڑی لیکن میرے چھکے تو بڑے تھے ناں' کیونکہ کئی دفعہ گیند گراؤنڈ سے باہر گئی تھی اور پھر کوئی اور بلے باز میری طرح کارکردگی کا مظاہرہ کیوں نہیں کر سکا۔

☆ برا نہ مانئے گا لیکن اگر آپ اسی عمر میں گنجے ہو جائیں تو کیسے لگیں گے؟

OO اللہ نہ کرے کہ ایسا ہو' میں ابھی اپنے بالوں سے محروم نہیں ہونا چاہتا۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہو جائے تو پھر مجھے فیلڈنگ اور بولنگ بھی ہیلمٹ پہن کر کرنی پڑے گی۔

☆ آپ جیسی بیٹنگ کیلئے مجھے کیا طریقہ کار اختیار کرنا پڑے گا کہ میں بھی چھکے لگا سکوں۔

OO آنکھیں بند کر کے کھیلا کریں (مذاق کر رہا ہوں) آپ کو چاہیے کہ کسی بولر کا دباؤ قبول نہ کریں اور گیند کی لائن میں آ کر زوردار اسٹروک کھیلیں۔

☆ اگر کوئی خاتون آپ سے کہے کہ مجھے فلاں جگہ پر ملیں ورنہ میں زہر کھا کر مر جاؤں گی تو آپ کا ردعمل کیا ہوگا۔؟

OO ظاہری سی بات ہے' پریشانی تو ہوگی لیکن میں لیڈیز پولیس کو لے کر وہاں پہنچ جاؤں گا۔

☆ اگر آپ کو الہ دین کا چراغ مل جائے تو......؟

OO تو میں چراغ رگڑ کر جن کو طلب کروں گا اور اسے حکم دوں گا کہ میری ہر شاٹ کو اٹھا کر باؤنڈری سے باہر پھینک دے' اس طرح ہر میچ میں کم از کم 50 چھکے ریکارڈ ہوں گے۔ کہیے کیسا پلان بنایا ہے۔

☆ آپ نے تیز ترین سنچری بنانے والا بیٹ تو سنبھال کر رکھ لیا ہے لیکن اس بے چاری بال کا کیا ہوا؟

OO میرا نہیں خیال کہ وہ اس قابل رہی ہو گی کہ اسے سنبھال کر رکھا جائے کیونکہ میرے علاوہ سعید بھائی نے بھی اس گیند کا بہت برا حشر کیا تھا۔

☆ آپ میرے فیورٹ کھلاری ہیں لیکن میرے کالج میں کیمسٹری کے ٹیچر راحت صاحب مجھے ہر وقت طعنہ دیتے ہیں کہ تمہارے فیورٹ کھلاڑی نے کیا کیا؟ بتایئے میں کیا کروں؟

OO آپ کچھ نہ کریں بس میری کامیابیوں کیلئے دعا کریں۔ باقی کام تو میں نے کرنا ہے۔

☆ یہ بتایئے کہ اگر کبھی کسی ہوٹل میں اچانک کوئی جوان لڑکی آپ سے آکر کہے کہ شاہد انکل آٹوگراف پلیز تو آپ کا کیا ردعمل ہوگا۔

OO میں تو ایسی صورتحال میں شرم سے پانی پانی ہو جاؤں گا کیونکہ ابھی میری عمر ہی کیا ہے؟ ویسے کہیں آپ خود تو یہ سازش نہیں تیار کر رہے۔

☆ ٹی وی پروگراموں میں آپ کنفیوز کیوں ہو جاتے ہیں؟ اور زیادہ تر خاموش رہتے ہیں۔ ہر سوال کا جواب کیوں نہیں دیتے؟

OO ٹی وی شوز میں کمپیئر بڑے زبردست ہوتے ہیں۔ اب انور مقصود ہی کی مثال لے لیجئے ان کے سامنے زیادہ بات کرنا خطرے کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ مجھے تھوڑا بہت تجربہ اس فیلڈ میں حاصل ہونے دیں پھر میرے کرشمے دیکھئے گا۔

☆ آپ گراؤنڈ میں سن گلاسز کیوں نہیں لگاتے؟

OO کبھی کبھار لگا لیتا ہوں مگر یہ اضافی چیزیں (سن گلاسز، ہیلمٹ اور دیگر غیر ضروری سامان) پہن کر بوجھ محسوس ہوتا ہے۔

☆ ہم ہر میچ میں آپ کیلئے اچھا کھیلنے کی دعائیں کرتے ہیں لیکن آپ بہت جلد واپس پویلین لوٹ جاتے ہیں کیا کسی کو وقت دیا ہوتا ہے؟

OO میں نے انضی بھائی کو ٹائم دیا ہوتا ہے وہ ہمیشہ دباؤ ڈالتے ہیں کہ چھکے لگانے ہیں تو لگاؤ ورنہ ہماری باری آنے دو۔

☆ آپ کے چھکے دیکھ کر ہمارے دل تو بہت تیزی سے دھڑکتے ہیں، اس وقت آپ کا اپنا حال کیا ہوتا ہے؟

OO اب تو عادت سی ہوگئی ہے چھکے لگانے کی۔ میرا دل اس وقت دھڑکتا ہے جب چھکا مس ہو جائے۔

☆ تیز شاٹ تو آپ بہت آسانی سے کھیلتے ہیں مگر گیند کو روک کر کھیلتے ہوئے آپ کو مشکل کیوں پیش آتی ہے؟

OO اسٹروکس کھیلنا میری عادت ہے لیکن جہاں تک گیند کو روکنے کا سوال ہے تو ایسی چیزیں ٹیسٹ کرکٹ سکھاتی ہے جو میں ابھی تک زیادہ نہیں کھیل سکا۔ ون ڈے میچ میں اگر گیندیں روکیں تو ڈریسنگ روم سے اشارے ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔

☆ آپ کو اپنی 102 والی باری کے علاوہ کونسی اننگز اچھی لگتی ہے؟

OO آسٹریلیا میں کھیلی جانے والی ورلڈ سیریز کپ میں ویسٹ انڈیز کے خلاف نصف سنچری والی اننگز بھی میرے لئے یادگار ہے کیونکہ میں نے اس روز کرٹلی امبروز اور کورٹنی والش جیسے بولروں کے خلاف شروع ہی میں کھل کر اسٹروکس کھیلے تھے۔

☆ آپ پر جہاز میں کسی لڑکی کو چھیڑنے کا الزام لگا تھا' کیا آپ اس بارے میں کچھ بتائیں گے؟

OO ہم چند سال قبل ایشیاء کپ کھیلنے کے بعد پاکستان آرہے تھے تو جہاز میں چند بچے آٹو گراف کیلئے تنگ کرنے لگے۔ میں خاصا تھکا ہوا تھا لہٰذا غصے میں بچوں کو ڈانٹ دیا اور اس موقع پر ان کے والدین سے بھی کچھ تلخ کلامی ہوگئی تھی۔ یہ اصل بات ہے جسے توڑ مروڑ کر غلط رنگ دیا گیا۔

☆ آپ کی نظر میں سچن ٹنڈولکر اور برائن لارا میں سے بہترین کون ہے؟

OO دونوں زبردست بیٹسمین ہیں۔ دونوں کی اپنی اپنی کلاس ہے۔ لارا جس روز وکٹ پر ٹھہر جائے تو بولروں کا حشر کر دیتا ہے لیکن وہ آف سائیڈ پر کچھ کمزور ہے۔ ٹنڈولکر ایک

پاور فل پلیئر ہے جو جلد ہی اپنی خامیوں پر قابو پالیتا ہے۔

☆ مین آف دی میچ ایوارڈ وصول کرتے وقت انگریزی کیوں نہیں بولتے؟

OO سچی بات تو یہ ہے کہ روانی سے انگریزی بولی نہیں جاتی لہٰذا غلط زبان بولنے سے بہتر ہے کہ نہ بولیں لیکن آپ گوروں کو دیکھیں وہ تو ہماری زبان کا ایک لفظ بھی نہیں بول سکتے۔ ہم تو ان سے بہت بہتر ہوئے۔

☆ شہرت ملنے کے بعد والد صاحب نے ڈانٹ ڈپٹ میں کچھ کمی کی؟

OO کہاں بھئی۔ ان کیلئے تو میں آج بھی وہی کھلنڈرا سا شاہد ہوں۔ میں گھر میں ہوں تو ہر وقت شرارتوں میں مصروف رہتا ہوں۔ گھر میں شور ہو رہا ہو تو پتہ چلتا ہے کہ شاہد آفریدی گھر پر ہے۔

☆ کبھی کسی فلمی ہیرو کو دیکھ کر یہ محسوس ہوا کہ اس کی جگہ اگر میں فلم میں کام کر رہا ہوتا تو......؟

OO جی نہیں بلکہ میں سوچتا ہوں کہ فلاں ہیرو اگر کرکٹر ہوتا تو کیسا لگتا۔

☆ ہم نے اڑتے اڑتے خبر سنی تھی کہ آپ پاکستانی فلموں میں ہیرو آ رہے ہیں، کیا یہ سچ ہے؟

OO اس سے تو بہتر ہے کہ میں کسی کارٹون فلم میں کام کروں۔

☆ آپ کو پنجابی پر عبور حاصل ہوتا جا رہا ہے، یہ کس کی کمپنی کا اثر ہے؟

OO پنجابی سیکھنی ہو تو اعجاز بھائی یا یوسف یوحنا سے کلاس لینی چاہیے۔ میں بھی انہی سے فائدہ اٹھا رہا ہوں۔ تہاڈا کی خیال اے؟

☆ آپ کی لمبی اننگز دیکھے کافی دیر ہو گئی ہے؟

OO آج کل تو چانس ہی لمبے عرصے بعد مل رہے ہیں۔ ریگولر کھیلوں گا تو لمبی باریاں سامنے آئیں گی۔

☆ اگر آپ کو سوٹ بوٹ میں کرکٹ کھیلنا پڑے تو......؟

OO کتنا اچھا لگے گا کہ میں سنچری کی تکمیل کے بعد کوٹ اتار کر ہوا میں لہراؤں گا۔ یا بولنگ کرنے کیلئے ٹائی ڈھیلی کر کے کوٹ امپائر کو پکڑا دوں گا۔ یہ سب بہت اچھا تجربہ ہوگا۔

ویل ڈن۔ گڈ آئیڈیا۔

☆ شارجہ میں آپ نے انگریزی میں گفتگو کر کے حیران کر دیا' کیا رٹا تو نہیں لگایا تھا؟

OO کیمرے کے آگے لائیو بولنا رٹا نہیں ہوتا۔ کسے معلوم کہ کمنٹیٹر نے کیا پوچھنا ہے۔ آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ میں نے انگریزی اچھی بولی۔

☆ آپ نے گلی اور پوائنٹ پر پاکستان کا جونٹی رہوڈز بننے کا ارادہ تو نہیں کر لیا؟

OO کوشش تو یہی ہے مگر زیادہ خوشی اس وقت ہوگی جب کچھ عرصے کے بعد کسی جنوبی افریقین نوجوان سے یہ سوال پوچھا جائے گا کہ آپ شاہد آفریدی جیسا فیلڈر بننا پسند کریں گے۔

☆ آپ مونچھیں کیوں نہیں رکھ لیتے؟

OO یہ شوق تیس سال کی عمر میں پورا کروں گا (انشاءاللہ)

☆ سر جھکا کر کھیلنے والے ہی سر اٹھا کر چل سکتے ہیں' اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

OO یہ فارمولا جاوید میانداد کا ہے جسے منصور علی بیگ نے میرے بارے میں لکھا۔ میں بھی اس پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔

☆ آپ گراؤنڈ پہنچنے میں دیر لگاتے ہیں مگر گراؤنڈ سے باہر آتے ہوئے آپ کو ایک منٹ بھی نہیں لگتا' یہ ریت کب بدلے گی؟

OO (شاعرانہ موڈ میں) پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

☆ ٹور پر جب بریانی وغیرہ کھانے کو دل چاہتا ہے تو کیا کرتے ہیں؟

OO (مسکراتے ہوئے) کچھ بھی کرتا ہوں مگر صبر بالکل نہیں کرتا۔

شاہد آفریدی کے بچپن کی تصویریں
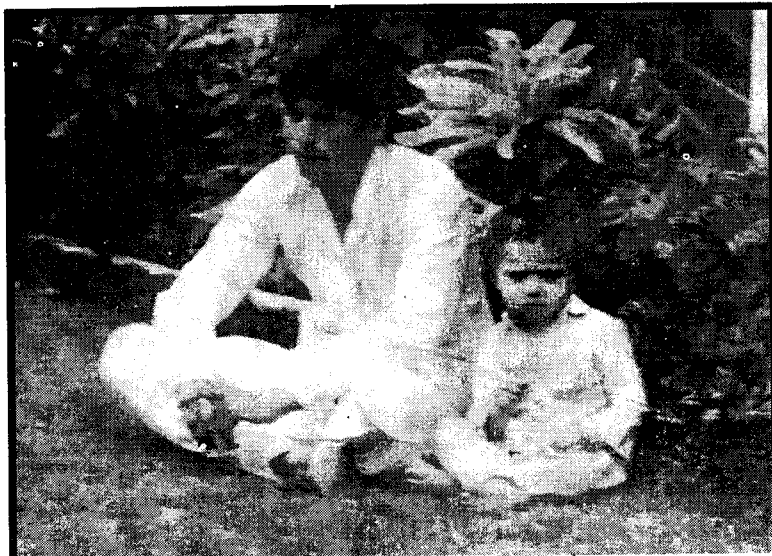
شاہد آفریدی اپنے کزن خالد کے ساتھ

شاہد آفریدی کے بچپن کی ایک تصویر
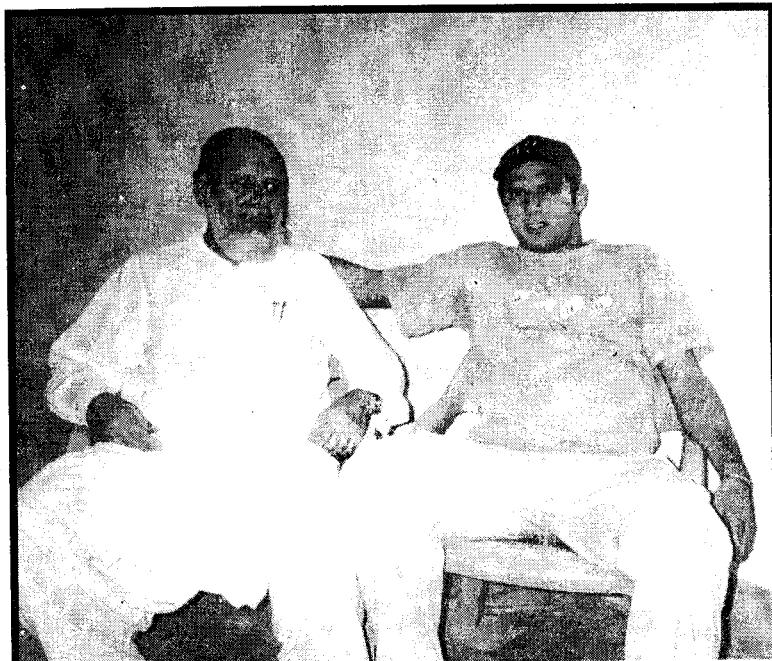
شاہد آفریدی اپنے والد کے ہمراہ

شاہد آفریدی اور قیصر صغیر

شعیب اختر اور شاہد آفریدی

شاہد آفریدی اپنے گاؤں میں کرکٹ کھیلتے ہوئے

اخبار کرکٹ کے ایڈیٹر شاہد آفریدی کے ساتھ

شاہد آفریدی اپنے مداح ثاقب عمر کو آٹوگراف دے رہے ہیں